اردو میں اپنی نوعیت کی اوّلین پیش کش

اطلس القرآن

مقامات، اقوام اور شخصیات کا تذکرہ

جدید نقشوں اور جداول سے مزین قرآنی معلومات کا مستند ذخیرہ

تالیف: ڈکتور شوقی ابوخلیل

دار السلام

اطلس القرآن

مقامات، اقوام اور شخصیّات کا تذکرہ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

أبو خليل ، شوقي

أطلس القرآن الكريم. / شوقي أبو خليل - الرياض، ١٤٢٤هـ

ص٤٩٩ ٢٤×١٧ سم

ردمك: ٧-٤٢-٨٩٧-٩٩٦٠

(النص باللغة الأردية)

١-القرآن - كشافات ٢-القرآن- فهارس أ. العنوان

ديوي ٢٢١،٣ ١٤٢٤/٥٤٥١

رقم الإيداع: ١٤٢٤/٥٤٥١هـ

ردمك: ٧-٤٢-٨٩٧-٩٩٦٠

اُردو میں اپنی نوعیت کی اوّلین پیش کش

اَطلسُ القرآن

مقامات، اقوام اور شخصیّات کا تذکرہ

جدید نقشوں اور جداول سے مزیّن قرآنی معلومات کا مستند ذخیرہ

تالیف: دُکتور شوقی ابُوخلیل

ترجمہ: شیخ الحدیث حافظ محمّد امین

توضیح واضافہ: محسن فارانی

دارُالسّلام
کتاب وسنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاھور
لندن • ھیوسٹن • نیو یارک
DARUSSALAM

سعُودی عرَب (ھیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الرّیاض: 11416 سعودی عرب

فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa

Website: www.dar-us-salam.com

---

❶ طریق مکہ ۔العُلیا ۔الرّیاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945

❷ شارع الربعین ۔الملز ۔ الرّیاض فون: 4735220 فیکس: 4735221

❸ جدّہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270

❹ الخُبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551

شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624

پاکستان (ھیڈ آفس و مرکزی شو رُوم)

❶ 36 - لوئر مال، سیکرٹریٹ شاپ، لاہور

فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092

فیکس: 7354072 E-mail: darussalampk@hotmail.com

❷ غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

❸ اُردو بازار گوجرانوالا فون: 741613-431-0092 فیکس: 741614

لندن فون: 5202666 208 0044 فیکس: 5217645 208

امریکہ ❶ ہوسٹن فون: 7220419 713 001 فیکس: 7220431

❷ نیویارک فون: 6255925 718 001 فیکس: 6251511

فہرست

عرض ناشر

قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے نازل کی گئی اور رہتی دنیا تک ہدایت ومعرفت کا بے مثال سرچشمہ رہے گی۔ اس کتاب عظیم کا ایک تابناک پہلو یہ ہے کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے اور اپنے اندر علم وحکمت اور اسرار وغوامض کے گراں بہا موتی سموئے ہوئے ہے، لہٰذا اہل اسلام پر قرآن کریم کو پڑھنا اور اس کے مطالب ومفاہیم کو سمجھنا واجب ہے۔

دارالسلام جب سے قائم ہوا ہے قرآن اور قرآنی علوم وافکار کی اشاعت اس کا اولین مطمح نظر رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہم عہد نو کے تقاضے ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قرآن مجید کی تدریس واشاعت میں ہر نوع کے جدید سائنسی وفنی ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔ قرآن کریم کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ قرآنی تعلیمات، علم حدیث اور سیرت نبویہ کے حوالے سے عربی میں چھپنے والی ہر اچھی کتاب اردو، انگریزی اور دیگر مختلف زبانوں کے قالب میں ڈھالی جائے، چنانچہ دو اڑھائی سال پہلے جب عربی کے بلند پایہ مصنف ڈاکٹر شوقی ابوخلیل کی شاندار تصنیف ''اطلس القرآن . اما کن 'اقوام' اعلام'' (قرآنی مقامات، اقوام اور شخصیات کا تذکرہ) میری نظر سے گزری تو میں نے اسے قرآنی آیات اور موضوعات کے ساتھ ساتھ رنگین نقشوں سے مزین پایا۔ مجھے اس کی ورق گردانی کر کے خوشگوار حیرت ہوئی اور اسے چیزے دگر جان کر وہیں میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ان شاء اللہ دارالسلام اسے اردو اور انگریزی کا جامہ ضرور پہنائے گا۔ چنانچہ کتاب کے ناشر ''دارالفکر' دمشق'' سے رابطہ کیا گیا۔ پہلے تو انہوں نے انکار کیا' کچھ دوستوں کی معرفت رابطہ کی کوشش کی' تحریری رابطہ بھی کیا گیا مگر کوئی بات فائنل نہ ہوسکی۔ گزشتہ سال دارالفکر کے مالک جناب محمد عدنان سالم کے بیٹے حسن سالم ریاض تشریف لائے۔ دارالسلام کے دفاتر کا دورہ کیا اور ادارے کے عزائم سے واقف ہوئے تو انہوں نے اپنے والد گرامی سے مذکورہ کتاب کے سلسلے میں بات کرنے کی حامی بھرلی۔ اس سال کے آغاز میں بطور خاص دمشق چلا گیا۔ دمشق میرے لیے دوسرے گھر کی طرح ہے۔ گزشتہ دس بارہ سالوں میں کم وبیش تیس پینتیس مرتبہ تو ضرور دمشق گیا ہوں گا۔ دمشق میں دارالسلام کا دوسرا نام دارالفیحاء ہے۔ اس کے مالک محمد یاسر طباع مجھے چھوٹے بھائیوں کی طرح عزیز ہیں' جاتے ہی میزبانوں کو مطلع کر دیا کہ میرے آنے کا بڑا مقصد دارالفکر والوں سے اطلس قرآن اور اطلس سیرۃ النبویہ کی بات کرنا ہے۔ اگلے دن دارالفکر کے دفاتر میں پہنچ گئے۔ حسن سالم بڑی محبت سے پیش آئے۔ میں نے کتاب کے سلسلے میں دوبارہ بات شروع کی۔ کہنے لگے' والد صاحب سے بات کرتے ہیں مگر وہ بڑے مشغول ہیں۔ میں نے کہا چلیے چند منٹ ہی سہی۔ ان کے سیکرٹری نے کہا کہ وہ خاصے مصروف ہیں مگر چند منٹ کے لیے آ جائیں۔ وہ ملاقات جو چند منٹوں کے لیے طے ہوئی تھی ڈیڑھ گھنٹہ سے متجاوز ہوگئی۔

تاوقتیکہ محمد عدنان سالم کے سیکرٹری نے آ کر کہا کہ وقت بہت گزر چکا ہے اور کئی لوگ منتظر ہیں۔ دارالفکر آج سے کم وبیش پچاس سال پہلے قائم ہوا تھا۔ محمد عدنان سالم زندگی کی 70 سے زیادہ بہاریں دیکھ چکے ہیں۔ بڑی اچھی صحت کے مالک ہیں اور ادارے کو بڑی محنت سے چلا رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ مولانا مودودی رحمہ اللہ جب 1960 میں دمشق آئے تو میرے غریب خانے پر تشریف لائے تھے۔ میں نے ان کے اعزاز میں عشائیہ دیا تھا۔ جس میں علماء اور ادباء شریک ہوئے تھے۔ ہم ماضی میں کھو گئے۔ دنیائے اسلام میں کتب کی نشر واشاعت کے حوالے سے ان کا خاصا تجربہ ہے۔ انہوں نے خوب مشورے دیے۔ بہرحال یہ ملاقات ان دونوں کتابوں کی اجازت پر ختم ہوئی۔ طے پایا کہ دارالسلام باقاعدہ رائلٹی طے کرے گا اور کچھ رقم

ایڈوانس دی جائے گی۔ اللہ کا شکر ہے کہ چند ہفتوں کے بعد جب وہ ادباء کی ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے ریاض تشریف لائے تو باقاعدہ معاہدہ پر دستخط ہوئے اور یوں میری دیرینہ خواہش پوری ہوگئی۔ میں محمد عدنان سالم صاحب کا شکر گزار ہوں انہوں نے میرے ساتھ تعاون کیا اور کتاب کا ترجمہ شائع کرنے کی اجازت دی۔

میں نے دارالسلام لاہور برانچ کے جنرل مینیجر حافظ عبدالعظیم صاحب سے رابطہ کیا اور انہیں اس کام کو ترجیحی بنیادوں پر مکمل کرنے کو کہا۔ انہوں نے بھی اس کام کی اہمیت کو محسوس کیا اور بعض کاموں کو مؤخر کر کے اس کام پر لگ گئے۔ کتاب کے اردو ترجمے کی نازک ذمہ داری شیخ الحدیث حافظ محمد امین حفظہ اللہ نے سنبھالی اور ترجمانی کا خوب حق ادا کیا۔

اب کتاب میں شامل نقشوں کو اردو میں ڈھالنے کا مرحلہ درپیش تھا اور ان میں دیے گئے علاقوں شہروں' دریاؤں' پہاڑوں' سمندروں' خلیجوں اور جھیلوں وغیرہ کے لیے مستعمل عربی ناموں کے اردو مترادفات ڈھونڈنے تھے اور ان کے حوالے سے اضافی توضیحات شامل کرنی تھیں۔ اس کام کے لیے ایک ایسے صاحب علم کی ضرورت تھی جو عربی سے بھی مناسب واقفیت رکھتا ہو اور دنیا کے جدید وقدیم جغرافیہ وتاریخ پر بھی اسے عبور حاصل ہو۔ یہ ایک کٹھن کام تھا کیونکہ قدیم جغرافیائی کتب اور اطلسوں میں دی گئی معلومات دنیا کی جدید جغرافیائی تقسیم سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ مثلاً ماضی میں بعلبک ملک شام کا ایک شہر تھا لیکن آج بعلبک شام کے کسی نقشے میں نہیں ملے گا کیونکہ وہ آج کے لبنان میں واقع ہے۔ پھر ملک شام کا نام بھی عربی' انگریزی اور دیگر زبانوں میں شام نہیں بلکہ انگریزی میں اسے ''سیریا'' اور عربی میں ''سوریہ'' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حران یا حاران جہاں ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام ''اُور'' (عراق) سے ہجرت کر کے پہنچے تھے' ماضی میں ''الجزیرہ'' کے علاقے میں شامل تھا لیکن آج وہ جنوبی ترکی میں واقع ہے اور خود جزیرہ عراق' شام اور ترکی تین ملکوں میں بٹا ہوا ہے۔ قرون وسطٰی کا بحرین اور آج کا بحرین یکسر مختلف مقامات ہیں۔ یہ کام واقعی مشکل تھا مگر یہ مشکل کہنہ مشق صحافی جناب محسن فارانی نے حل کر دی۔ وہ اردو کے معروف ہفت روزہ ''ندائے ملت'' کے نائب مدیر ہیں اور اس سے پہلے طویل عرصے تک ماہنامہ اردو ڈائجسٹ میں ادارتی فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ وہ علوم جغرافیہ وتاریخ کے ماہر اور محقق بھی ہیں۔ اردو اور انگریزی پر کامل عبور رکھتے ہیں اور عربی سے بھی انہیں شغف ہے۔ انہوں نے عربی نقشوں کو اردو میں ڈھالنے اور ان کے حوالے سے قارئین کو اضافی توضیحات اور جغرافیائی معلومات فراہم کرنے کا بیڑا اٹھایا اور چھ ماہ کی شبانہ روز کاوشوں سے یہ کٹھن کام پایہ تکمیل کو پہنچا دیا۔ اس سلسلے میں دارالسلام شعبہء تحقیق وتصنیف کے علمائے کرام حافظ اقبال صدیق مدنی' حافظ عبدالرحمٰن ناصر اور پروفیسر محمد ذوالفقار نے ان کی معاونت کی اور عربی مراجع ومصادر سے معلومات اور حوالے اخذ کرنے میں مدد دی۔ ترجمہ شدہ مسودے کی تصحیح کے فرائض مولانا عبدالجبار نے انجام دیے۔ کمپوزنگ' نقشوں کی تیاری اور پروف ریڈنگ کے مراحل خوش اسلوبی سے طے پائے اور پروف ریڈنگ محسن فارانی' حافظ محمد آصف اقبال اور حافظ اقبال صدیق مدنی نے مل کر کی۔ ساتھیوں کے تعاون اور شب وروز کی محنت شاقہ سے' بحمد للہ جو چیز پیش کی جارہی ہے اس سے پہلے اردو میں اس کی مثال نہیں ملتی بلکہ اضافی جغرافیائی وتاریخی توضیحات شامل کرنے نیز متن اور نقشوں میں پائی جانے والی بعض غلطیوں کی تصحیح اور اشکالات دور کرنے کے بعد اس کی افادیت اصل کتاب سے بھی دوچند ہوگئی ہے۔

جناب محسن فارانی صاحب نے اطلس القرآن (عربی) کے نقشوں میں پروف کی اغلاط درست کرنے کے علاوہ بعض نقشوں میں پائی جانے والی بعض غلطیوں کی تصحیح بھی کی ہے' مثلاً ان کی تحقیق کے مطابق:

1۔ اطلس القرآن (عربی) میں اصحاب کہف کے شہر اِفسُوس کی جائے وقوع کا تعین جنوبی ترکی کے شہر طرسوس کے شمال مغرب

میں کیا گیا ہے جب کہ تمام مروجہ نقشوں اور اطلسوں میں اِفسُوس کوترکی کے مغربی ساحل پر ازمیر (سمرنا) کے جنوب میں دکھایا جاتا ہے اور درست بھی یہی ہے۔ (اِفسُوس کی جگہ کے تعین کے لیے انہوں نے ایک اضافی نقشہ بھی شامل کیا ہے)

2۔ اطلس القرآن (عربی) کے کئی نقشوں میں خلیج عقبہ کے تاریخی شہر ایلہ (موجودہ ایلات) کو اردن کی بندرگاہ عقبہ کی جگہ دکھایا گیا ہے جب کہ اصحاب سبت اور قوم لوط والے نقشوں میں بالترتیب العقبہ (ایلہ) اور ایلہ (العقبہ) لکھا گیا ہے جو کہ درست نہیں۔ دراصل ایلہ' عقبہ کے شمال مغرب میں کچھ فاصلے پر ہے جیسا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے سفرنامہ ارض القرآن میں لکھا ہے: ''عقبہ کے بالمقابل مغرب کی طرف ہمیں اسرائیل کی بندرگاہ ایلات بھی نظر آرہی تھی۔'' (ص 229) اور المنجد فی الاعلام میں مرقوم ہے: ''ایلات بندرگاہ ہے جو بحیرہ احمر (خلیج عقبہ) پر عقبہ کے شمال میں واقع ہے۔ ایلات میں رومی عہد کے ایلہ کے کھنڈر واقع ہیں۔'' (ص 95)

3۔ شام کے شہر اذرعات کا موجودہ نام درعا ہے جبکہ اطلس القرآن (عربی) کے نقشوں میں ''اذرعات'' کو ''ازرع'' کی جگہ دکھایا گیا ہے جو کہ اذرعات (درعا) کے شمال میں دمشق کی شاہراہ پر واقع ایک الگ شہر ہے۔ اذرعات کا دمشق سے فاصلہ 100 کلومیٹر سے زیادہ ہے جبکہ ازرع' دمشق سے تقریباً 100 کلومیٹر جنوب میں ہے۔

4۔ بحیرہ ارال (Aral) اور دریائے یورال (Ural) کا فرق یاجوج ماجوج والے نقشے میں واضح کیا گیا ہے جبکہ اطلس القرآن (عربی) میں دونوں کو ارال لکھا گیا ہے جو کہ درست نہیں۔

محسن فارانی صاحب نے مجمع البحرین والے نقشے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کی ممکنہ جائے ملاقات خلیج قلزم (سویز) اور خلیج عقبہ کے اتصال اور آبنائے جبل طارق (طنجہ) کے علاوہ نیل ابیض اور نیل ازرق کے سنگم (خرطوم) پر بھی دکھائی ہے جیسا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں اس کی تصریح کرتے ہیں۔

اطلس القرآن (اردو) کے نقشوں میں ''سودان'' کو انگریزی تلفظ ''سوڈان'' کی بجائے اس کے اصل عربی تلفظ کی پیروی میں ''سودان'' ہی لکھا گیا ہے۔

اطلس القرآن (اردو) کی تیاری کے فنی مراحل کمپوزنگ اور ڈیزائننگ وغیرہ میں محمد عامر رضوان اور محمد ندیم کامران نے اسے خوب سے خوب تر بنانے میں بھرپور محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرے لیے یہ بات نہایت سعادت اور خوشی کی ہے کہ محترم پروفیسر محمد یحییٰ صاحب اور پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب نے اس کتاب میں اپنی تقاریظ لکھ کر اس کتاب کی اہمیت میں مزید اضافہ کیا۔ اس عنایت کے لیے وہ میرے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔

ڈاکٹر شوقی ابوخلیل کی دوسری گرانقدر تصنیف ''اطلس السیرۃ النبویہ'' پر کام جاری ہے اور جلد ہی وہ بھی زیور طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کی دسترس میں ہوگی۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ہماری ان کاوشوں کو پذیرائی بخشیں تو اللہ ارحم الراحمین سے ہمارے حق میں قبولیت و مغفرت کی دعا ضرور فرمائیں۔

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

جنرل منیجر دارالسلام

رمضان المبارک 1424ھ بمطابق نومبر 2003ء

حرف آغاز

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھانے کے لیے زمین پر ایک سیدھی لکیر کھینچی' پھر اس سے نکلتی ہوئی کئی لکیریں کھینچیں اور اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: "یہ سیدھی لکیر صراطِ مستقیم ہے جو چلنے والے کو سیدھا منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ اس سیدھی لکیر سے نکلنے والی دوسری سب لکیریں دوسرے راستے ہیں جو خواہ اسی سیدھے راستے سے نکلتے ہیں لیکن منزل پر پہنچانے کی بجائے کہیں اور لے جاتے ہیں۔" (مسند احمد: 1/435)

عرب ایسے قادر الکلام ہیں کہ لفظوں میں ہو بہو تصویر کھینچ دیں۔ رسول اللہ ﷺ تو دنیا کی فصیح ترین ہستی تھے۔ آپ ﷺ نے بات سمجھانے کے لیے لکیریں کھینچ کر نہ صرف اپنی بات زیادہ واضح فرمادی بلکہ وضاحت کرنے اور سمجھانے کے اس مؤثر ذریعے کی طرف بھی اشارہ فرمادیا جو لکیروں کے استعمال سے اختیار کیا جاسکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے معنوی راستے کو لکیروں کے ذریعے واضح فرمایا جس کا مشاہدہ آپ ﷺ کا قلب اطہر کرتا تھا ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى﴾ کے مطابق اس مشاہدے میں کوئی غلطی نہ تھی۔ بعد میں آپ کی امت کے اہل علم نے حج و زیارت مسجد نبوی کے لیے جانے والوں اور جہاد' حصول علم' تجارت اور تبلیغ وغیرہ کی غرض سے سفر کرنے والوں کے لیے ان زمینی اور بحری راستوں کے نقشے بنائے جن کا ان کی آنکھوں نے مشاہدہ کیا تھا۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں ان نقشوں کے ساتھ راستے کے شہروں' قصبوں اور منزلوں کی تفصیلات بیان کر کے سالکوں' مسافروں' مجاہدوں اور طالبان علم کی خدمت انجام دی۔

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں کے جغرافیہ دانوں یعقوبی' مسعودی' اصطخری' ابن حوقل اور مقدسی سے لے کر آخری عباسی دور کے الجیہانی' البکری اور الادریسی تک اکثر مصنفین نے اپنی کتابوں کے لیے بار بار ایک ہی نام "المسالک والممالک" یا اس سے ملتے جلتے نام اختیار کیے۔ ابن حوقل نے اپنی کتابوں میں عالمِ اسلام کے ہر خطے کے الگ الگ مفصل نقشے بھی پیش کیے۔ لیکن اس کے باوجود قرآن اور سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے متعلق مقامات' آبادیوں' دریاؤں' راستوں اور قوموں کے حوالے سے نقشہ سازی پر کوئی زیادہ کام نہ ہوا۔

اردو میں اگرچہ سید سلیمان ندوی کی جغرافیۂ ارض القرآن اپنے موضوع پر بہت عمدہ کتاب ہے لیکن اس میں بھی نقشوں کا فقدان ہے۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے اصحاب کہف کے وطن' ذوالقرنین کی سلطنت اور یاجوج ماجوج کے علاقوں کے آگے تعمیر کی جانے والی دیوار' جسے قرآن مجید نے "رَدْم" کہا' کے محل وقوع کے بارے میں بہت وقیع کام کیا ہے لیکن انہوں نے بھی مفصل نقشے استعمال نہیں کیے۔" اس کی غالباً یہ وجہ تھی کہ نقشہ نویسی ایک ٹیکنیکل کام ہے جس کے لیے ماہر ٹیم کا ملنا خاصا مشکل تھا۔

مولانا مودودی نے اپنی تفسیر کے لیے شرق اوسط کے پورے علاقے کا تفصیلی دورہ کیا' اور اس دورے کے احوال سفر

نامہ ارض القرآن میں رقم کیے۔ یہ انوکھا سفر نامہ مشاہدات اور علمی معلومات سے مالا مال ہے۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں بھی بعض مقامات پر سادہ نقشوں کے ذریعے بڑے بڑے واقعات کے جغرافیائی محل وقوع کو واضح کیا ہے۔ علم تفسیر کے حوالے سے یہ ایک اچھوتا اور مفید کام ہے' لیکن جیسا کہ ''اطلس القرآن'' کے مصنف ڈاکٹر شوقی ابوخلیل نے کہا ہے' قرآن اور سیرت نبوی کے حوالے سے کوئی مکمل اطلس آج تک سامنے نہیں آئی۔

اس اطلس کی تیاری کا پس منظر بھی نہایت روح پرور ہے۔ مسجد نبوی میں حاضری اور مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر درود وسلام پیش کرنے کے دوران میں مصنف کے دل میں' جو یقیناً رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مودت' عقیدت اور اطاعت کے جذبے سے سرشار تھا' سیرت طیبہ کے حوالے سے کوئی انوکھی اور وقیع خدمت انجام دینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ان کی یہ خواہش اللہ کے حضور حرفِ دعا میں بدل گئی' اللہ کی طرف سے اس دعا کو شرف قبولیت عطا ہوا اور ''اطلس القرآن'' اور ''اطلس السیرۃ النبویہ'' کا منصوبہ ان کے ذہن میں آیا۔ پھر یہ منصوبہ اللہ کی خصوصی توفیق سے سرانجام پایا۔ اسی خوبصورت سلسلے کی پہلی کتاب آپ کے پیش نظر ہے۔

اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن میں جن شخصیات' اقوام' واقعات اور مقامات کا تذکرہ ہے ان کی اطلس مرتب کرنا معمولی بات نہ تھی۔ مصنف نے یقیناً اپنی قوت خیال کے ذریعے وقت میں پیچھے کی طرف سفر کر کے اس علاقے کی اس صورت کا تصوراتی مشاہدہ کیا جو قرآن کے بیان کردہ عظیم واقعات کے زمانے میں موجود تھی۔ خود قرآن کے علاوہ دوسری الہامی کتابوں' تاریخ' روایات اور عہد حاضر کے علم طبقات الارض اور علم الآثار کے مطالعے نے ماضی کے اس سفر اور اس دور کے مناظر کا مشاہدہ کرنے میں ان کی مدد کی۔ کئی جہات پر مشتمل یہ سفر یقیناً ان کی زندگی کا ایک بڑا تجربہ ہوگا جو بذاتِ خود اس ضمن میں کی گئی جدوجہد کا عمدہ انعام ہے۔ اس خوبصورت تجربے میں ڈوب کر انہوں نے اپنی دونوں اطلس مرتب کی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ دونوں اطلس اپنے ہر قاری کے لیے اسی ذہنی اور روحانی سفر کے دروازے کھول دیں گی جو مصنف کو نصیب ہوا ہے۔

اس کتاب کے اردو ناشرین نے کتاب کو مزید مفید اور دلچسپ بنانے کے لیے قرآن کے بیان کردہ واقعات' شخصیات' اقوام اور مقامات کے حوالے سے انتہائی مفصل اور مستند معلومات کے ایک نئے ذخیرے کا اضافہ کرا دیا ہے۔ جناب محسن فارانی نے' جو ملک کے معروف قلمکار ہیں' ''دارالسلام'' کی فرمائش پر یاقوت حموی کی معجم البلدان' مکتبہ لبنان (بیروت) کی جدید ''اطلس العالم'' مڈل ایسٹ ورلڈ ٹریول میپ' اردو وعربی کی کتب تفسیر وسیرت خصوصاً مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی تصنیف قصص القرآن' مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی تفہیم القرآن اور سفر نامۂ ارضِ القرآن اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا نچوڑ انتہائی دلآویز اسلوب میں اس کتاب میں شامل کر دیا ہے۔

''معجم البلدان'' قرون وسطیٰ کے عالم اسلام اور اس کے اماکن وامصار کے بارے میں جغرافیائی وتاریخی معلومات کا نادر خزانہ ہے۔ قصص القرآن میں قرآن کے بیان کردہ واقعات کے جغرافیائی پس منظر کے حوالے سے معلومات کے علاوہ

جدید آراء ونظریات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح مولانا مودودی نے قدیم وجدید مطالعہ کے علاوہ خود جا کر ان مقامات کا گہرا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ ان حضرات کی تحقیقات کے اضافے نے اطلس القرآن کی افادیت کو کئی گنا کر دیا ہے۔ ان شاء اللہ جب اطلس القرآن انگریزی زبان میں شائع ہوگی تو دنیا عربی مصادر کے علاوہ برصغیر میں ہونے والے انتہائی اہم کام سے بھی مستفید ہوگی۔

ڈاکٹر شوقی ابوخلیل اس موضوع پر باقاعدہ کام کرنے والے پہلے شخص ہیں۔ ان کے کام پر جناب محسن فارانی کے مرتب کردہ نوٹس قارئین کے لیے غور وفکر کے نئے زاویے پیش کرتے ہیں۔ آئندہ اس موضوع پر کام کرنے والے یقیناً اس مفید کام کو مزید آگے بڑھائیں گے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مزید معلومات سامنے آئیں گی اور نئے انکشافات ہوں گے۔ قافلۂ علم وتحقیق اگر چلتا اور آگے بڑھتا رہے تو انسانی معلومات اور افکار کبھی ٹھہراؤ اور جمود کا شکار نہیں ہوتے۔ ان کی تازگی ہر دور میں برقرار رہتی ہے۔ موجودہ کتاب اس اہم سفر کا ایک سنگ میل ہے۔

مجھے یقین ہے کہ قارئین کے ہاتھ میں پہنچ کر یہ کتاب نہ صرف غور وفکر کے بہت سے نئے دروازے کھول دے گی بلکہ سنجیدہ طالب علموں کے لیے قرآن فہمی کو بھی آسان کر دے گی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اصحاب کو جزائے خیر عطا کرے جنہوں نے اس کتاب کی تالیف، ترجمہ، اضافہ اور اشاعت میں حصہ لیا۔ واللہ ولیّ المؤمنین.

پروفیسر محمد یحییٰ۔ لاہور
4 اکتوبر 2003ء

اطلس القرآن......تذکارِ جلیل

امتِ مسلمہ کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب قرآن مجید کے نام سے اپنے متن کے تمام تر تقاضوں کے ساتھ محفوظ ہے۔ یہ افتخار کسی دوسرے آسمانی مذہب کو حاصل نہیں ہے۔ قرآن مجید سے قبل سیکڑوں صحائف اور تین مستقل کتابوں کے متن معدوم ہو چکے ہیں۔ ان مذاہب کی اپنی روایات کے مطابق اب جو کچھ ان کے پاس ہے، وہ محض روایات یا ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ قرآن مجید آج لاکھوں حفّاظ کے سینے میں محفوظ ہے۔ جہاں تک اس کے قلمی مصاحف کا تعلق ہے، دنیا کے عجائب گھروں، سرکاری کتب خانوں، دینی مدارس اور ذاتی ذخائر میں کم از کم اس کے دو لاکھ سے زائد نسخے، جو مختلف صدیوں اور ادوار میں لکھے گئے، موجود ہیں۔

قرآن مجید کے حوالے سے متعدد علوم وفنون پیدا ہوئے۔ ان میں سے بعض کا تعلق اس کے علمی مباحث، تفسیری نکات، شرعی احکام اور موضوعاتی تشریحات سے ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ متنوع فنون بھی پیدا ہوئے، جن میں کتابت و خوشنویسی، نقاشی وتذہیب کاری، جلد سازی، تجوید وقراءت اور رحل سازی وغیرہ آج تک معروف اور مقبول ہیں۔ ان فنون میں ایک اور نئے فن کا اضافہ ہوا ہے، جو بیسویں صدی عیسوی کے اختتام تک تو جغرافیۂ قرآن، تذکرہ انبیائے کرام، اماکنِ قرآن اور اعلامِ قرآن کے حوالے سے بیسیوں کتابوں کی صورت میں ملتا ہے، مگر عالمی تہذیب کے تیسرے ہزاریے میں یہ فن قرآن فہمی کے ایک نئے اسلوب کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ قرآن مجید میں جن مقامات، شخصیات یا اقوام کا ذکر آیا ہے، انہیں جدید نقشوں اور جَداول کے حوالے سے پیش کرنے کی پہلی مرتبہ ایک کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ یہ کوشش عالمِ عرب کے علمِ جغرافیہ کے ایک محقق دکتور شوقی ابوخلیل کی ''اطلس القرآن'' ہے۔

مذہبی کتب کی تشریح وتوضیح کے لیے عہد نامہ قدیم اور جدید میں مستشرقین نے جو کام کیا ہے، وہ اپنی علمی اور تحقیقی افادیت کے لحاظ سے قابلِ اعتنا ہے۔ تورات میں جن اماکن اور شخصیات کا ذکر ملتا ہے، یا اناجیلِ اربعہ میں جن اعلام، مقامات اور شخصیات کا تذکرہ ہے، وہ ایک درجن سے زائد جغرافی نقشوں کی کتابوں میں جنہیں اٹلس (Atlas) کہتے ہیں، بڑی خوبی کے ساتھ موجود ہے، مگر قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں عرب وحجاز کی جن اقوام، مقامات، شخصیات، سمندروں، دریاؤں، خلیجوں، جھیلوں، پہاڑوں، صحراؤں، غاروں، شہروں اور بستیوں کا ذکر ہے، ان کا تفصیلی مطالعہ تو سیکڑوں مصنّفین نے کیا ہے اور اس پر بہت مفید تحقیقی کتب بھی تحریر کی گئی ہیں، مگر ان معلومات کو جداول یا نقشوں کی مدد سے پیش کرنے کی کوئی معیاری کوشش ابھی تک ہمارے سامنے نہیں تھی، جس کے نتیجے میں قرآن مجید کا ایک قاری جب ایسے سب مقامات کا تذکرہ متنِ قرآن میں پڑھتا یا دیکھتا ہے، تو اس کے ذہن کے حاشیے پر تعیّن کے ساتھ کوئی تصویر نہیں ابھرتی۔ ہمیں تسلیم ہے کہ

مسلمان محققین اور علمائے کرام نے عرب وحجاز کی تاریخ وثقافت اور تہذیب وتمدن پر بہت معیاری کتابیں لکھی ہیں۔ عبید بن شریہ کی ''کتاب الملوك و اخبار الماضين'' ابوعبیدہ کی ''کتابِ مغازات'' مبرّد کی ''کتاب ایّام بنی مازن، نسب قحطان و عدنان'' ہشام کلبی کی مختلف کتابیں، ابن ہشام کی ''السیرة النبویة'' ابن الحائک ہمدانی کی ''صفة جزيرة العرب'' اور ''اکلیل'' ابن اسحاق کی ''کتاب السيرة'' ابوولید ازرقی کی ''اخبار مکّة'' ابنِ قتیبہ کی ''کتاب المعارف'' ابن واضح یعقوبی کی ''تاریخ یعقوبی'' ابوجعفر طبری کی ''تاریخ الرسل والملوك'' حمزہ اصفہانی کی ''تاریخ سنی ملوك الارض'' مسعودی کی ''مروج الذهب'' ابوالفداء کی ''المختصر فی اخبار البشر'' ابن خلدون کی ''کتاب العبر و ديوان المبتداء والخبر'' اور ابن عساکر کی ''تاریخ دمشق'' کے نام سے مفید کتابیں لکھی گئیں، جن میں قرآن مجید میں بیان کردہ مقامات، شخصیات اور اعلام کے بارے میں مفید معلومات میسر آتی ہیں۔ اسی طرح جغرافیہ وتاریخ کے موضوع پر ہشام بن محمد کلبی، ابوسعید الاصمعی، سعدان ابن مبارک، ابوسعید حسن السکری، عمر بن رستہ، ابوزید بلخی، ابوسعید السیر افی، حسن بن محمد المعروف، محمود بن عمر زمخشری، البکری، امام سیوطی، ابن خردازبہ، ابن فقیہ ہمدانی، اصطخری، ابن مردویہ، ابن حوقل، مقدسی، ادریسی، یاقوت حموی، زکریا قزوینی اور شمس الدین دمشقی جیسے علما نے بہت مفید تحریریں یادگار چھوڑی ہیں۔ ادریسی کا بنایا ہوا نقشۂ عالم تو آج بھی ایک تاریخی اوّلیت کا حامل ہے۔ ابوریحان البیرونی کی ''الآثار الباقية عن القرون الخالية'' بھی بہت مفید معلومات فراہم کرتی ہے۔ ان سب کتب میں کسی نہ کسی درجے میں وہ افادیت ہے، جسے قرآن مجید کے مقامات، اقوام اور اشخاص کو سمجھنے میں گہری معاونت فراہم ہوسکتی ہے۔

گذشتہ صدی میں معروف محقق سید سلیمان ندوی نے ''تاریخ ارض القرآن'' کے عنوان سے 1912ء میں ایک کتاب لکھنا شروع کی، جس کی پہلی جلد اپریل 1915ء میں مطبع معارف اعظم گڑھ سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے تحقیقی مقدّمے میں انہوں نے جغرافیۂ قرآن اور تاریخ القرآن کے حوالے سے بہت اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ گذشتہ صدیوں میں اس موضوع پر جن لوگوں نے علمی اور تحقیقی کام کیا ہے، ان کا اجمالی تذکرہ کیا ہے۔ مستشرقین میں سے ریونڈ فاسٹر کی کتاب جو تاریخی اغلاط کا پلندہ ہے، اس کا ذکر کرنے کے بعد نولدیکی اور روبرٹس سمتھ نے عربوں کے قبائل اور انساب کے سلسلے میں قدرے درست اور زیادہ تر غلط باتوں کی نشاندہی کی۔

''تاریخ ارض القرآن'' کی پہلی جلد میں ارض قرآن کا جغرافیہ، اقوامِ عرب کے سیاسی، تاریخی، نسبی اور قومی حالات و واقعات کی تفصیل فراہم کی گئی ہے، مگر اس پوری کتاب میں صرف چند جداول اور نقشے آپ کو ملیں گے، جو مصنّف موصوف کے ذاتی ذوق وشوق کے آئینہ دار تو ہیں، مگر ہم انہیں علم جغرافیہ کے اصول وضوابط سے بہت دور پاتے ہیں۔ اس کتاب کے دوسرے حصّے میں اقوامِ عرب کے السنہ، علاقائی ادیان و مذاہب، تمدن وثقافت اور تجارت و معاشرت کے علاوہ اصحاب الحجر، بنوقیدار، قریش مکّہ، انصار مدینہ اور بعض دوسرے موضوعات پر قیمتی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

جغرافیۂ قرآن اور عرب وحجاز کے آثار وعتیقیات پر دوسری اہم کتاب محمد عاصم الحداد کا ''سفر نامۂ ارض القرآن''

ہے۔ یہ سفر سیّد ابوالاعلیٰ مودودی (م 1979ء) نے تفہیم القرآن کے تاریخی مقامات، آثار اور عمارات کی تفہیم کے لیے 3 نومبر 1959ء سے 4 فروری 1960ء تک اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اختیار کیا۔ اس مفید سفرنامے میں نثری تفصیلات کے علاوہ 56 تصاویر اور تین نقشے پیش کیے گئے ہیں۔ انہی جغرافیائی معلومات اور آثار کی مدد سے سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "تفہیم القرآن" کی چھ جلدوں میں سے پہلی چار جلدوں میں 27 نقشے اور کچھ تصاویر پیش کی ہیں۔ یہ نقشے درست معلومات تو فراہم کرتے ہیں مگر فنی پختگی سے محروم ہیں۔

اردو زبان میں "جغرافیۂ قرآن" کے عنوان سے ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی فرمائش پر انتظام اللہ شہابی اکبرآبادی نے ایک مختصر کتاب لکھی ہے، جسے انجمن ترقی اردو، کراچی نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں بھی ایک بڑے سائز کا نقشہ شامل ہے، جسے نقشۂ ارضِ قرآن کہا گیا ہے، مگر یہ بھی قرآنی مقامات، شخصیات یا اعلام کے بارے میں واضح معلومات سے محروم ہے۔ البتہ مصنف نے اس میں لکھا ہے کہ اس نے اس جغرافیۂ قرآن کو جغرافیۂ بائبل کی طرز پر مرتب کیا ہے اور اس سلسلے میں قدیم و جدید اثری تحقیقات سے مدد لی گئی ہے۔ سرسید احمد خاں نے بھی 1870ء میں جب "الخطبات الاحمدية في سيرة المحمدية" لکھی تو اس میں کچھ جداول اور نقشے شامل کیے۔ اس سے قبل اردو تصنیفات سرے سے قرآنی معلومات کو جداول یا نقشوں کی مدد سے پیش کرنے کے ذوق سے خالی اور عاری دکھائی دیتی ہیں۔

الدکتور شوقی ابوخلیل کی "اطلس القرآن: اماکن، اقوام، اعلام" عربی زبان میں دارالفکر المعاصر، بیروت اور دارالفکر، دمشق سے شائع ہوئی ہے۔ یہ پہلی قرآنی اطلس ہے، جسے جدید فنی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے تیار کیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے اس مقصد کے لیے قرآن مجید کی آیات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، اور ان تمام آیات کو جمع کیا، جن میں اماکن، اقوام، اعلام یا دوسری جغرافیائی معلومات کے بارے میں ذکر ملتا ہے۔ پھر ہر موضوع پر متعلقہ آیات کا انتخاب، معلومات کے جداول اور بعد ازاں ان کے فنِ جغرافیہ کی روشنی میں واضح رنگدار نقشے ترتیب دیے، جن سے قرآن مجید کے اس متعلقہ متن میں موجود مقامات، شخصیات اور اعلام کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اس اطلس میں نقشوں کی تعداد 75، جداول کی تعداد 31 اور تصاویر کی تعداد 21 ہے۔

مصنف کا دعویٰ ہے کہ گزشتہ صدیوں اور دور حاضر میں اس فنی نوعیت کا کام کہیں موجود نہیں ہے۔ ہرچند زمخشری کی "الجبال والأمكنة والمياه" اور یحییٰ بن عبداللہ معلّمی کی "الاعلام في القرآن الكريم" جیسی مفید کتابیں موجود ہیں، مگر ان کے مطالعے سے وہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی جو دکتور شوقی ابوخلیل کی اطلس کے مطالعے سے پیدا ہوتی ہے۔ البتہ انہیں بھی بعض قرآنی مقامات اور اشخاص کے بارے میں معلومات فراہم نہ ہو سکیں اور اس سلسلے میں انہیں بہت سی تحقیقی دقتیں اور علمی دشواریاں درپیش رہیں۔ ایسے مقامات و اشخاص میں سدرۃ المنتہیٰ، اصحاب الاعراف، اصحاب الیمین، کوثر، تسنیم، ابلیس، ابولہب، اسباط اور اصحاب الشمال جیسے عنوانات ہنوز تحقیق طلب ہیں۔

اہل علم اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ قرآنی مقامات و اشخاص اور اعلام کی وضاحت کے سلسلے میں ہم تورات اور بائبل

کی جغرافیائی معلومات پر آنکھیں بند کر کے یقین نہیں کر سکتے۔ہم بغیر کسی علمی تعصب کے ان کی بعض تحقیقی کوششوں اور آثار کی دریافتوں کو بنظرِ تحسین دیکھتے ہیں، مگر ان معلومات پر کلیۃً اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔خود قرآن مجید کے تفسیری سرمائے میں اسرائیلیات کی بھرمار نے قرآن فہمی کے راستے میں دیواریں حائل کر دی ہیں۔بعض آیات کی تشریح و توضیح میں مفسّرین کے ہاں اختلاف رائے پایا جاتا ہے،ایسی تمام صورتوں میں دکتور شوقی نے اپنا الگ نقطۂ نظر تشکیل دینے کی کوشش کی ہے اور اس کے لیے اپنا استدلال بخوبی واضح کیا ہے۔

اس موضوع کے شائقین کو اس حقیقت کی بھی خبر ہو گی کہ ہمارے قدیم تاریخی اور جغرافیائی ذخیرے میں جو معلومات جن ناموں اور اصطلاحات کے ساتھ درج ہیں، دورِ جدید میں بعض نام بالکل تبدیل ہو چکے ہیں۔ایک مزید دقت یہ بھی ہے کہ بعض مقامات ماضی میں تو موجود تھے مگر اب ان میں سے بہت کم ایسے ہیں کہ جن کے آثار موجود ہیں۔ماضی میں یہ مقامات اگر کسی ایک مملکت کی حدود میں واقع تھے تو اب ملکوں کی سیاسی اور تاریخی تقسیم نے ان مقامات کے ممالک کی نوعیت اور حدود کو تبدیل کر دیا ہے۔مثال کے طور پر ''بعلبک'' کو ہماری معجم البلدان کی کتابوں میں ملکِ شام کے ایک شہر کے بطور متعارف کرایا گیا ہے، مگر ان دنوں وہ ملکِ شام کے بجائے لبنان کی مملکت میں موجود ہے۔اسی طرح بعض ملکوں اور شہروں تک کے ناموں میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے، جیسے قدیم شام کو اب عربی میں سوریہ اور انگریزی میں سیریا (SYRIA) لکھا جاتا ہے۔دکتور شوقی ابو خلیل نے ایسے تمام عقدوں اور مشکلات کو جدید معلومات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے تیار کردہ رنگدار نقشوں میں بھی ان تمام تغیرات کی مناسب اور موزوں توضیحات اور متن میں ضروری تشریحات اور تعلیقات موجود ہیں۔ایسی سب درست معلومات فہم قرآن کے عمل کو آسان بنا دیتی ہیں۔

ادارۂ دارالسلام نے ''اطلس القرآن'' کے اس اہم ترین تحقیقی مأخذ کو اردو خواں دنیا کی معلومات اور رہنمائی کے لیے اردو زبان کے قالب میں ڈھالا ہے۔اس نوع کی علمی اور تحقیقی کتابوں کا ترجمہ کوئی آسان کام نہیں، بلکہ اس کے فنی تقاضے، عام دوسری کتابوں سے دو چند ہوتے ہیں۔مقامِ مسرّت ہے کہ ہمارے دوست شیخ الحدیث حافظ محمد امین حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس فنی کتاب کے اردو ترجمے میں ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔راقم نے عربی متن اور اس کے اردو ترجمے کے تقابل میں یہ محسوس کیا ہے کہ پوری کتاب میں کوئی مقام ایسا نہیں ہے جس کے اردو ترجمے میں اب کسی نوعیت کا کوئی ابہام موجود ہو۔ اس ترجمے میں مزید خوبی کا عنصر فاضل اہلِ علم محسن فارانی صاحب کی ان اضافی توضیحات و تشریحات سے پیدا ہوا ہے جن کی نوعیّت بعض مقامات پر اگر توضیح کی ہے، تو چند مقامات پر ان کی تحقیقات کا درجہ تصحیح کا مرتبہ رکھتا ہے۔یہ علمی بخل ہو گا کہ اگر ان کی اس تحقیقی مساعی کی کماحقہٗ داد نہ دی جائے۔محسن فارانی صاحب نے اس متن کے جغرافیائی تعیّنات کے سلسلے میں جن مصادر اور مراجع کی طرف توجہ دی ہے، ان میں متعدد تفاسیر، کتبِ تاریخ و رجال، جامعہ پنجاب کے دائرۃ المعارف، اطلس العربی الاسلامی اور بلدان و جغرافیہ کی متعدد کتابیں شامل ہیں۔فارانی صاحب نے ان کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے، جن کا ذکر ہم گذشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔اس تحقیقی نظر سے کم از کم پانچ مقامات کے بارے میں وہ وضاحت ملتی

ہے جسے فارانی صاحب کے حقیقی اضافات قرار دیا جا سکتا ہے۔

''اطلس القرآن'' اردو زبان کے ذخیرے میں تحقیقی مراجع اور مصادر کا استناد رکھتی ہے۔ ایسی علمی اور تحقیقی کاوشوں کے اردو ترجمے سے نہ صرف ہماری معلومات میں گرانقدر اضافہ ہوتا ہے، بلکہ خود اردو زبان کا دامن بھی نئے الفاظ و اصطلاحات کا خزینہ دار بن جاتا ہے۔ ادارۂ دارالسلام نے اس ترجمے کو اصل عربی اشاعت سے بھی بہتر بنانے کی کوشش کی ہے، جس کے باعث یہ تحقیقی کاوش اپنی علمی افادیت اور حسنِ طباعت کے باعث ایک تخلیقی شاہکار بن گئی ہے۔ راقم الحروف کے لیے یہ سعادت کیا کم ہے کہ مجھے اس کے ترجمہ و تحقیق کے بعض مراحل میں مشاورت کا اجر حاصل ہوا اور اس گرانقدر تحقیقی اور علمی سوغات کا مقدّمہ لکھنے کی عزت بھی حاصل ہوئی۔ دارالسلام کی جانب سے ''اطلس القرآن'' کا یہ تحفہ قرآن فہمی کے اردو خواں شائقین، علما اور طلبہ کے لیے لائق مبارک ہے۔ میرے نزدیک اس امر کی ضرورت ہے کہ اس درجہ مفید کتاب کے تراجم دنیا کی دوسری علمی زبانوں میں بھی کیے جائیں۔ عالمِ اسلام میں دارالسلام ہی کو یہ فنی اور تحقیقی ماحول میسّر ہے کہ وہ اس نوعیّت کے علمی کارناموں کو دوسری زبانوں میں متعارف کرا سکے۔ اللہ تعالیٰ برادرم عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ اور دارالسلام کے شعبۂ تحقیق کے اراکین کی ان کوششوں کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

العبد المذنب

پروفیسر عبدالجبار شاکر

بیت الحکمت، لاہور

14 / اکتوبر 2003ء

بمطابق 17 شعبان 1424ھ

تقدیم

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا رسول اللّٰہ وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن والاہ امابعد!

اس اٹلس جس میں قرآنِ عظیم میں مذکور مقامات اقوام اور شخصیات سے متعلق نقشہ جات ہیں کی سوچ میرے ذہن میں ۱۹۹۰ء میں پیدا ہوئی جب میں نے شبہ جزیرۂ عرب کا ایک نقشہ دیکھا جس میں ایک مقام پر ''قبر ہود'' لکھا تھا۔ علیہ السلام۔ یہ مقام علاقہ ''حضرموت'' کے ایک شہر ''تریم'' کے مشرقی جانب واقع تھا۔ میں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ جب کوئی مسلمان قرآن مجید پڑھتا ہے اور اس کے سامنے حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ آتا ہے تو کیا اس کے دل میں کبھی یہ خیال آتا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کہاں رہتے تھے یا جب وہ احقاف کا واقعہ سنتا ہے تو کیا اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہاں واقع ہے؟

اور پھر جب میں نے شہر ''باکو'' کے قریب آتش پرستوں کا ایک معبد دیکھا تو یہ سوچ اور بڑھی۔ میں نے اپنے آپ سے پھر وہی سوال کیا کہ جب کوئی مسلمان قرآن مجید میں مجوسیوں اور صابیوں کا تذکرہ پڑھتا ہے تو کیا اسے معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی کہاں رہتے تھے؟ اور صابیوں کا ٹھکانا کہاں تھا؟ اور کیا اب بھی ان میں سے کوئی باقی ہے؟

پھر یہ سوچ بڑھتی گئی حتی کہ نقطۂ کمال تک پہنچ گئی اور اس کا طریق کار واضح ہو گیا اور سب نین نقشہ سامنے آ گیا، تو میں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا منصوبہ شروع کر دیا۔ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ گذشتہ اسلامی تاریخ میں اس انداز کا کام نہیں ہوا اگرچہ مؤرخین نے اس بارے میں چند باتیں لکھی ہیں اور قرآنی مقامات کے بارے میں لغات کے انداز میں کچھ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مگر ایک تو ان میں استیعاب نہیں دوسرے ان میں نقشہ جات کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ مثلاً: علامہ زمخشری کی کتاب ''الجبال والأمکنة والمیاہ'' اور یحیٰ عبداللہ معلّمی کی ''الأعلام فی القرآن الکریم'' وغیرہ۔

میں نے قرآن مجید کو اس نقطۂ نظر کے ساتھ پورے غور وفکر سے پڑھا ہے اور ان تمام آیات کو الگ جمع کر لیا جن میں کسی بھی مقام قوم یا شخصیت کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر ان کی مختصر تشریح کے ساتھ متعلقہ نقشہ جات تیار کیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ سب کام بغیر کسی رکاوٹ اور مشکل کے سرانجام پا گئے بلکہ بعض مقامات پر سخت مشکلات پیش آئیں مثلاً: سدرۃ المنتہیٰ اصحاب الاعراف اصحاب الیمین نہر کوثر تسنیم ابلیس ابولہب اسباط اصحاب الشمال وغیرہ یہ اور اس قسم کی بعض دوسری چیزوں کا تو کوئی نام ونشان تک نہ تھا۔ میں سوچتا رہا کہ ان کے نقشوں کی کیا سبیل ہو؟

ایک اور بہت بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ قرآنی واقعات سے متعلقہ بہت سی کتابیں حتی کہ بعض تفاسیر بھی ان اسرائیلی روایات سے بھر پور ہیں جن کا انحصار تورات پر ہے تو کیا ان کو معتبر سمجھا جائے؟ اس اشکال کا فوری جواب تو یہی ہے کہ ہرگز نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ صرف انہی روایات کو تسلیم کیا جائے جو ہماری معتبر کتب میں درج ہیں کیونکہ قرآن مجید کی تفسیر کے ضمن میں تورات پر اعتماد کرنا بہت خطرناک چیز ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی روایت کسی اسلامی عقیدے کے خلاف

نہ ہوتو اس کوایک قول اور احتمال کے طور پر ذکر کر دیا گیا ہے۔ ویسے یہ بہت کم ہوا ہے۔ اگر کسی معاملے میں مفسرین کی آراء مختلف ہیں تو میں نے ان سب کا ذکر کر دیا ہے' البتہ ان میں سے مدلل رائے کو ترجیح دی ہے۔

ایک مشکل یہ تھی کہ ابتدا کہاں سے کی جائے؟ اس سلسلے میں میں نے انبیاء علیہم السلام اور نبی ﷺ کی سیرت طیبہ سے متعلقہ نقشہ جات اوران کی وضاحت پیش کرتے ہوئے زمانی ترتیب کوملحوظ رکھا ہے جس طرح قرآن مقدس میں وارد ہے۔اور پھر اٹلس کے آخر میں تفصیلی فہرست ذکر کر دی ہے جس کی مدد سے قاری اپنے مطلوب تک بآسانی پہنچ سکتا ہے۔

یادر ہے کہ یہ اٹلس قصص الانبیاء یا قرآنی واقعات کی کتاب نہیں نہ یہ تفسیر کی کتاب ہے کیونکہ قصص الانبیاء اور قرآنی واقعات سے متعلقہ کتابیں تو بہت زیادہ ملتی ہیں اور بہتر سے بہتر تفاسیر بھی موجود ہیں' بلکہ یہ کتاب قرآن مجید کا جغرافیہ ہے جسے رنگدار نقشہ جات اور ضروری تشریحات کے ساتھ پیش کر دیا گیا ہے۔ میں نے نقشہ جات کے علاوہ متعلقہ نام کے بارے میں یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ وہ نام قرآن مجید میں کتنی دفعہ آیا ہے' نیز موضوع سے متعلق چند منتخب آیات بھی ذکر کر دی ہیں تا کہ اختصار کے ساتھ مقصود واضح ہو جائے۔

اس اٹلس میں سمندروں' دریاؤں اور اہم شہروں کو آج کی موجودہ صورت میں ظاہر کیا گیا ہے تا کہ قاری ان کے حقیقی مقام کو جان سکے۔ البتہ تاریخی مقامات کو قدیم ناموں سے ظاہر کیا گیا ہے جس طرح میں نے اپنی کتاب ''اطلس التاریخ العربی الاسلامی'' میں کیا ہے۔ اسی طرح میں نے خلیج عربی کی وہ پیمائش ظاہر کی ہے جو آج سے پانچ ہزار سال پہلے تھی تا کہ قاری اس دور کی خلیج عربی کا تصور کر سکے اور پھر آج کی جغرافیائی حدود سے اس کا تقابل کر سکے۔ کہیں کہیں نقشہ جات کو دوبارہ پیش کرنے کی بجائے صرف حوالہ دیا گیا ہے کیونکہ ایک ہی نقشہ بار بار پیش کرنا مناسب نہ تھا۔ بعض مقامات پر کسی معمولی مناسبت کی وجہ سے نقشہ لگا دیا گیا ہے' اگر چہ ضروری نہ تھا' تا کہ اچھی طرح وضاحت ہو سکے اور عمومی فائدہ حاصل ہو۔ اس قرآنی اٹلس میں میں نے ایسا طریق کار اختیار کیا ہے کہ جس کے بارے میں میرا دعویٰ ہے کہ میرے علم کے مطابق اس سے پہلے ایسا کام نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے اور وہی ارادے کو عملی جامہ پہنانے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محبوب کبریاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب مبارک پر نازل ہونے والی اس الٰہی کتاب کی کسی بھی لحاظ سے خدمت اس خادم کے لیے شرف عظیم کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اتنا احسان ہی بہت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس کام کا خیال پیدا فرمایا اور اپنی عظیم الشان کتاب کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائی۔ زہے عز وشرف جس کو نصیب ہو۔ ناشکری ہوگی اگر میں اس اٹلس کی تیاری کی سلسلے میں مکتبہ دار الفکر کی خدمات کا تذکرہ نہ کروں جنہوں نے ہر قدم پر میری حوصلہ افزائی کی اور تمام ضروری سہولیات بہم پہنچائیں اور اس کام کی نگرانی کی تا کہ یہ کتاب بھی اس مکتبہ کی دوسری کتب کی طرح بہترین انداز میں شائع ہو۔

ڈاکٹر شوقی ابوخلیل

دمشق ۲۲ جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ / ۲۱ ستمبر ۲۰۰۰ء

جنوبی میسوپوٹیمیا
(مابین النہرین)
سن ۳۲۰۰ ق م
موجودہ بغداد
سبار (ابوحبّہ)
دِجلت (دریائے دجلہ)
کوثیٰ
ہندیہ
بابل
کیش
احمیر
شط العمارہ
باسما
موجودہ نجف
جنوبی میسوپوٹیمیا
نیبور (نیفر)
ارب
عمارہ
اومّا (جوہا)
لیرا
شروباک (فارہ)
لاکاش (تلو)
خلیج فارس (خلیج عربی) کی حدود ۳۲۰۰ ق م میں
شط الہندیہ
سماوہ
اوروک (اورکاء)
لارسا (سنکرہ)
اور (المقیر)
وہ مقام جہاں اب دجلہ اور فرات مل کر شط العرب بناتے ہیں
اریدو (ابوشہرین)
120
80
40
کلومیٹر
موجودہ بغداد
فرات
دجلہ
خلیج کی حدود ۳۵۰۰ ق م میں
خلیج فارس
۳۵۰۰ ق م میں خلیج کی حدود موجودہ نیفر تک وسیع تھیں
خلیج فارس (خلیج عربی) اور دجلہ وفرات کے طاس
[محکمہ آثار قدیمہ (بغداد) کے ریکارڈ میں]

مابین النہرین (میسو پوٹیمیا)

دجلہ اور فرات نامی دو دریاؤں کے درمیان واقع سرزمین زمانۂ قدیم سے میسو پوٹیمیا یا الجزیرہ یا ''مابین النہرین'' کہلاتی ہے۔ میسو پوٹیمیا یونانی نام ہے جو دو لفظوں Mesos (درمیان) اور Potomos (دریا) سے مرکب ہے' گویا میسو پوٹیمیا کے معنی ہیں ''دریاؤں کے مابین سرزمین۔'' اس سرزمین میں مختلف زمانوں میں اکاڈی' سُمیری' بابلی (کلدانی) اور اشوری تہذیبیں پروان چڑھیں۔ اشوری تہذیب جو دریائے فرات کے مشرق اور مغرب میں پھلی پھولی' اس کی نسبت ہی سے ملک شام اب السوریہ (Syria) کہلاتا ہے۔ میسو پوٹیمیا کا بیشتر علاقہ اب عراق میں شامل ہے۔ میسو پوٹیمیا کو عربی میں ''بِلادُ الرَّافِدَیْن'' بھی کہتے ہیں کیونکہ دجلہ وفرات کو رافدَین (دو دھارے) کہا جاتا ہے۔

سمیری اور اشوری دجلہ کو ''دگلت'' یا ''ادگلت'' اور فرات کو ''پوراتو'' کے نام دیتے تھے۔ اور ساڑھے پانچ ہزار سال پہلے (3200 ق م میں) یہ دونوں دریا آج کی طرح قرنہ کے مقام پر نہیں ملتے تھے جو خلیج فارس (خلیج عربی) سے تقریباً 160 کلومیٹر دور ہے بلکہ اس زمانے میں خلیج فارس ''اُور'' (ابراہیم علیہ السلام کا مسکن) تک وسیع تھی جبکہ آج کل اُور ساحل سمندر سے تقریباً 260 کلومیٹر دور ہے۔ یوں دجلہ اور فرات کا سنگم یعنی ''قرنہ'' کا مقام اس عہد میں خلیج فارس کے اندر ڈوبا ہوا تھا۔ آج کل دجلہ اور فرات کا مشترکہ دھارا ''قرنہ'' سے عراقی بندگاہ ''الفاؤ'' تک تقریباً 150 کلومیٹر طویل ہے اور اسے شط العرب کہا جاتا ہے لیکن زمانۂ قدیم میں دجلہ اور فرات الگ الگ سمندر میں گرتے تھے۔ دجلہ کا زیریں دھارا شط العمارہ کہلاتا تھا اور فرات کے زیریں دھارے کو شط الہندیہ کہتے تھے۔ اس سے بھی پہلے 3500 ق م میں خلیج کی حدود موجودہ نیفر تک وسیع تھیں۔

میسو پوٹیمیا کے بعض قدیم شہروں اور قصبوں کے قدیم اور موجودہ نام (قوسین میں) یوں ہیں:

اُور (تل المقیَّر)' اوروک (الورکاء)' لاکاش (تلو)' شروباک (فارہ)' سبار (ابوحبّہ)' نیبور (نیفر)' اُوما (جوھا)' سماوہ (السماوہ)' اریدو (ابوشھرین)' لارسا (سنکرہ)' اشور (قلعہ شرقاط)۔

دریائے فرات: یہ تاریخی دریا شمال مشرقی ترکی میں آرمینیا کے پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ قرہ صو (450 کلومیٹر) اور مراد صو (650 کلومیٹر) دو دریا الازغ کے شمال مغرب میں ملتے ہیں تو دریائے فرات بنتا ہے۔ دریائے فرات کی کل لمبائی 2780 کلومیٹر ہے جس میں سے 650 کلومیٹر شام میں اور 1200 کلومیٹر عراق میں ہے۔ کوہستانی علاقے سے نکل کر فرات الجزیرہ میں داخل ہوتا ہے اور شام میں الرّقہ اور دیرالزور کے پاس بہتا ہے۔ حاران کی طرف سے آنے والا دریا بلیخ' الرقّہ کے پاس فرات سے ملتا ہے اور بصیرہ کے مقام پر دریائے خابور کا اس سے ملاپ ہوتا ہے۔ ابوکمال سے ذرا آگے

فرات، عراق میں داخل ہوتا ہے اور پھر سینکڑوں کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے القرنہ کے مقام پر دریائے دجلہ سے آملتا ہے۔
القائم، عنة، حديثه، خان البغدادی، هِيت، رمادی، فَلُّوجه، المسيب، الهنديه، كوفه، ابو صحير، سماوه، الناصريه، اور سوق الشيوخ نامی عراقی شہر فرات کے کنارے واقع ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر اُور (تل المُقَيَّر) الناصریہ کے بالمقابل فرات سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ سدّ الہندیہ کے قریب فرات کی ایک شاخ شط الحلہ نکلتی ہے جس پر بابل کے کھنڈر اور حِلّہ، ہاشمیہ اور دیوانیہ نامی شہر آباد ہیں۔ ہاشمیہ، خلافت عباسیہ کا پہلا دارالخلافہ تھا۔ یہ شاخ سماوہ سے آگے پھر دریائے فرات سے جا ملتی ہے۔ دجلہ وفرات کے سنگم القرنہ سے آگے دریا شط العرب کہلاتا ہے جو بصرہ (عراق) اور خرم شہر اور عبادان (ایران) کے پاس سے بہتا ہوا خلیج فارس میں جا گرتا ہے۔ عراق میں دریائے فرات میدانی علاقے میں بہتا ہے۔ فرات کی شاخ شط الحلّہ پر بخت نصر کا دارالحکومت بابل اور پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس السّفاح کا تعمیر کردہ دارالحکومت ہاشمیہ واقع ہیں۔

فرات (شط الہندیہ) کے مغربی کنارے پر القادسیہ سے کچھ دور کوفہ کا مشہور شہر ہے جسے 656ء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ بنایا تھا۔ اس کے قریب ہی 657ء میں صفین کے مقام پر علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجوں کے مابین جنگ ہوئی تھی۔ کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ان کا مزار قریب ہی نجف اشرف میں واقع ہے۔ کوفہ سے 40 کلومیٹر شمال مغرب کی جانب فرات کے مغربی کنارے پر ہٹ کر کربلا کا شہر ہے جہاں 680ء میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ قادسیہ جہاں 16ھ-637ء میں مسلمانوں اور ایرانیوں کی مشہور جنگ ہوئی تھی، کوفہ سے پانچ فرسخ یعنی 24 کلومیٹر دور ہے جبکہ عذیب کوفے سے چھ سات کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ فرات کے مغربی کنارے پر، بابل کے بالمقابل، کوفہ اور نجف کے درمیان حیرہ کے کھنڈر ہیں جو لخمی عرب سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ نعمان بن منذر کی نسبت سے اسے حیرۃ النعمان بھی کہتے ہیں۔ حیرہ کے حکمران نسطوری عیسائی تھے۔

دریائے فرات پر شام میں "طبقہ" کے مقام پر اور عراق میں رمادی، حبانیہ اور ہندیہ کے مقامات پر بند باندھ کر نہریں نکالی گئی ہیں۔ فرات کا پانی جھیل حبانیہ (نزد رمادی) اور ہور الحمار (بصرہ اور سوق الشیوخ کے مابین دلدل نما جھیل) کو بھی سیراب کرتا ہے۔

دریائے دجلہ: عراق کا یہ دریا 1950 کلومیٹر طویل ہے۔ یہ الازغ کے قریب ترکی کے پہاڑوں سے نکلتا ہے جہاں اس کا منبع دریائے فرات سے محض بیس پچیس کلومیٹر دور ہے۔ یہ دیار بکر کے نزدیک سے گزر کر شام کی سرحد کو چھوتا ہوا عراقی الجزیرہ میں داخل ہوتا ہے۔ پھر موصل، تکریت، سامرّاء، بَلَد، بغداد، الکوت اور العمارہ کے پاس سے گزرتا ہوا القرنہ کے مقام پر دریائے فرات سے آملتا ہے اور آگے خلیج فارس تک دونوں کے مجموعی دھارے کا نام شط العرب ہے۔ اس میں سد الکوت سے آگے جہاز رانی ہوتی ہے۔ الکوت سے ذرا پہلے دجلہ کی ایک شاخ نکلتی ہے جو الحی، الرفاعی اور الشطرہ کے پاس سے گزر کر سوق الشیوخ سے آگے فرات میں جا ملتی ہے۔ خابور، زاب کبیر، زاب صغیر، العظیم اور دیالی اس کے معاون دریا ہیں۔ خابور

کے سوا باقی سب ایران سے بہہ کر آتے ہیں۔ دجلہ پر سامرّاءٗ کوت اور عمارہ کے قریب بند باندھے گئے ہیں۔ کئی رابطہ نہریں دجلہ کو فرات سے ملاتی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی شط الغراف کہلاتی ہے۔ دجلہ کے مشرقی کنارے پر موصل کے بالمقابل قدیم تاریخی شہر نینویٰ کے کھنڈر ملتے ہیں۔

مدائن: دیالی اور دجلہ کے سنگم سے نیچے دجلہ کے مشرقی کنارے پر اکاسرۂ فارس (ساسانیوں) کے دارالحکومت مدائن کے آثار ملتے ہیں جسے یونانی میں ''طیسفون'' کہا جاتا ہے۔ آج کل وہاں قصبہ سلمان پاک یا سلمان باک آباد ہے۔ دراصل سکندر اعظم کے ایک جانشین سلیوکس اوّل نے یہاں دجلہ کے کنارے 307ق م میں اپنا دارالحکومت ''سلوکیہ'' آباد کیا تھا۔ 140ق م میں پارتھیوں (پارسیوں یا فارسیوں) نے اس پر قبضہ کرلیا۔ پارتھیوں نے اس کے پاس اپنا دارالحکومت طیسفون آباد کیا۔ عربوں نے سلوکیہ اور طیسفون کو مجموعی طور پر مدائن کہنا شروع کیا جو کہ ساسانیوں کا بھی دارالحکومت رہا۔ یہیں 628ء میں ساسانی شہنشاہ خسرو پرویز کو نبی کریم ﷺ کا دعوتی خط ملا تھا جسے پھاڑ کر اس نے اپنی اور اپنی سلطنت کی تباہی پر مہر ثبت کردی تھی۔ 15ھ (637ء) میں مسلمانوں نے مدائن فتح کرلیا جب انہوں نے اپنے گھوڑے دجلہ میں ڈال دیے تھے اور ایرانی دیواں آمدند دیواں آمدند (دیو آگئے' دیو آگئے) کہتے ہوئے مدائن سے بھاگ نکلے تھے۔ سلمان پاک (مدائن) میں کسریٰ کے قصر سفید (طاق کسریٰ) کے آثار قابل دید ہیں۔

نینویٰ: اسے نینوہ یا نینواہ بھی کہتے ہیں (جغرافیہ خلافت مشرقی)۔ اشُوریوں نے اسے گیارہویں صدی ق م میں دارالحکومت بنایا تھا۔ شمالی عراق میں نینویٰ کے کھنڈر دجلہ کے مشرق میں ''تل قویونجیق'' کے مقام پر ملتے ہیں جو موصل کے قریب واقع ہے۔ شاہ سنحارب (704 تا681ق م) کے عہد میں اس نے بہت شہرت پائی۔ یہاں سنحارب اور اشور بنی پال کے محلات قابل دید ہیں۔ نینویٰ شمالی عراق کا ایک صوبہ بھی ہے جس کا دارالحکومت موصل ہے جو دجلہ کے مغربی کنارے پر ہے۔

اَشُور: صوبہ نینویٰ میں شرقاط کے قریب دجلہ کے مغربی کنارے پر اشُوریوں کا تاریخی شہر ہے جو نینویٰ سے پہلے ان کا دارالحکومت تھا۔ اس کی بنیاد تیسری ہزاری ق م میں پڑی تھی۔ یہاں اٹھارویں صدی ق م میں اشوری سلطنت قائم ہوئی۔ یہاں بہت بڑا اشوری معبد بھی تھا۔ 612ق م میں اشور پر بابلی غالب آئے۔ 140ق م میں پارتھیوں نے اس پر قبضہ کرکے اسے ترقی دی مگر روم وایران کی جنگوں میں اسے نقصان پہنچا حتیٰ کہ شاپور (شاہ پور) اول ساسانی نے 257ء میں اسے تباہ وبرباد کردیا۔

حضرت آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کا نام نامی قرآن مجید کی پچیس آیات میں پچیس بار آیا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	31...37
آل عمران	3	33، 59
المائدة	5	27
الاعراف	7	11، 19، 26، 27، 31، 35، 172
الاسراء	17	61، 70
الكهف	18	5
مريم	19	58
طٰهٰ	20	115، 116، 117، 120، 121
يٰسٓ	36	60

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٢﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٤﴾ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٣٦﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٧﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٨﴾

”ذرا تصور کیجیے جب آپ کے رب کریم نے فرشتوں کو بتلایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے لگا ہوں۔ وہ کہنے لگے: کیا آپ ایسی مخلوق پیدا کریں گے جو زمین میں فساد برپا کرے گی اور خون ریزی کرے گی؟ جبکہ ہم ہر قسم کی تحمید

وتقدیس وتسبیح میں مشغول رہتے ہیں‘ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔“ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام ناموں کا علم عطا فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں فرشتوں کے سامنے پیش کیں اور فرمایا: ”مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو (کہ اس مخلوق سے ہم افضل ہیں)۔“ فرشتے کہنے لگے: ”مولا! نقص سے پاک تو آپ ہی ہیں ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جو آپ نے ہم کو دیا ہے۔ بلاشبہ آپ ہی سب کچھ جاننے والے اور خوب حکمت والے ہیں۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”آدم! ان کو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔“ جب آدم (علیہ السلام) نے ان کو ان چیزوں کے نام بتادیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ میں آسمان وزمین کی تمام چھپی چیزوں کو جانتا ہوں اور تمہارے ظاہر وباطن کو بھی خوب جانتا ہوں؟“ پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر ابلیس نے انکار کردیا۔ اس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اس طرح وہ کافر ہوگیا۔ ہم نے کہا: ”آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور اس میں جہاں سے چاہو جی بھر کے کھاؤ البتہ فلاں درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ظالم بن جاؤ گے۔“ لیکن شیطان نے ان کو پھسلا دیا اور جنت سے نکلوا دیا۔ ہم نے کہا: ”اتر جاؤ‘ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ زمین میں تم ایک مقررہ وقت تک رہو گے اور فائدہ اٹھاؤ گے۔

پھر آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لیے (اور توبہ کی) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ بلاشبہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ہم نے کہا: ”تم سب یہاں سے نکل جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس ہماری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو (اس پر عمل کرنا کیونکہ) جو شخص میری ہدایت پر عمل کرے گا اسے کسی قسم کا خوف وغم نہ ہوگا۔“ (البقرۃ 2/30...38)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰ ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ إِنَّ هَٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ ٱلْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰٓ ﴿١١٧﴾ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ﴿١١٨﴾ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا۟ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ ٱلشَّيْطَٰنُ قَالَ يَٰٓـَٔادَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ ٱلْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ﴿١٢٠﴾ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْءَٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ ٱلْجَنَّةِ ۚ وَعَصَىٰٓ ءَادَمُ رَبَّهُۥ فَغَوَىٰ ﴿١٢١﴾ ثُمَّ ٱجْتَبَٰهُ رَبُّهُۥ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ﴿١٢٢﴾ قَالَ ٱهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًۢا ۖ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّى هُدًى فَمَنِ ٱتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾

”ہم اس سے پہلے آدم کو تاکیدی حکم دے چکے تھے مگر وہ بھول گئے۔ ہم نے ان میں عزم نہ پایا۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس نے انکار کردیا۔ ہم نے کہا: ”اے آدم! یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے کہیں یہ تمہیں جنت سے نکلوا نہ دے کہ تم مصیبت میں پھنس جاؤ۔ یہاں تو تجھے سہولت حاصل

ہے کہ تو اس میں نہ بھوک محسوس کرتا ہے نہ ننگا ہوتا ہے نہ تجھے پیاس لگتی ہے اور نہ دھوپ۔'' لیکن شیطان نے اسے بہکایا کہ آدم! کیا میں تجھے وہ درخت نہ بتلاؤں جس سے تو ہمیشہ رہے گا اور کبھی ختم نہ ہونے والی بادشاہت نصیب ہوگی؟'' اس طرح وہ دونوں ممنوعہ درخت کھا بیٹھے۔ نتیجتاً انہیں ایک دوسرے کی شرمگاہیں نظر آنے لگیں تو وہ لگے جنت کے پتوں سے اپنے آپ کو ڈھانپنے۔ گویا آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ راست سے بھٹک گئے (مگر ان کے توبہ کرنے پر) اللہ تعالیٰ نے انہیں (نبوت کے لیے) منتخب فرمایا اور توبہ قبول کر کے ان کو راہ راست پر لے آئے۔

فرمایا: ''تم دونوں جنت سے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے' پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو (اس پر عمل پیرا ہونا کیونکہ) جو شخص میری ہدایت پر عمل پیرا ہوگا وہ نہ راہ راست سے بھٹکے گا نہ مصیبت میں پڑے گا۔'' (طٰہٰ: 20/115...123)

تفسیر ''درِ منثور'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان ہے: ﴿اِهْبِطُوْا﴾ میں خطاب حضرت آدم و حواء علیہما السلام' ابلیس اور سانپ سے ہے۔ نیز آدم علیہ السلام مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان علاقہ ''دجنا'' میں اترے تھے۔'' بعض نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام صفا پہاڑ پر اترے تھے اور حضرت حواء مروہ پہاڑ پر۔ حضرت ابن عباس سے ایک روایت یہ بھی آتی ہے: ''انہیں ہندوستان کے علاقہ میں اتارا گیا تھا۔''

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اور حضرت حواء علیہا السلام کو جدہ کے مقام پر اتارا گیا تھا۔ وہ ان کی تلاش میں چلے تو مزدلفہ کے مقام پر حضرت حواء سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس مقام کو مزدلفہ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے' کیونکہ عربی میں اس کا معنیٰ ''قرب والی جگہ'' ہے۔ اس مقام کو ''جمع'' بھی کہتے ہیں' کیونکہ یہاں حاجی لوگ ایک رات کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کو مشعر حرام کہا گیا ہے۔

علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے' ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے (حِلیَہ میں) اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نَزَلَ آدَمُ علیہ السلام بِالْهِنْدِ) ''حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے تھے۔'' ابن عساکر نے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے: ''حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر بھیجے گئے تو انہیں ہندوستان میں اتارا گیا۔''

طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اتارا تو انہیں ہندوستان میں اتارا تھا' پھر وہ مکہ مکرمہ آگئے' پھر وہاں سے شام چلے گئے اور وہاں فوت ہوئے۔''

اس بارے میں وارد روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام زمین میں آئے تو ہندوستان کے علاقہ سیلون کے جزیرہ سراندیپ میں بوذ پہاڑ پر اترے تھے۔ ابن بطوطہ اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں:

''میں اس جزیرے میں گیا تو میرا اصل مقصد حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کی زیارت کرنا تھا۔اس جزیرے کے لوگ حضرت آدم کو''بابا''اور حضرت حواء کو''ماما'' کہتے ہیں۔''

قدم مبارک کی زیارت کا آغاز حضرت ابوعبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔بعض اہل علم کہتے ہیں کہ آپ کو ابوقبیس پہاڑ (بیت اللہ سے قریب ترین پہاڑ) پر دفن کیا گیا۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ آپ کی قبر مبارک اسی جگہ بُوذ پہاڑ پر ہے جہاں آپ اترے تھے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان تھمنے کے بعد آپ کو دوبارہ بیت المقدس کے علاقہ میں دفن کیا۔

علامہ طبری' ابن اثیر اور یعقوبی کی روایات کی بنا پر ہمارے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ توبہ کی قبولیت کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو اٹھا کر عرفات میں لائے اور افعال حج سکھائے۔پھر آپ فوت ہوئے تو آپ کو ابوقبیس پہاڑ کے دامن میں دفن کیا گیا۔علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

- الدر المنثور في التفسير بالمأثور: 55/1
- رحلة ابن بطوطة : 584' 585
- قصص الأنبياء ابن كثير: 34
- قصص الأنبياء الطبري: 38
- القاموس الإسلامي: 56/1
- مختصر تاريخ دمشق ابن عساكر: 224/4
- معجم البلدان : 163/2 ' 215/3 ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام سراندیپ میں ''رہون'' نامی پہاڑ پر اترے۔
- قصص الأنبياء (المسمى: العرائس) الثعلبي: 36
- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم: 24
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 38

آدم علیہ السلام

سراندیپ (سیلون یا سری لنکا)، مکہ مکرمہ اور جدہ
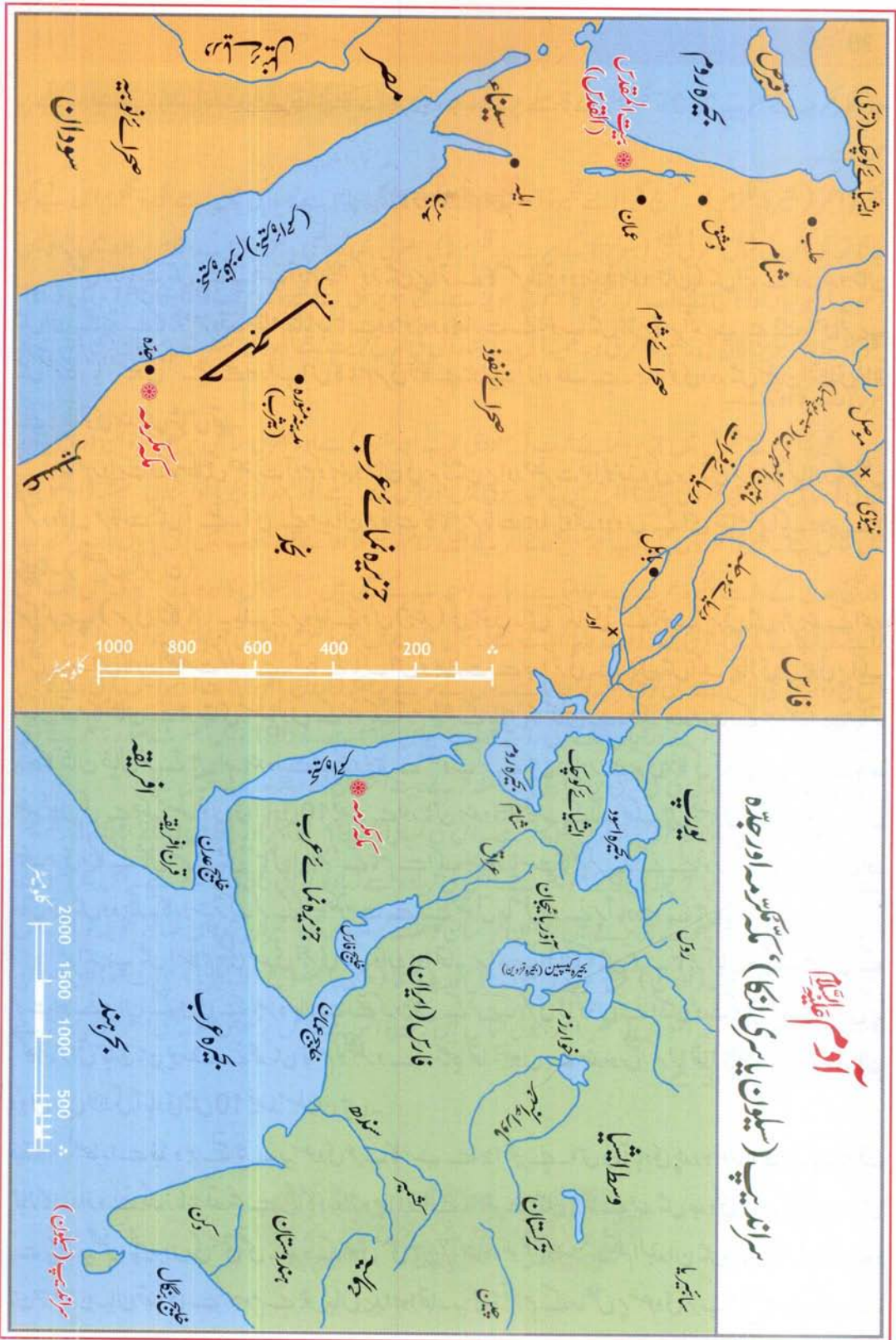
ہبوط آدم علیہ السلام

مجمل روایات میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم ملا تو وہ ہند (ہندوستان) میں اترے اور ہندوستان میں ان کے اترنے کا جو معروف مقام بتایا جاتا ہے وہ موجودہ بھارت کے جنوب میں جزیرۂ سراندیپ ہے جسے ماضی قریب میں ''لنکا'' یا ''سیلون'' کہتے تھے اور اب اس کا نام سری لنکا ہے جو ایک آزاد ملک ہے۔ برطانوی دور میں سیلون انتظامی لحاظ سے برطانوی ہند میں شامل تھا۔

عام روایت کے مطابق حضرت آدم کو ہندوستان کی سرزمین پر اور حضرت حوا کو جدّہ کی سرزمین پر اتارا گیا اور پھر چل کر دونوں عرفات میں آ ملے۔ اسی لیے میدان عرفات کا نام عرفات ہوا کیونکہ دونوں نے اسی مقام پر ایک دوسرے کو پہچانا۔ (قصص القرآن)

سراندیپ (سری لنکا): یہ ملک جزیرہ نمائے دکن (ہند) کی جنوبی راس ''کماری'' کے جنوب مشرق میں بحر ہند کے اندر واقع ہے۔ اس کا دارالحکومت کولمبو ہے۔ آبنائے پاک اس کو بھارت سے جدا کرتی ہے۔ اس میں ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک انسانی قدم کا نشان ہے جو مقامی مسلمانوں کے نزدیک آدم علیہ السلام کے پاؤں کا نشان ہے۔ جبکہ بدھ مت کے پیروکار اسے مہاتما بدھ کا نشان خیال کرتے ہیں اور ہندو اسے اپنے دیوتا سے منسوب کرتے ہیں۔ یاد رہے سری لنکا کی آبادی میں اکثریت بدھ سنہالیوں کی ہے جبکہ مسلمانوں کی آبادی 10 فیصد ہے اور تامل ہندو 25 فیصد کے لگ بھگ ہیں جنہوں نے پندرہ بیس سال تک سری لنکا کے شمال مشرق میں ''تامل ایلام'' کے نام سے ایک ہندو ریاست قائم کرنے کے لیے خونریز گوریلا جنگ لڑی اور حال ہی میں وہ جنگ کا راستہ ترک کر کے کولمبو حکومت سے اپنے حقوق حاصل کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں۔

سراندیپ میں اسلام پہلی صدی ہجری میں وارد ہوا تھا۔ سراندیپ (لنکا) میں عرب تاجر آباد ہو گئے تھے جن کے فوت ہونے پر ان کے بیوی بچے بصرہ جا رہے تھے کہ دیبل کے قریب بحری ڈاکوؤں نے انہیں لوٹ کر قید کر لیا تھا۔ اس پر گورنر عراق حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو لشکر دے کر بھیجا تھا جنہوں نے سندھ فتح کر لیا تھا (93ھ/712ء)۔ ان دنوں سری لنکا کی آبادی میں 10 فیصد مسلمان ہیں۔

جَدّہ: فصحاء اسے جُدّہ بولتے ہیں۔ یہ سعودی عرب کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اس کی آبادی پندرہ سولہ لاکھ ہے یہ نہ صرف حجاز کا دروازہ ہے بلکہ زمانۂ قدیم سے حج کا دروازہ چلا آ رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جدہ کی بنیاد رکھی گئی ورنہ اس سے پہلے یہ محض مچھیروں کی بستی تھی۔ جدہ کے لغوی معنی ہیں ''کشادہ طویل راستہ''۔ معجم البلدان میں لکھا ہے کہ جدہ شہر جدہ بن حزم بن ریان قضاعی سے موسوم ہے جو یہاں پیدا ہوا تھا۔ یہ بحیرۂ قلزم کے ساحل پر سعودی عرب کی مشہور بندرگاہ ہے۔

جدہ مکہ مکرمہ کے مغرب میں 70 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ جدہ ائیر پورٹ کا حج ٹرمینل 5 لاکھ مربع میٹر سے زیادہ رقبے پر محیط ہے۔

بحیرۂ احمر (بحیرۂ قلزم): آج کل اسے بحیرۂ احمر (Red sea) کہا جاتا ہے۔ ماضی میں اسے بحیرۂ قلزم اس لیے کہا جاتا تھا کہ اس کی شمال مغربی خلیج (سویز) کے سرے پر قلزم نامی مصری بندرگاہ تھی۔ قلزم ہی کے مقام پر بعد میں السویس (سویز) شہر آباد ہوا' اس لیے اب اس خلیج کا نام خلیج سویز ہے۔ خلیج سویز ہی سے بحیرۂ روم تک 69-1859ء میں 163 کلومیٹر لمبی نہر سویز نکالی گئی۔ بحیرۂ احمر کی وجہ تسمیہ اس کے کناروں کی سرخ ریت ہے اور اس سمندر میں مرجان بھی ملتا ہے جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔

بحیرۂ احمر کے مشرق میں جزیرہ نمائے عرب (سعودی عرب اور یمن) ہے اور مغربی ساحل پر مصر' سوڈان' اریٹریا اور جبوتی (سابق فرانسیسی صومالی لینڈ) واقع ہیں۔ عہد نبوی میں اور اس سے پہلے اور بعد اریٹریا اور جبوتی' حبشہ (ایتھوپیا) میں شامل تھے۔ بحیرۂ احمر شمال میں اب نہر سویز کے ذریعے بحیرۂ روم سے ملا ہوا ہے اور جنوب میں اس کا پانی باب المندب اور خلیج عدن کے راستے بحیرۂ عرب سے جاملتا ہے۔ باب المندب کے معنی ہیں ''آنسوؤں کا دروازہ'' کیونکہ اس تنگ آبی راستے (آبنائے) میں بحری جہاز ڈوب جایا کرتے تھے۔ شمال میں جہاں بحیرۂ قلزم دوشاخ ہوجاتا ہے وہاں دائیں طرف اس کی دوسری خلیج واقع ہے جس کو خلیج عقبہ کہا جاتا ہے۔ اس کے سرے پر عقبہ (اردن) اور ایلات (اسرائیل) کی بندرگاہیں ہیں۔ خلیج عقبہ اور بحیرۂ احمر کے درمیان تنگ آبی راستہ آبنائے تیران کہلاتا ہے۔ 1967ء میں مصر کے صدر ناصر نے اسی آبنائے تیران کی ناکہ بندی کی تھی جس پر اسرائیل نے حملہ کرکے بیت المقدس اور دیگر علاقے چھین لیے۔

بحیرۂ احمر کا رقبہ 4 لاکھ 37 ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی لمبائی 1925 کلومیٹر اور چوڑائی 200 تا 325 کلومیٹر ہے۔ باب المندب پر جاکر چوڑائی 29 کلومیٹر ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ گہرائی 2635 میٹر ہے۔ اس میں مونگے (مرجان) کے چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں: قُمران' فَرسان' دھلک' پریم (بریم)' تیران' شدوان' صنافیر' طویلہ' زبایر۔ اس کی بندرگاہوں میں عقبہ (اردن)' ینبع' جدہ (سعودیہ)' الحدیدہ' مخا (یمن)' مصوّع (اریٹریا)' پورٹ سوڈان' سواکن (سوڈان)' القصیر' الغردقہ' السُّوَیس (مصر) اور جبوتی شامل ہیں۔ بحیرۂ احمر کے ساحل پر مصری صوبہ بھی البحر الاحمر کہلاتا ہے جس کا دارالحکومت الغردقہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل اور ہابیل

ان کا قصہ سورۃ المائدہ میں یوں مذکور ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

''لوگوں کے سامنے آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں کا واقعہ صحیح بیان کیجیے۔جب ان دونوں نے اللہ کے حضور اپنی قربانی پیش کی تو ایک (ہابیل) کی قربانی قبول ہوگئی دوسرے (قابیل) کی نہیں۔وہ (غصے میں) کہنے لگا:''میں تجھے قتل کر کے رہوں گا۔'' ہابیل نے کہا:''(اس میں میرا کیا قصور ہے؟) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں ہی کی قربانی قبول فرماتا ہے۔اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔میں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ تو ہی اپنے اور میرے گناہ اٹھا کر جہنم رسید ہو جائے کیونکہ ظالموں کو ایسا بدلہ ہی ملتا ہے۔''

قابیل کو اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا تو بالآخر اس نے اسے قتل کر ڈالا' لیکن اس کام سے وہ بہت خسارے میں پڑ گیا۔پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ وہ اسے اپنے بھائی کی لاش چھپانے کا طریقہ سمجھائے۔وہ چیخا:''ہائے افسوس! میں تو اس کوے جیسا بھی نہ بن سکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو از خود دفن کر دیتا'' پھر وہ بہت نادم ہوا۔'' (المائدۃ:5/27...31)

ہمارے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ اس قصے سے متعلقہ واقعات مکہ مکرمہ ہی میں وقوع پذیر ہوئے کیونکہ حضرت آدم اور حواء علیہما السلام یہیں رہتے تھے' اسی لیے روایات میں ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو وہ یمن بھاگ گیا۔

تاریخ طبری میں ہے:''قابیل اپنے والد حضرت آدم علیہ السلام سے ڈرتا ہوا یمن بھاگ گیا۔'' شہر دمشق کے شمال میں قاسیون نامی پہاڑ میں ایک مشہور غار ہے جسے ''خونی غار'' کہا جاتا ہے۔وہاں کے عام لوگوں کا خیال ہے کہ قابیل نے اس غار کے پاس اپنے بھائی کو قتل کیا تھا۔

دمشق سے زبدانی اور بلودان کو جانے والے راستہ کے دائیں جانب علاقہ ''تکیہ'' میں دریائے بردی کی وادی کے

کنارے بلند پہاڑ پر ایک قبر ہے جس کی لمبائی تقریباً 15 میٹر ہے، بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ ہابیل کی قبر ہے۔

❀ قص الأنبياء۔ ابن كثير: 52
❀ قصص الأنبياء۔ الطبری: 74
❀ قصص الأنبياء۔ الثعلبي: 44
❀ قصص الأنبياء۔ النجار: 22

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں مندرجہ ذیل دو مقامات میں آیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾

''اس مقدس کتاب (قرآن مجید) میں ادریس کا ذکر کیجیے بلاشبہ وہ انتہائی سچے نبی تھے اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ پر فائز فرمایا تھا۔'' (مریم:19/56`57)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾

''اور اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل کا ذکر کیجیے۔ یہ سب صابر لوگ تھے۔ ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بلاشبہ یہ نیک لوگ تھے۔'' (الانبیاء:21/85`86)

حضرت ادریس علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے۔لوگ انہیں ''ھرمِس الھرا مسة'' کہتے تھے۔ یہ سریانی زبان میں ایک نام ہے۔ ہرموس کا معنی ''تجربہ کار مضبوط رائے والا'' ہے۔آپ کی پیدائش مصر کے شہر ''منفیس''، یعنی ''منف'' میں ہوئی۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ آپ بابل شہر میں پیدا ہوئے تھے، پھر ہجرت کر کے مصر پہنچے۔ جب انہوں نے دریائے نیل کو دیکھا تو فرمایا: ''بابلیون'' (بابرکت بڑا دریا)۔ کہا گیا ہے کہ ان کے دور میں 188 شہر آباد ہوئے جن میں سے چھوٹا ''رُھا'' ہے۔ آپ نے سب سے پہلے حکمت اور علم نجوم کی کھوج لگائی۔ آپ کی طرف بہت سے حکیمانہ اقوال منسوب ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

- اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ اس کی مخلوق پر احسان کرنا ہے۔
- جب تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارو تو نیت خالص رکھو۔
- روح کی زندگی حکمت سے ہے۔
- لوگوں کی خوش نصیبی پر حسد نہ کیا کرو کیونکہ یہ ایک وقتی اور عارضی فائدہ ہے۔
- جو شخص بقدر ضرورت روزی سے زیادہ حاصل کر لے اسے کوئی چیز کفایت نہیں کرتی۔

❀ قصص الأنبياء۔ ابن كثير: 63
❀ قصص الأنبياء۔ النجار: 24
❀ قصص الأنبياء۔ الثعلبي: 50
❀ اللسان:هرمس
❀ قصص الأنبياء۔ الطبري :80

ادریس علیہ السلام
بابل (میسوپوٹیمیا) سے مصر کی طرف ہجرت
آیدین
قونیہ
شمال
ایشیائے کوچک (ترکی)
مرعش
عدانہ
مرسین
روڈس
حلب
اوغاریت
حماۃ
حمص
قبرص (سائپرس)
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
شام
دمشق
القدس
عمان
الخلیل
(حبرون)
بوطو
ڈیلٹا
تانیس
بابلیون
ہیلیوپولس
ممفس (منف)
فیوم
دریائے نیل
عقبہ
ایلہ
سیناء
عرب
تل العمارنہ
مصر
بحیرۂ قلزم
(بحیرۂ احمر)
طیبہ
دیار بکر
دور شارکین
نصیبین
نینوئی
اورفہ
نہارینا
موصل
اربیل
اشور
(قلعہ شرقاط)
دریائے عظیم
ماری
بین النہرین (میسوپوٹیمیا)
دریائے فرات
صحرائے شام
دریائے دیالہ
دریائے دجلہ
اکبتانہ
(ہمدان)
جھیل اورمیہ
بحیرۂ قزوین
قزوین
سوس
فارس (ایران)
بابل
لاجاش
الورکا
لارسا
عیلام
تل العبید
اریدو
اور
800
600
400
200
کلومیٹر
عرب
خلیج فارس

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت ادریس علیہ السلام

ایک روایت کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے جدامجد ہیں اور ان کا نام اخنوخ اور لقب ادریس ہے۔ بائبل کے مطابق ان کا سلسلہ نسب یوں ہے:

اخنوخ (ادریس) بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام

ابن حبان کے مطابق ادریس علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم استعمال کیا۔ ایک گروہ کی رائے ہے کہ وہ مصر کے قریہ منف میں پیدا ہوئے۔ دوسرے گروہ کے نزدیک ادریس علیہ السلام' بابل میں پیدا ہوئے۔ سنِ شعور کو پہنچے تو اللہ نے انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا۔ قوم کے اکثر لوگ آدم وشیث کی شریعت کے مخالف رہے' البتہ ایک چھوٹی سی جماعت ضرور مشرف بہ اسلام ہوئی۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے قوم کی ضد اور مخالفت کے باعث ہجرت کا ارادہ کیا اور اپنے پیروکاروں کو بھی ہجرت کی تلقین کی تو انہوں نے کہا کہ بابل جیسا وطن ہمیں کہاں نصیب ہوگا؟ ادریس نے جواب دیا: ''اللہ کی رحمت وسیع ہے' وہ اس کا نعم البدل ضرور عطا کرے گا'' چنانچہ انہوں نے بابل' حمص اور فلسطین کے راستے مصر کی جانب ہجرت کی۔ مصر پہنچے تو حضرت ادریس علیہ السلام نے دریائے نیل کو دیکھ کر کہا: ''بابلیون'' یعنی ''بابل کی طرح شاداب مقام'' یا ''بابل (دریائے فرات) کی طرح بڑا دریا۔'' اس پر اس سرزمین کا نام ہی بابلیون پڑ گیا' تاہم عربوں نے اس کا نام مصر بتایا کیونکہ یہ علاقہ طوفان نوح کے بعد مصر بن حام کا مسکن بنا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ادریس علیہ السلام نے دوسو کے قریب شہر بسائے۔ انہوں نے اقطاع عالم کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے کے لیے ایک حاکم مقرر کیا۔ عبادت الٰہی' ایام بیض (ہر ماہ کی 13' 14' 15 تاریخ) کے روزے' جہاد' زکوٰۃ' طہارت' کتے اور سؤر سے اجتناب اور ہر نشہ آور شے سے پرہیز ان کی تعلیمات کے اہم نکات تھے۔ وہ اکناف عالم کی سیر و تبلیغ سے مصر لوٹے تو اللہ نے انہیں 82 سال کی عمر میں اپنی جانب اٹھالیا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے مقرر کردہ چار بادشاہوں میں سے اسقلیوس بہت پختہ عزم کا حکمران تھا وہ اس خطے پر حکومت کرتا تھا جو طوفان نوح کے بعد آئیونیا (یونان) کہلایا۔ دیگر تین بادشاہ ایلاوس (بمعنی رحیم)' زوس اور زوس امون تھے۔ (قصص القران از محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی)

ادریس علیہ السلام کے مقامات ہجرت

بابل: یہ میسوپوٹیمیا (عراق) کا ایک قدیم شہر ہے جو دوسری ہزاری قبل مسیح میں شہرت کو پہنچا جب یہاں حمورابی حکومت کرتا تھا۔ شاہ حمورابی نے اسے اپنی سلطنت کا دارالحکومت بنایا۔ یہ پہلا حکمران تھا جس نے باقاعدہ ایک آئین وضع کر کے ملک

میں نافذ کیا۔ لفظ ''بابل'' اکاڈی زبان کا لفظ ہے جو دو الفاظ باب (دروازہ) اور ایل (خدا) سے مرکب ہے، یعنی بابل کے معنی ہیں ''خدا کا دروازہ''۔ دریائے فرات کے بائیں کنارے پر واقع یہ شہر اپنے عہدِ عروج میں خوشحال تھا۔ اس کے معلق باغات مشہور تھے جنہیں بخت نصر نے 600 ق م کے لگ بھگ تعمیر کیا تھا۔ زمین سے بلند تر ہوتے ہوئے ان باغات کو پمپوں کے ذریعے سے پانی پہنچایا جاتا تھا۔ یہ معلق باغات قدیم دنیا کے سات عجوبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مینارۂ بابل بھی مشہور ہوا جو ایک مخروطی سیڑھی دار مینار تھا جسے عربی میں الزّکورہ (Ziggurat) کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مینارۂ بابل ایک بادشاہ نے بہشت تک جانے کے لیے تیار کیا تھا۔

بابل کی بنیاد اس وقت رکھی گئی تھی جب دوسری ہزاری ق م کے پہلے نصف میں شمال کی اکاڈی سلطنت اور جنوب کی سمیری سلطنت متحد ہوئی تھیں۔ چودھویں صدی ق م میں بابل کو اشوریوں نے فتح کرلیا۔ ساتویں صدی ق م میں کلدانی تختِ بابل پر قابض ہوئے۔ اس دوران کلدانی بادشاہ بخت نصر نے 586 ق م میں یروشلم کو تباہ کیا۔ آخر کار فارس کے شہنشاہ کوروش کبیر (سائرس اعظم) نے 539 ق م میں بابل پر قبضہ کرلیا۔ یونانی فاتح سکندرِ اعظم 323 ق م میں بابل ہی میں فوت ہوا۔ آج کل بابل کے کھنڈر حلّہ شہر کے شمال میں آٹھ دس کلومیٹر دور پائے جاتے ہیں۔

ممفس (بابلیون): مصر کا یہ قدیم شہر دریائے نیل کے بائیں کنارے پر آباد تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام جب بابل سے مصر آئے تو انہوں نے اسے بابلیون کا نام دیا تھا۔ اس کی بنیاد مصر کے پہلے شاہی خانوادے کے بادشاہ مینس نے 3100 ق م کے لگ بھگ رکھی۔ اس نے مصر کی بالائی اور زیریں سلطنتوں کو متحد کیا۔ 1550 ق م میں تھیبس نئی بادشاہت کا دارالحکومت بن گیا تو اس کے بعد بھی ممفس مصر کا اہم شہر شمار ہوتا رہا۔ سقارہ اور جیزہ کے فرعونی اہرام اور مشہور بت ابوالہول بھی اسی علاقے میں واقع ہیں۔ ممفس کے کھنڈر قاہرہ کے جنوب میں تقریباً 30 کلومیٹر کے فاصلے پر ملتے ہیں۔

حمص: یہ شام کا تاریخی شہر ہے جو دارالحکومت دمشق سے تقریباً 300 کلومیٹر شمال میں دریائے عاصی کے کنارے واقع ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام اپنے مولد بابل سے ہجرت کر کے حمص کے راستے فلسطین کے شہر الخلیل پہنچے تھے اور وہاں سے مصر کے دارالحکومت ممفس چلے گئے تھے۔ حمص کو حمص بن مہر عملیکی نے آباد کیا تھا اور اسی کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ شہر عہد فاروقی میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں فتح ہوا (14ھ)۔ یہاں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ اور بیٹے عبدالرحمٰن، عیاض بن غنم، عبیداللہ بن عمر، سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابودرداء اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں۔ (معجم البلدان)

الخلیل: اس شہر کا عبرانی نام حبرون (Hebron) یا حبری ہے اور یورپی زبانوں میں (Hebron) رائج ہے۔ الخلیل، بیت المقدس سے تقریباً 35 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ یہ اس وقت بھی آباد تھا جب چار ہزار برس پہلے ابراہیم علیہ السلام یہاں آئے تھے اور انہی کے لقب سے موسوم ہے۔ معجم البلدان میں لکھا ہے کہ ''یہاں ایک غار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قبریں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر بھی اسی غار میں

ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق ان انبیاء کی قبروں پر قبہ نما چھت بنادی۔سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام' ربقہ زوجہ اسحٰق علیہ السلام اور ایلیا زوجہ یعقوب علیہ السلام کی قبریں بھی اسی غار کے اندر ہیں۔تورات میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے عَفرُون بن صوحار الحیثی سے زمین کا ایک ٹکڑا چار سو نقرئی درہموں میں خریدا تھا اور اس میں حضرت سارہ کو دفن کیا اور پھر یہ قصبہ عفرون کے حوالے سے حبرون کہلانے لگا۔''الخلیل یا حبرون کی آبادی تقریباً ایک لاکھ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں 43 مقامات پر آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
آل عمران	3	22	الشعراء	26	116`106`105
النساء	4	163	العنكبوت	29	14
الأنعام	6	84	الأحزاب	33	7
الأعراف	7	69`59	الصّافّات	37	79`75
التوبة	9	70	صٓ	38	12
يونس	10	71	المؤمن	40	31`5
هود	11	‘42‘36‘32‘25 89‘48‘46‘45	الشّوریٰ	42	13
إبراهيم	14	9	قٓ	50	12
الإسراء	17	17`3	الذّاريات	51	46
مريم	19	58	النّجم	53	52
الأنبياء	21	86	القمر	54	9
الحج	22	42	الحديد	57	26
المؤمنون	23	23	التَّحريم	66	10
الفرقان	25	37	نوح	71	26`21`1

چند متعلقہ آیات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖٓ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ

أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ ۚ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ
عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَآتَانِي رَحْمَةً مِنْ عِنْدِهِ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۖ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَارِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَا قَوْمِ
لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۚ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ إِنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ
قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٩﴾ وَيَا قَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتُهُمْ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣٠﴾ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي
خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ
خَيْرًا ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ ۖ إِنِّي إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٣١﴾ قَالُوا يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا
فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ اللَّهُ إِنْ شَاءَ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٣٣﴾
وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ ۚ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ
تُرْجَعُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تُجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾ وَأُوحِيَ إِلَىٰ
نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ
بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ
مَلَأٌ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ
مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ ﴿٣٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا
مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۚ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٤٠﴾ وَقَالَ
ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا ۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٤١﴾ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَىٰ
نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ ﴿٤٢﴾ قَالَ سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي
مِنَ الْمَاءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ﴿٤٣﴾
وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ ۖ وَقِيلَ
بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٤﴾ وَنَادَىٰ نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ
الْحَاكِمِينَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ
إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٤٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا
تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٤٧﴾ قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِمَّنْ
مَعَكَ ۚ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٨﴾

''بلاشبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (کہ انہیں کہو:) ''میں تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ تم پر ایک دردناک عذاب آئے گا۔'' اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ''ہم تجھے اپنے جیسا ایک انسان دیکھتے ہیں اور ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ تیری پیروی کرنے والے بھی ہم میں سے نیچ لوگ ہیں سادہ عقل والے۔ پھر ہم تم میں اپنے سے بڑھ کر کوئی فضیلت بھی نہیں دیکھتے' بلکہ ہم تو تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔'' نوح (علیہ السلام) نے کہا: ''اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا کی ہو مگر وہ تمہیں نظر نہ آتی ہو تو کیا ہم اسے زبردستی تمہارے گلے میں ڈال دیں جبکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو؟ اور اے میری قوم! میں تم سے اس کام کے عوض کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے۔ اور میں (تمہارے اعتراضات کی بنا پر) ایمان لانے والوں کو بھگا نہیں سکتا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے (وہ خود ان سے حساب لے گا) بلکہ میں سمجھتا ہوں تم جاہل ہو۔ اور اے میری قوم! اگر میں انہیں بھگا دوں تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا؟ کیا تم نہیں سمجھتے؟ میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے قبضے میں اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ میں تمہیں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں اور جن کو تم حقیر سمجھتے ہو میں ان کے بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ انہیں کوئی نعمت عطا نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے خوب واقف ہے۔ اگر میں ایسا کہوں تو میرا شمار ظالموں میں ہوگا۔''

وہ کہنے لگے: ''اے نوح! تو نے ہم سے بحث کر لی اور بہت بحث کر لی' اب تو ہمارے پاس وہ عذاب لے آ جس کی تو ہمیں دھمکیاں دیتا رہتا ہے اگر تو سچا ہے۔'' نوح (علیہ السلام) نے فرمایا: ''وہ تو اللہ تعالیٰ ہی لائے گا' اگر اس کی مرضی ہوئی۔ پھر تم اللہ تعالیٰ کو روک نہیں سکو گے۔ میں جس قدر بھی تمہاری خیر خواہی کروں تمہیں فائدہ نہیں ہوگا' اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری گمراہی کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ آخر وہ تمہارا پروردگار ہے اور تمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔''

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (نبی ﷺ) نے یہ کلام خود ہی گھڑ لیا ہے؟ کہہ دیجیے ''اگر میں نے اسے خود گھڑا ہے تو میرا جرم مجھے ہی بھگتنا ہوگا' اسی طرح میں تمہارے جرائم سے بری ہوں۔''

نوح (علیہ السلام) کی طرف وحی کی گئی کہ ''تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ کوئی اور شخص ایمان نہ لائے گا' لہٰذا تو ان کے طرز عمل پر غمگین نہ ہو۔ بلکہ ہماری نگرانی اور ہدایات کے تحت ایک کشتی تیار کر اور ان ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی سفارش نہ کرنا کیونکہ ان کے غرق کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔''

نوح (علیہ السلام) کشتی بنانے لگ گئے۔ جب بھی ان کی قوم کے سردار لوگ ان کے پاس سے گزرتے' ان کا مذاق اڑاتے۔ وہ کہتے: ''اگر آج تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو (وقت آنے پر) ہم بھی اسی طرح تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ عنقریب تم جان لو گے کس کے پاس رسوا کن عذاب آتا ہے؟ اور کس پر مستقل عذاب ڈیرے ڈالے گا؟''

حتیٰ کہ جب ہمارے فیصلے کا وقت آ پہنچا اور تنور ابلنے لگا تو ہم نے کہا: ''کشتی میں ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا

لا دلو' نیز اپنے گھر والوں اور تمام ایمان لانے والوں کو بھی سوار کر لو' سوائے ان کے جن کی ہلاکت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔'' حقیقت یہ ہے کہ ان پر بہت کم لوگ ایمان لائے تھے۔ نوح (علیہ السلام) نے کہا: ''کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ یہ اللہ کے نام سے چلے گی اور اسی کے نام سے رکے گی۔ بلاشبہ میرا رب کریم بہت زیادہ معاف فرمانے والا' نہایت رحم فرمانے والا ہے۔'' کشتی ان کو پہاڑوں جیسی موجوں میں لے کر چل رہی تھی۔ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو' جو کنارے پر تھا' بلند آواز سے پکارا: ''اے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ ہو۔'' اس نے کہا: ''میں کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔'' نوح (علیہ السلام) نے فرمایا: ''آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں' بس وہی بچے گا جس پر اللہ تعالیٰ خود رحم فرمائے۔'' اتنے میں ایک موج ان کے درمیان آ گئی اور وہ پلک جھپکتے غرق ہو گیا۔ حکم دے دیا گیا اے زمین! اپنا سارا پانی نگل لے اور اے آسمان! برسنے سے رک جا' اس طرح پانی سکھا دیا گیا' کام پورا ہو چکا تھا۔ کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری اور اعلان ہو گیا کہ ظالم قوم تباہ و برباد ہو گئی ہے۔

نوح (علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا: ''رب کریم! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں شامل تھا (پھر غرق کیوں ہو گیا؟) بلاشبہ تیرا وعدہ سچا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ (جو چاہے فیصلہ کر سکتا ہے۔)''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے نوح! وہ تیرے گھرانے میں شامل نہ تھا کیونکہ اس کے کام اچھے نہ تھے' لہٰذا جو چیز تجھے معلوم نہیں اس کا مجھ سے سوال نہ کر۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں جیسا کام نہ کرنا۔''

نوح علیہ السلام نے عرض کی: ''اے میرے پروردگار! میں تجھ سے (اس بات کی معافی مانگتا ہوں اور آئندہ کے لیے بھی) پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اگر تو مجھے معاف کر کے مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں خالص خسارے میں رہوں گا۔''

حکم ہوا: ''اے نوح! میری طرف سے سلامتی اور برکت (کی خوشخبری) کے ساتھ اترو جو تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والے لوگوں کی نسلوں کو حاصل ہوگی' جبکہ دوسرے لوگوں کو ہم کچھ دیر کے لیے دنیا سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب جھیلنا پڑے گا۔'' (ہود: 11/25......48)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿١٠﴾ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿١٣﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٥﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿١٦﴾

''ان (مشرکین مکہ) سے پہلے نوح (علیہ السلام) کی قوم نے بھی ان کی تکذیب کی تھی۔ انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا

کہا' پاگل بتایا اور اسے دھمکیاں دی گئیں۔ اس نے اپنے رب تعالیٰ کو پکارا ''مولا! میں بے بس ہوں' میری مدد فرما۔'' پھر ہم نے موسلا دھار برسنے والے پانی کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین میں جگہ جگہ چشمے جاری کر دیئے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پورا کرنے کے لیے زمین و آسمان کا پانی مل گیا۔ لیکن ہم نے نوح کو تختیوں اور کیلوں سے بنی ہوئی کشتی پر چڑھا دیا جو ہماری نگرانی میں چلتی رہی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ تھا اس شخص کے لیے جس (کی نبوت) کا انکار کیا گیا تھا۔''

یقیناً ہم نے اس کشتی (کے تحفظ) کو رہتی دنیا تک کے لیے نشانی بنا دیا' کیا کوئی ہے اس سے نصیحت حاصل کرنے والا؟ پھر کیسا رہا میرا عذاب اور میری دھمکیاں؟'' (القمر:54/9...16)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾ قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ﴿٣﴾ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ ٱللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّى دَعَوْتُ قَوْمِى لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٥﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىٓ إِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ وَإِنِّى كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوٓا۟ أَصَٰبِعَهُمْ فِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَٱسْتَغْشَوْا۟ ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا۟ وَٱسْتَكْبَرُوا۟ ٱسْتِكْبَارًا ﴿٧﴾ ثُمَّ إِنِّى دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ إِنِّىٓ أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾ فَقُلْتُ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّٰتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَٰرًا ﴿١٢﴾ مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿١٤﴾ أَلَمْ تَرَوْا۟ كَيْفَ خَلَقَ ٱللَّهُ سَبْعَ سَمَٰوَٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾ وَجَعَلَ ٱلْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ ٱلشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَٱللَّهُ أَنۢبَتَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿١٨﴾ وَٱللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوا۟ مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِى وَٱتَّبَعُوا۟ مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُۥ وَوَلَدُهُۥٓ إِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوا۟ مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوا۟ لَا تَذَرُنَّ ءَالِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا۟ كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ ٱلظَّٰلِمِينَ إِلَّا ضَلَٰلًا ﴿٢٤﴾ مِّمَّا خَطِيٓـَٰٔتِهِمْ أُغْرِقُوا۟ فَأُدْخِلُوا۟ نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا۟ لَهُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ أَنصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى ٱلْأَرْضِ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا۟ عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوٓا۟ إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَّبِّ ٱغْفِرْ لِى وَلِوَٰلِدَىَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِىَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ وَلَا تَزِدِ ٱلظَّٰلِمِينَ إِلَّا تَبَارًۢا ﴿٢٨﴾

''بلاشبہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو تنبیہ کر و اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب

آ جائے۔نوح (علیہ السلام) نے کہا: ''اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف تنبیہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور تمہیں ایک مقررہ وقت تک مہلت دے گا۔ یقیناً جب اللہ کا مقررہ وقت آ جاتا ہے تو ٹلتا نہیں۔ کاش! تم یہ حقیقت جان لیتے۔'' نوح (علیہ السلام) نے کہا: ''اے رب کریم! میں نے اپنی قوم کو دن رات (دین کی) دعوت دی' مگر یہ لوگ اور زیادہ دور بھاگنے لگے۔ جب بھی میں نے ان کو تیری بخشش کی طرف بلایا' انہوں نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور کپڑے لپیٹ لیے اور اپنی جہالت پر ڈٹے رہے اور بہت بڑا تکبر کیا۔ میں نے انہیں بلند آواز سے پکار کر بھی دیکھ لیا' انہیں علانیہ تبلیغ بھی کی اور چپکے چپکے سمجھا کر بھی دیکھ لیا۔ میں نے کہا اپنے رب کریم سے معافی مانگو' وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا' تمہارے مال واولاد میں اضافہ کرے گا' تمہارے لیے باغات بنائے گا اور نہریں چلائے گا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تمہیں اللہ کی عظمت کا خوف نہیں' جبکہ اس نے تم کو مختلف حالتوں میں پیدا کیا ہے؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے ہیں۔ پھر ان میں چاند کی روشنی رکھی اور سورج کو روشن چراغ بنایا۔ پھر اس نے تمہاری نشوونما زمین سے رکھی' پھر وہ تمہیں دوبارہ مٹی میں ملائے گا اور پھر تمہیں دوبارہ مٹی ہی سے نکالے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا تاکہ تم اس کے کھلے راستوں پر چلو پھرو۔''

نوح (علیہ السلام) نے کہا: ''اے میرے پرودگار! انہوں نے میری نافرمانی کی اور ان سرداروں کے پیچھے لگے جن کے مال واولاد نے ان کے نقصان وخسارے میں اضافہ کیا ہے۔ اور انہوں نے بہت بڑا مکر کیا اور کہنے لگے: ''(ساتھیو!) کسی بھی صورت میں اپنے معبودوں خصوصاً وَدّ' سُواع' یغوث' یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔ اس طرح انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ لہٰذا ان ظالموں کی گمراہی میں اضافہ ہی کرنا۔''

بالآخر وہ اپنے گناہوں کی بنا پر غرق کر دیے گئے اور جہنم رسید ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پایا۔

نوح (علیہ السلام) نے دعا کی: ''اے میرے پروردگار! ان کافروں میں سے کسی کو روئے زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ کہ اگر تو انہیں چھوڑے گا تو یہ دوسرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور فاجر کافر اولاد ہی جنیں گے۔ رب کریم! مجھے اور میرے والدین کو معاف فرما اور ان کو بھی جو ایمان لا کر میرے گھر میں داخل ہوئے' غرض تمام صاحب ایمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے اور ان ظالموں کی تباہی اور بربادی ہی میں اضافہ فرما۔'' (نوح: 1/71...28)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ جنوبی عراق میں رہتے تھے جہاں آج کل کوفہ واقع ہے۔ اور جودی' دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر جزیرہ ابن عمر کے سامنے ایک پہاڑ ہے جہاں شامی اور ترکی حدود ملتی ہیں۔ شام کے شہر ''عین دیوار'' سے جودی پہاڑ صاف نظر آتا ہے۔ تاریخی لحاظ سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس علاقے (رافدین) کی قدیم تاریخ پر مندرجہ ذیل ادوار گزرے ہیں:

۱- پتھر کا قدیم دور: مستشرق سُوَیلی نے 1954ء میں اس دور کے کچھ آثار معلوم کیے۔

۲- پتھر کا نیا دور: (جرمو کی تہذیب) مستشرق بریڈوڈ نے 1948ء میں سلیمانیہ شہر کے مغرب میں واقع بستی جرمو میں اس دور کے ایک عظیم مرکز کا سراغ لگایا۔ اہل علم نے اس مرکز کا زمانہ 6500ق-م بتلایا ہے۔ اس وقت بستیوں کی صورت میں آبادی کی ابھی ابتدا ہی ہوئی تھی۔

پتھر کے اس نئے دور ہی میں ''تلِّ حَسُّونَہ'' کی تہذیب کا آغاز ہوا۔ یہ شہر موصل کے جنوب میں واقع تھا۔ اس تہذیب کا زمانہ 5750ق۔م کے قریب قریب ہے۔ مستشرق مالوان نے 1931ء میں موصل کے قریب نینویٰ کے مقام پر ''تلِّ حَسُّونَہ'' کی تہذیب سے ملتے جلتے آثار دیکھے۔ اس تہذیب کے دوسرے نمونے شمالی عراق کے بہت سے مقامات پر پائے گئے۔ شام کے شہر ''رأس العین'' کے قریب' جہاں سے دریائے خابور پھوٹتا ہے' ایک جرمنی عالم پارون نے پتھر کے اس نئے دور کی تہذیب سے ملتے جلتے آثار معلوم کیے۔

۳- وادیٔ رافدین میں پتھر اور پیتل کا مشترکہ دور: اس دور کی شہریت کے تین بڑے مرکز اس ترتیب سے تھے:

- علاقۂ رافدین کے جنوب میں شہر قدیم ''اُوْر'' کے قریب تل العبید: اس مرکز کا انکشاف برطانوی عجائب گھر کے وفد نے کیا جن کی قیادت ڈاکٹر ہول کر رہے تھے۔ پھر مشہور مؤرخ لیونارڈ وولی نے تفتیش جاری رکھی۔ انہیں ''اُور'' کے مقام پر مٹی کی مورتیاں ملیں جو دینی مقاصد کے لیے بنائی گئی تھیں۔
- اوروک یعنی ورکاء کے زمانہ کی تہذیب: اس کا انکشاف ایک جرمن ٹیم نے کیا۔
- جمدۂ نصر کے دور کی تہذیب: اس دور کے آثار کا انکشاف آثار قدیمہ کے ایک ماہر لنکڈن نے 1920ء میں ایک چھوٹے سے ٹیلے میں کیا جو ''کیش'' شہر کے قریب واقع ہے جسے قدیم دور میں جمدۂ نصر کہا جاتا تھا۔

تاریخی کتابوں کے مطابق اس دور کے آخر میں عظیم طوفان آیا جس نے دجلہ وفرات کے درمیانی علاقے کو لپیٹ میں لیا۔ اُور' اوروک' کیش اور شورباک کے مقامات پر مختلف جگہوں کی کھدائی سے ثابت ہوا کہ دور عبید اور ابتدائی نسلِ انسانی کے دور کے مابین ایک بہت بڑا سیلاب آیا تھا۔ اسی طرح جمدۂ نصر کے آخری دور میں بھی ایک عظیم سیلاب آیا۔ آثار قدیمہ کے ایک ماہر لیونارڈ وولی نے اُور شہر میں اڑھائی میٹر کی گہرائی میں چکنی مٹی کی موٹی موٹی تہوں کا انکشاف کیا۔ نیز اس (وولی) کو ان تہوں کے اوپر اور نیچے انسانی رہائش کے آثار بھی ملے۔ اس لیے اس نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ چکنی مٹی دجلہ اور فرات کے سیلابی پانیوں سے بنی۔

بہت ممکن ہے کہ آسمانی کتابوں میں مذکور طوفان کا واقعہ اس طوفان سے بہت پرانا ہو۔ آثار قدیمہ کے ایک ماہر کنٹو نے آثار قدیمہ کے ایک اور ماہر ڈی مارگن کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس طوفان کا تعلق چوتھے دور کے آخر میں ''بارشوں والے زمانے'' سے ہے جس میں بڑی تعداد میں لوگ ہلاک ہو گئے تھے۔ مکتبۂ ''آشور بانیبعل'' میں موجود تختیاں اس طوفان کی تصدیق کرتی ہیں۔ خبر رساں ایجنسیوں نے 13 ستمبر 2000ء بروز بدھ ایک خبر شائع کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

بحر اسود کی تہہ میں ڈوبے ہوئے کئی مکمل شہر معلوم ہوئے ہیں۔ آثار قدیمہ کی تحقیق کرنے والے ماہرین نے کہا ہے کہ ان شہروں سے اس عظیم طوفان کی تصدیق ہوتی ہے جس کا ذکر تمام آسمانی کتابوں میں ہے۔ بی بی سی لندن نے یہ خبر 14 ستمبر 2000ء بروز جمعرات اپنے پروگرام ''آج کا دن'' (یعنی آج کے دن دنیا میں کیا ہوا تھا؟) میں نشر کی' جبکہ خلائی سیاروں نے اس خبر سے متعلق تصویریں گذشتہ دن کی شام نشر کر دی تھیں۔

- الشرق الأدنى القديم' عبدالعزيز عثمان: 312
- قصص الأنبياء' ابن كثير: 65
- قصص الأنبياء الثعلبي: 55
- قصص الأنبياء الطبري: 86
- قصص الأنبياء' النجار: 30
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم: 1268
- وكالات الأنباء العالمية مساء 13/9/2000م

نوح علیہ السلام
جنوبی عراق میں قوم نوح کا علاقہ جہاں آج کوفہ آباد ہے
کوہ جودی (ترکی)
موجودہ ماردین
موجودہ نصیبین
جزیرہ ابن عمر
کوہ جودی
جھیل اورمیہ
کوہستان کردستان
دریائے زاب کبیر
موقع نینوی
موجودہ سنجار
دریائے خابور
دریائے زاب صغیر
شام
الجزیرہ
وادی ثرثار
عراق
دریائے فرات
بین النہرین (میسوپوٹیمیا)
صحرائے شام
نشیب ثرثار
دریائے عظیم
دریائے دیالی
فارس (ایران)
کوہستان زاغروس
دریائے قزل اوزون
موجودہ بغداد
جبل حمرین
دریائے سیمرہ
دریائے کرخہ
دریائے کارون
حبانیہ
دریائے دجلہ
موقع بابل
سعدیہ
سواد
موجودہ کوفہ
قوم نوح
100
200
300
کلومیٹر

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی تھے جو آج سے تقریباً سات ہزار سال پہلے مابین النہرین (عراق) میں مبعوث ہوئے۔آپ کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

نوح بن لامک بن متوشالح بن اخنوخ بن یارُد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اللہ کی نافرمان تھی۔آپ نے ساڑھے نوسو سال رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیا مگر قوم بت پرستی سے باز نہ آئی اور اس نے پیغام حق قبول کرنے سے انکار کر دیا۔تب اللہ تعالیٰ نے اس سرکش قوم کو طوفانِ بادوباراں اور سیلاب میں غرق کر کے تباہ وبرباد کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور تقریباً 40 مومنوں کی مختصر جماعت ہی ان کی تیار کردہ کشتی میں بچ سکی جن سے آگے نسل انسانی کا سلسلہ چلا۔(قصص القرآن از سیوہاروی)

طوفان نوح علیہ السلام کی وسعت: طوفان نوح کسی خاص خطۂ زمین پر آیا تھا یا تمام کرہ ارض پر؟ اس سلسلے میں دو آراء ہیں:

علمائے اسلام کی ایک جماعت' علمائے یہود ونصاریٰ اور ماہرین طبقات الارض وطبیعیات کی رائے میں یہ طوفان صرف اس خطہ تک محدود تھا جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم آباد تھی اور یہ علاقہ مساحت کے اعتبار سے ایک لاکھ چالیس ہزار مربع کلومیٹر بنتا ہے۔اس کی ایک دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ ابھی حضرت آدم کی اولاد کا سلسلہ اس سے زیادہ وسیع نہ ہوا تھا جو کہ اس علاقے میں آباد تھی' لہٰذا انہی پر طوفان کا عذاب بھیجا گیا۔اور بعض علماء اور ماہرین کے نزدیک یہ طوفان تمام کرۂ ارض پر حاوی تھا۔ اس کی ایک دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ ''جزیرہ'' (عراق عرب) کے علاوہ بلند پہاڑوں پر بھی آبی حیوانات کے ڈھانچے پائے گئے ہیں۔

کرۂ ارض کے دور دراز کے علاقوں اور جزائر مثلاً جزیرۂ نیوگنی اور جزائر انڈیمان کی اقوام میں رائج داستانوں میں بھی ایک سیلاب عظیم کا ذکر ملتا ہے۔تحریک مجاہدین ہند کے مولانا محمد جعفر شاہ تھانیسری جو کالاپانی (انڈیمان) میں قید رہے وہ اپنی داستان اسیری میں لکھتے ہیں کہ مقامی باشندوں کی قدیم کہانیوں میں طوفانِ نوح جیسے سیلاب کا ذکر آتا ہے لیکن اس کے بارے میں علماء کا کہنا ہے کہ ان دور دراز علاقوں میں بسنے والی اقوام بھی حضرت نوح اور ان کے ساتھی مومنین کی اولاد میں سے ہیں' چنانچہ جب ان کی نسل دور دور تک پھیلی تو ان کے ساتھ ایک طوفان عظیم کا تذکرہ بھی ان علاقوں تک پہنچا' لہٰذا راجح بات یہ ہے کہ طوفان نوح کا عذاب دجلہ وفرات کی وادی ہی میں نازل ہوا تھا۔

سید ابو نصر احمد حسین بھوپالی ''تاریخ الادب الہندی'' میں لکھتے ہیں کہ ہندومت کی کتابوں میں بھی ایک بہت بڑے سیلاب کا ذکر ہے' اس میں حضرت نوح کو ''مانو'' یعنی ''خدا کا بیٹا'' یا ''نسل انسانی کا جدِّ اعلیٰ'' کہا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ اس سرزمین سے وابستہ تھی جو دجلہ وفرات کے درمیان (مابین النہرین یا میسوپوٹیمیا) ہے۔ یہ دونوں دریا آرمینیا اور ترکی کے پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور جدا جدا بہہ کر زیریں عراق میں القرنہ کے پاس آملتے ہیں اور پھر خلیج فارس میں جاگرتے ہیں۔ آرمینیا کے پہاڑ شمال مشرقی ترکی اور آرمینیا کی سرحد پر پھیلے ہوئے ہیں اور وہیں ارارات کا پہاڑی سلسلہ ہے جس کی ایک چوٹی جودی پر کشتیٔ نوح اتری تھی۔ آٹھویں صدی عیسوی تک اس جگہ ایک معبد اور ہیکل موجود تھا جسے "کشتی کا معبد" کہا جاتا تھا۔ (قصص القرآن حصہ اول از مولانا سیوہاروی)

قوم نوح کے مقامات اور کوہ جودی

کوفہ: قوم نوح دریائے فرات کے مغرب میں جس مقام پر آباد تھی وہ موجودہ کوفہ کے آس پاس کا علاقہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں 17ھ میں یہاں کوفہ کا شہر آباد کیا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح مدائن کے بعد فرات کے پار ایک فوجی شہر آباد کرنا چاہا اور اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو امیر المومنین نے لکھ بھیجا کہ "عربوں کو وہ شہر راس آتے ہیں جہاں ان کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں چر سکیں، لہٰذا انہیں دریا (فرات) کے پار آباد کرنے کی بجائے اس طرف اونچی جگہ پر آباد کرو۔" چنانچہ ابن بُقیلہ کی نشاندہی پر فرات کے دائیں کنارے موجودہ کوفہ کی جگہ شہر بسانے کے لیے چنی گئی جسے اس وقت سُورستان کہا جاتا تھا۔ ریت کے گول ٹیلوں (کوفان) کے باعث اس کا نام کوفہ رکھا گیا۔ کوفہ کے آس پاس بادشاہ حیرہ نعمان بن منذر کے محلات، حیرہ، نجف، خورنق، سدیر اور غریّان آباد تھے۔ (معجم البلدان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد (35 تا 40ھ) میں کوفہ اسلامی خلافت کا دارالحکومت رہا۔ کوفہ کی جامع مسجد میں علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا جس میں زخمی ہو کر آپ نے شہادت پائی اور ایک روایت کے مطابق کوفہ سے دس پندرہ کلومیٹر جنوب میں نجف میں دفن ہوئے جبکہ معجم البلدان میں حمص میں مشہد علی کا ذکر کیا گیا ہے جس میں ایک ستون کے اندر مبینہ طور پر ان کی ایک انگلی رکھی ہوئی ہے، انہیں کسی نے خواب میں دیکھا تھا۔ اسی طرح حلب میں بھی ایک مشہد علی بتایا جاتا ہے۔

نینویٰ: یہ قدیم شہر دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر موجودہ شہر موصل کے بالمقابل واقع تھا۔ ایک روایت کے مطابق قوم نوح یہاں آباد تھی۔ حضرت یونس بن متیٰ علیہ السلام بھی شہر نینویٰ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ اشوری سلطنت کا قدیم ترین شہر تھا اور اس کا دارالحکومت رہا حتیٰ کہ 612ق م میں بابل اور ماد (فارس) کی متحدہ افواج نے اسے تباہ کر دیا۔ فرانسیسی ماہرین نے 1820ء میں دریائے دجلہ سے کچھ فاصلے پر اس کے کھنڈر دریافت کیے۔ یاقوت حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ کوفہ کے مضافات میں بھی ایک قصبہ نینویٰ کہلاتا ہے۔

جودی: قرآن کریم کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہ جودی پر اتری تھی۔ بائبل میں اسے کوہ ارارات کہا گیا ہے جس کی بلندی 16946 فٹ (5165 میٹر ہے)۔ کہا جاتا ہے کہ اس برف پوش چوٹی پر نوح علیہ السلام کی کشتی آج بھی موجود ہے۔ ماہرین کی جدید تحقیق یہ ہے کہ کوہ ارارات (یا جودی) مشرقی ترکی میں اس مقام پر ہے جہاں ترکی، آرمینیا اور ایران کی

سرحدیں ملتی ہیں۔ ترکی میں کوہ ارارات کو بیوق آغری داغ کہا جاتا ہے۔ معجم البلدان میں لکھا ہے کہ کوہ جودی دریائے دجلہ پر واقع شہر جزیرہ ابن عمر کے سامنے واقع ہے اور جودی کی چوٹی شام کے شہر ''عین دیوار'' سے صاف نظر آتی ہے۔ (دلچسپ بات یہ ہے کہ علامہ اقبال نے شاعری کے جوش میں بانگ درا کی نظم ''ہمالہ'' میں کشتی نوح کے اترنے کا مقام کوہ ہمالیہ میں بتایا...... ''نوح نبی کا آ کر ٹھہرا جہاں سفینہ''...... حالانکہ یہ بے اصل بات ہے)۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن جلد دوم حاشیہ نمبر 47 میں لکھتے ہیں: ''جو روایات کردستان اور آرمینیا میں قدیم ترین زمانے سے نسل در نسل چلی آ رہی ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی علاقے میں کسی مقام پر ٹھہری تھی۔ موصل کے شمال میں جزیرۂ ابن عمر کے آس پاس، آرمینیا کی سرحد پر کوہ اراراط کے نواح میں نوح علیہ السلام کے مختلف آثار کی نشان دہی اب بھی کی جاتی ہے اور شہر نخچیوان کے باشندوں میں آج تک مشہور ہے کہ اس شہر کی بنا حضرت نوح نے ڈالی تھی۔'' یاد رہے نخچیوان، آذربائیجان کا علاقہ ہے جو آرمینیا، ترکی اور ایران کے درمیان واقع ہے۔

جزیرۂ ابن عمر: ترکی کا یہ شہر دریائے دجلہ کے دائیں کنارے پر شام کے سرحدی شہر عین دیوار کے بالمقابل واقع ہے۔ اسے حسن بن عمر بن خطاب تغلبی (250ھ) نے آباد کیا تھا۔ اس کے تین طرف ہلال کی شکل میں دجلہ بہتا ہے اور چوتھی جانب خندق کھود کر اس میں پانی چھوڑ دیا گیا تھا، یوں شہر جزیرہ کی شکل میں آباد تھا۔ ترکی زبان میں اسے جزرے (Cizre) لکھا جاتا ہے۔

وادیٔ دجلہ (رَافدَین) کے قدیم مقامات

جرمو: یہاں عراق کی ایک قدیم تہذیب 6500ق م کے لگ بھگ پروان چڑھی۔ اس کے آثار عراقی کردستان کے شہر سلیمانیہ کے مغرب میں ملتے ہیں۔ کرکوک شمال مشرقی عراق میں تیل کے کنوؤں کا مرکز ہے جبکہ سلیمانیہ، کرکوک سے ایک سو کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔

تل حَسُّونہ: اس کے آثار موصل کے جنوب میں کچھ فاصلے پر واقع ہیں اور ان کا تعلق 5750ق م سے ہے۔

تل حَلَف: شام کے قصبہ تل حلف میں اس کے آثار ملتے ہیں۔ راس العین اس جگہ واقع ہے جہاں دریائے خابور دریائے دجلہ سے ملتا ہے۔ یاد رہے ''تل'' کے معنی ٹیلے کے ہیں۔

تل العبید: اس کے آثار قدیم تاریخی شہر اُور کے پاس جنوبی عراق میں پائے جاتے ہیں۔ یہ دریائے فرات کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔

اوروک (الورکاء): سواد (جنوبی عراق) میں اوروک کے آثار دریائے فرات کے بائیں طرف ملتے ہیں جو دجلہ سے 70 کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ بعض کہتے ہیں حضرت ابراہیم الورکاء میں پیدا ہوئے تھے۔

جمدہ نَصّر : بابل کے مشرق میں تقریباً 125 کلومیٹر کے فاصلے پر شہر کیش واقع ہے۔کیش کے قریب تل صغیر میں تاریخی آثار ملتے ہیں جنہیں جمدہ نصّر کہا جاتا ہے۔

اَشُّور (قلعہ شرقاط): یہ موصل اور تکریت کے وسط میں دریائے دجلہ کے دائیں کنارے پر آباد تھا۔

نینویٰ: یہ موصل کے بالمقابل دجلہ کے بائیں کنارے پر تھا۔اس کے کھنڈر موصل کے مشرق میں کچھ فاصلے پر ملتے ہیں۔ نینویٰ کے آثار تل قویونجیق کہلاتے ہیں۔اَشُّوریوں نے اَشُّور کے بعد نینویٰ کو دارالحکومت بنایا تھا۔

اُور: بائبل کے مطابق ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش اُور تھا۔اس کے آثار دریائے فرات کے جنوب میں الناصریہ شہر کے بالمقابل واقع ہیں۔ان دنوں اسے **تَلُّ المقَیّر** کہتے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات پر سات دفعہ آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأعراف	7	65	الشعراء	26	124
هود	11	89`60`58`53`50			

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىْ فَطَرَنِىْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِىْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّىْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِىْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّىْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَ يَسْتَخْلِفُ رَبِّىْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾ وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ عَادٌ ۙ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

''اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بلاشبہ تم اللہ پر بہتان باندھ رہے ہو۔ اے میری قوم! میں تم سے تبلیغ کی کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اس ذات کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ کیا تم نہیں سمجھتے؟ اے میری قوم! اپنے رب سے

معافی مانگو۔ اس کے سامنے توبہ کرو۔ وہ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری قوت میں اضافہ کرے گا۔ تم جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔"

وہ کہنے لگے: "اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے تو اپنے معبودوں کو چھوڑنے سے رہے اور نہ ہم تجھ پر ایمان لائیں گے' بلکہ ہمارا تو خیال یہ ہے کہ ہمارے کسی معبود نے تجھے کوئی بیماری لگائی ہے۔"

ہود (علیہ السلام) نے فرمایا: "میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان تمام سے بیزار و لاتعلق ہوں جن کو تم نے (عبادت میں) اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے۔ تم سب مل کر میرے خلاف منصوبہ بنالو پھر مجھے بالکل مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ جو بھی چیز حرکت کر رہی ہے' اللہ تعالیٰ کو اس پر قبضہ وقدرت ہے۔ بلاشبہ میرا پروردگار سیدھے راستے پر ہے۔ (سیدھا راستہ اختیار کر کے ہی اس تک پہنچا جاسکتا ہے۔) اگر تم روگردانی کرو تو تمہاری مرضی' میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا جو مجھے دے کر بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو تمہارا جانشین بنادے گا' پھر تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ بلاشبہ میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔"

جب ہمارا فیصلہ آ پہنچا' ہم نے ہود اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے نجات دی اور ان کو سخت عذاب سے محفوظ رکھا۔ یہ تھی قوم عاد جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا' اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش ضدی کے حکم کی پیروی کی۔ اس دنیا میں بھی ان پر لعنت مسلط کر دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ خبردار! عاد نے اپنے رب کا انکار کیا۔ خبردار! ہود کی قوم' عاد ہمیشہ کے لیے دور دفع ہو گئے۔" (ھود:11/50...60)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً
تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَ عَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ
الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۗ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾
وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾

"قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان کے بھائی ہود نے ان سے کہا: "کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ میں تمہاری طرف امانتدار پیغمبر ہوں' لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو۔ نیز میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ میرا ثواب تو اللہ رب العالمین کے پاس ہے۔ کیا تم ہر ہر ٹیلے پر بے فائدہ عمارتیں بناتے ہو؟ اور ایسے مضبوط محل تعمیر

کرتے ہو گویا کہ تم نے ہمیشہ رہنا ہے۔ اور جب تم کسی (غریب اور کمزور) پر ہاتھ ڈالتے ہو تو جبار بن کر ڈالتے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور میرے پیچھے لگ جاؤ۔ اس ہستی سے ڈرو جس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو تم جانتے ہو۔ اس نے تمہیں جانور دیے، بیٹے دیے، باغیچے دیے اور چشمے دیے۔ مجھے تم پر کسی عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔''

وہ کہنے لگے: ''نصیحت کر یا نہ کر ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پہلے لوگوں کے ساتھ یہی کچھ ہوتا آیا ہے۔ ہمیں عذاب نہیں دیا جا سکے گا۔''

چنانچہ انہوں نے ہود کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ بلاشبہ اس واقعہ میں بہت بڑی نشانی ہے۔ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ بلاشبہ تیرا رب ہی غالب نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (الشعراء: 123/26 ...... 140)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضرت ہود علیہ السلام عربی بولنے والے پہلے شخص ہیں۔'' قوم عاد کی رہائش احقاف کے علاقے میں تھی جو حضرموت کے شمال میں واقع ہے۔

احقاف کے شمال میں خالی ریگستان ہے جسے ربع خالی کہا جاتا ہے۔ مشرق میں عمان ہے۔ یہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے جن کے نام یہ ہیں: وَدّ، سُواع، یَغُوث، یعُوق، نَسْر۔ (شبہ جزیرۂ عرب کے نقشہ میں ان بتوں کے مقامات ملاحظہ کیجیے۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ انہوں نے ایک اور بت بھی بنا رکھا تھا جس کا نام ''ھَتّار'' تھا۔ یاد رہے کہ یہ عاد جو ہلاک ہوئے انہیں عاد اولیٰ کہا جاتا ہے۔ باقی رہے دوسرے عاد جو بعد میں ہوئے، وہ یمن کے رہنے والے تھے اور ان کا تعلق قحطان اور سبأ وغیرہ سے تھا۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ثمود کو عاد ثانی کہا جاتا ہے۔

حضرموت والے کہتے ہیں کہ عاد اولیٰ کی ہلاکت کے بعد حضرت ہود علیہ السلام حضرموت کے علاقے میں رہنے لگے تھے حتیٰ کہ وہیں فوت ہوئے اور انہیں مشرقی علاقے میں وادیٔ برہوت کے قریب شہر تریم سے 32 میل کے فاصلے پر دفن کیا گیا۔ فلسطین کے علاقے میں بھی ایک قبر حضرت ہود علیہ السلام کی قبر کے نام سے مشہور ہے مگر اس کی نسبت حضرت ہود علیہ السلام کی طرف صحیح نہیں۔

❀ قصص الأنبياء، ابن كثير: 93
❀ قصص الأنبياء، الثعلبي: 62
❀ قصص الأنبياء، الطبري: 118
❀ قصص الأنبياء، النجار: 49
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم: 739
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم: 1294

ہود علیہ السلام
اور
عاد اُولیٰ کی بستیاں
روم
بحیرہ
بحیرہ مردار
فرات
اُبلّہ
زاہدان
کاظمہ
بوشہر
شیراز
فارس (ایران)
ایلہ
سیناء
صحرائے نفود
مصر
مدین
خلیج فارس
دارین
الاحساء
دبا
صحار
خلیج عُمان
جزیرہ نمائے عرب
مسقط
مغربی صحرا
مدینہ منورہ
(یثرب)
حجاز
نجد
عُمان
مصیرہ
دریائے نیل
جدہ
مکہ مکرمہ
صحرائے نوبیہ
ربع الخالی
ظفار
عسیر
جزائر خوریا موریا
سودان
احقاف
قبر ہود
تریم
حضرموت
صنعاء
مکلا
مصوع
حدیدہ
مخا
عصب
عدن
خلیج عدن
سقوطرہ
حبشہ
قرن افریقہ
بحر ہند
200
400
600
800
1000
کلومیٹر

اضافی توضیحات وتشریحات

ہود علیہ السلام اور قوم عاد کا مسکن احقاف

قوم عاد کو قرآن مجید میں ﴿مِنۢ بَعۡدِ قَوۡمِ نُوحٍ﴾ یعنی قومِ نوح کے خلفاء میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام عاد کی سب سے معزز شاخ خلود کے ایک فرد تھے۔ عاد کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ یوں عاد بنو سام میں سے تھے۔

قوم ہود یا عاد، عرب کا ایک قدیم قبیلہ تھا۔ یہ امم سامیہ (سامی اقوام) کے صاحب قوت واقتدار افراد تھے۔ تاریخ عرب کی قدیم اقوام کو عرب عاربہ (خالص عرب) یا عرب بائدہ (مٹ جانے والے عرب) کہتی ہے اور ان کے مختلف گروہوں کو عاد، ثمود، طسم اور جدیس کے نام دیتی ہے۔ مستشرقین یورپ انہیں امم سامیہ کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو عاد اولیٰ کہا گیا ہے۔ عاد کا زمانہ تقریباً ساڑھے چھ ہزار قبل مسیح جانا جاتا ہے۔

احقاف: عادِ اولیٰ کا مسکن احقاف تھا جو جزیرۂ نمائے عرب کے جنوب میں ربع الخالی اور حضر موت کے درمیان واقع ہے۔ اس کے مشرق میں عمان، مغرب میں یمن، شمال میں ربع الخالی اور جنوب میں حضر موت ہے۔ بعض مؤرخین کے مطابق عاد اولیٰ، عرب کے بہترین حصے حضر موت اور یمن سے لے کر خلیج فارس اور عراق تک آباد ہو گئے تھے۔ ان کے معبودان باطل بھی قوم نوح کی طرح ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق ان کے ایک بت کا نام صمود اور ایک کا نام ہتار بھی تھا۔

احقاف حقف کی جمع ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں ریت کے لمبے لمبے اونچے ٹیلے۔ جو عمان سے یمن تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہیں سے نکل کر عاد گرد و پیش کے ممالک میں پھیلے اور کمزور قوموں پر چھا گئے۔ بحیرۂ عرب کے ساحل پر واقع یمن کے موجودہ شہر مکلا سے تقریباً 200 کلومیٹر شمال کی جانب حضر موت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ہود کا مزار بنا رکھا ہے اور وہ قبر ہود کے نام ہی سے مشہور ہے۔ یہ قبر اگرچہ تاریخی طور پر ثابت نہیں، تاہم مقامی روایات اسی علاقے کو قوم عاد کا علاقہ قرار دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ حضر موت میں کئی کھنڈر ایسے ہیں جن کو مقامی باشندے آج تک دارِ عاد کے نام سے جانتے ہیں۔

ہزاروں برس پہلے احقاف میں شاندار تمدن رکھنے والی قوم آباد تھی اور یہ علاقہ سرسبز وشاداب تھا مگر آج ایک لق ودق ریگستان ہے جس کے اندرونی حصوں میں جانے کی کوئی ہمت نہیں رکھتا۔ 1843ء میں بویریا (جرمنی) کا ایک فوجی آدمی اس کے جنوبی کنارے پر پہنچ گیا تھا۔ اس کے بقول حضر موت کی شمالی سطح مرتفع پر سے کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو یہ صحرا ایک ہزار فٹ نشیب میں نظر آتا ہے۔ اس میں جگہ جگہ ایسے سفید ریتلے قطعے ہیں جن میں کوئی چیز گر جائے تو وہ ریت میں غرق

ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں کی ریت بالکل باریک سفوف کی طرح ہے۔ اس جرمن نے ایک شاقول اس ریت میں پھینکا تو وہ 25 منٹ کے اندر اس میں غرق ہو گیا حتیٰ کہ اس رسّی کا سرا گل گیا جس کے ساتھ وہ بندھا ہوا تھا۔ (''قصص القرآن'' حصہ اول از مولانا سیوہاروی)

شبام اور تریم: یمن کی بندرگاہ عدن سے تقریباً 500 کلومیٹر شمال مشرق میں مکلا کی بندرگاہ ہے۔ مکلا سے 65 کلومیٹر مشرق میں الشّحر کی بندرگاہ ہے۔ مکلا اور الشحر سے 200 کلومیٹر شمال میں وادی حضرموت ہے۔ اس وادی کے کنارے البحر الصافی، شبام اور تریم کے قصبے ہیں۔ شبام اہل شبوہ نے حضرموت آ کر آباد کیا تھا۔ شبام کے مشرق میں تقریباً 40 کلومیٹر دور تریم واقع ہے جس کے پاس حضرت ہود کی قبر بتائی جاتی ہے۔ یہی احقاف کا علاقہ تھا۔ یہیں سے وادی المسیلہ نامی ندی نکلتی ہے جو جنوب مشرق کا چکر کاٹ کر مصینعہ کے قریب بحیرۂ عرب میں جا گرتی ہے۔ مصینعہ کی قدیم بستی بھی ان دنوں کھنڈروں کی شکل میں موجود ہے۔ احقاف کے مشرق میں مہرہ کا علاقہ ہے جو عُمان کی سرحد اور بحیرۂ عرب تک پھیلا ہوا ہے۔ آج یہاں وادی المُسَیلہ کے سوا کوئی اور ندی یا دریا نہیں۔ کہیں کہیں برساتی نالے ضرور موجود ہیں۔ حضرموت کے شمال میں کثیر نامی سطح مرتفع ہے۔

عاد کی تباہی: اللہ کی باغی قوم عاد تند و تیز منحوس آندھی کے عذاب سے تباہ ہو گئی۔ یہ عذاب سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل آیا جس نے اس سرکش قوم کو مکمل طور پر ہلاک کر کے رکھ دیا۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مخلص پیروانِ اسلام عذابِ الٰہی سے محفوظ رہے۔ اہل حضرموت کا دعویٰ ہے کہ قوم عاد کی ہلاکت کے بعد حضرت ہود علیہ السلام حضرموت کے شہروں میں ہجرت کر آئے تھے۔ وہیں ان کی وفات ہوئی اور حضرموت کے مشرقی حصے میں وادی برہوت کے قریب شہر تریم سے تقریباً دو مرحلے پر دفن ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک اثر منقول ہے کہ ہود علیہ السلام کی قبر حضرموت میں کثیب احمر (سرخ ٹیلے) پر ہے اور ان کے سرہانے جھاؤ کا درخت ہے جبکہ اہل فلسطین کا دعویٰ ہے کہ وہ فلسطین میں دفن ہیں، چنانچہ حضرموت اور فلسطین دونوں مقامات پر ہود علیہ السلام کی مبیّنہ قبروں پر عرس ہوتا ہے۔ قبر ہود سے متعلّق حضرموت والی روایت درست اور معقول معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کی قوم کی تباہی اور ہلاکت کے بعد حضرت ہود علیہ السلام نے قریب ہی حضرموت کی آبادیوں میں قیام فرمایا ہوگا۔ (قصص القرآن جلد اول)

عاد اِرَم: اس سے مراد وہی قدیم قوم ہے جسے عاد اولیٰ کہا جاتا ہے۔ سورۂ فجر آیت 7 میں اسے عادِ اِرَم اور سورۂ نجم آیت 50 میں عادِ اولیٰ کا نام دیا گیا ہے۔ اسے عاد اِرم اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ سامی نسل کی اس شاخ سے تعلق رکھتے تھے جو اِرَم بن سام بن نوح علیہ السلام سے چلی تھی۔ انہی عاد ارم کی ایک ضمنی شاخ ثمود ہیں اور دوسرے آرامی ہیں جو ابتداء میں شام کے شمالی علاقوں میں آباد تھے اور جن کی زبان آرامی سامی زبانوں میں بڑا اہم مقام رکھتی ہے۔ سورۂ فجر میں عاد ارم کا وصف ذات العماد (ستونوں والے) بتایا گیا ہے کیونکہ وہ اونچے اونچے ستونوں پر بلند عمارتیں بناتے تھے۔

سید حامد عبدالرحمٰن الکاف اپنے ایک مضمون ''ارض الاحقاف کا سفر اور مشاہدات'' میں لکھتے ہیں:

''تریم'' کے شہر سے باہر نکلنے پر ہمیں وہ منظر دکھائی دیا جو ہم ایک زمانے سے وادیٔ احقاف کے تصور میں دیکھتے آئے تھے۔ یعنی اونچے اونچے تہ بہ تہ پہاڑوں کے ایک دامن سے لے کر دوسرے دامن تک ریت کے اونچے اونچے اور اونچے نیچے بالکل سمندری موجوں کی طرح تودے اور ان کے درمیان تارکول کی سڑک اور کہیں کہیں خودرو کھجور کے جھنڈ ایک آدھ اونٹ اور کہیں کہیں دو چار کچے مکانات۔

وادیٔ احقاف اپنے وسیع تر معنوں میں وادی برہوت' قبر ہود علیہ السلام (جو ربع الخالی میں کم از کم پچاس ساٹھ کلومیٹر اندر واقع ہے) سے شروع ہو کر مغرب میں وادی عمد' وادی ایمن اور وادی یسر اور وادی عین کے آخر تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی لمبائی کا اندازہ کچھ اس طرح لگایا جا سکتا ہے۔

قبر ہود علیہ السلام سے تریم 100 کلومیٹر تریم سے سیئون 35 کلومیٹر سیئون سے انتہائے وادیٔ عمد 150 کلومیٹر۔ وادی یسر کے خاتمہ تک مزید 50 کلومیٹر۔ اس طرح کوئی 335 کلومیٹر بنتے ہیں۔ اس سے وہ علاقے خارج ہیں جو قبر ہود علیہ السلام سے شمال مشرق اور مشرق میں واقع ہیں اور وادی برہوت اور مہرہ کے شمالی علاقوں سے شروع ہو کر عمانی سرحد تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ہود علیہ السلام کی دعوت کا مرکز شمالی مہرہ کے ریت کے تودوں میں دبے ہوئے شہر ''ارم ذات العماد'' اور اس کے قرب و جوار کے علاقے تھے۔

پندرہ منٹ کی ڈرائیو پر ایک گاؤں ہے جسے ''عسینیات'' کا نام دیا جاتا ہے۔ ''عسینیات'' سے کچھ آگے بڑھے تو داہنے ہاتھ پر ایک اور شہر آیا جہاں اچھی خاصی آبادی ہے۔ اس کے بعد ایک پولیس چوکی ہے جس کو السوم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس سڑک کو سیئون (تریم) السوم نبی اللہ ہود علیہ السلام کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ سڑک ابھی قبر ہود سے پہلے کوئی 20 کلومیٹر دور تک پہنچی ہے مگر منصوبہ یہ ہے کہ اس کو ربع الخالی میں یمنی علاقے ''ثمود'' تک پہنچایا جائے۔ یہ ثمود وہ ثمود نہیں ہے جو قوم صالح کا علاقہ تھا اور جو جزیرہ عرب کے شمال مغرب میں واقع ہے۔

وادیٔ برہوت کا ریتلا میدان شمالی مہرہ سے ہوتا ہوا عمان سے جا ملتا ہے۔ ریت کے اس وسیع و عریض سمندر میں کہیں قوم عاد کا وہ شہر دبا پڑا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اونچے اونچے ستونوں والا ایک ایسا شہر جس جیسا اور ملکوں میں پیدا نہیں کیا گیا۔'' (الفجر: 7'8)

قبر ہود (علیہ السلام) کی طرف چلیں تو جھاڑیوں والا علاقہ شروع ہو جاتا ہے اور وہاں زمین سے جھرنے اس زور اور کثرت سے نکلتے ہیں کہ وہ ایک ندی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جو قبر ہود (علیہ السلام) کے دامن سے ہوتی ہوئی ربع الخالی میں کہیں غائب ہو جاتی ہے۔ مقامی حضرات کے بقول یہ چھوٹا سا دریا ہزاروں برس سے یوں ہی بہ رہا ہے۔

جب عاد کی تباہی کا حکم صادر ہوا اور سیدنا ہود (علیہ السلام) اور آپ پر ایمان لانے والوں سے کہا گیا کہ وہ عذاب زدہ علاقہ چھوڑ دیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو وادیٔ برہوت سے متصل مغرب میں واقع وادی میں پناہ لینی پڑی۔ اللہ نے اپنے ان نیک اور مومن بندوں کے لیے ریت کے ان تودوں میں پانی کا اس طرح انتظام فرما دیا: ''اور جب ہمارا حکم صادر ہوا تو ہم

نے ہود اور ان لوگوں کو جو ایمان لا کر اس کے ساتھ ہو گئے تھے' اپنی رحمت سے نجات دی اور ہم نے ان کو سخت عذاب سے نجات دی۔'' (ہود:58) تب ہی تو یہ پاک نفوس یہاں رہ سکے' یہاں تک کہ حضرت ہود (علیہ السلام) کی وفات کا وقت آ گیا اور آپ کو انہوں نے اس پہاڑی پر دفن کیا جو ان جھرنوں سے جیپ پر کوئی پندرہ بیس منٹ کے فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام اور ثمود کا علاقہ

حضرت صالح علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں نو دفعہ آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأعراف	7	77`75`73	الشعراء	26	142
هود	11	89`66`62`61	النمل	27	45

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٧٥﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ ﴿٧٩﴾

''ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے عظیم الشان نشانی ہے۔ اسے کھلا چھوڑ دو' اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرلے۔ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب گھیر لے گا۔ یہ بات ذہن نشین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عاد کی ہلاکت کے بعد جانشین بنایا ہے اور تمہیں اس علاقے میں آباد کیا ہے۔ تم میدانی علاقے میں بڑے بڑے محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش

کر گھر بنا لیتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد رکھو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔''

اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے ایمان لانے والے کمزور لوگوں سے کہا: ''کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح اپنے رب کا پیغمبر ہے؟'' انہوں نے کہا: ''ہم تو ان کے لائے ہوئے پیغام پر بھی بھرپور یقین رکھتے ہیں۔'' متکبرین کہنے لگے: ''جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم واضح طور پر اس کا انکار کرتے ہیں۔'' پھر انہوں نے (اسی پر بس نہیں کی بلکہ) اللہ کی اونٹنی کو زخمی کر دیا اور اپنے رب کے حکم سے علانیہ سرکشی کی اور کہنے لگے: ''اے صالح! اگر تو واقعی پیغمبر ہے تو وہ عذاب لے آ جس سے تو ہمیں ڈرا رہا ہے۔''

بالآخر ایک زبردست زلزلے نے ان کو آ لیا اور وہ اپنے گھروں ہی میں ڈھیر ہو گئے۔ (حضرت) صالح ان سے ایک طرف ہو کر (افسوس سے) کہنے لگے: ''اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تم سے خیر خواہی کی تھی، لیکن تم اپنے خیر خواہوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔'' (الاعراف: 7/73......79)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾ وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿٦٦﴾ وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٦٧﴾ كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۗ أَلَا إِنَّ ثَمُودَ كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّثَمُودَ ﴿٦٨﴾

''ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور تمہیں زمین میں آباد کیا، لہٰذا اس سے معافی مانگو، پھر (آئندہ کے لیے) اس کے سامنے توبہ کرو۔ بلاشبہ میرا پروردگار بہت قریب ہے اور فریاد رس ہے۔''

وہ کہنے لگے: ''صالح! ہم کو تو تم سے بہت امیدیں تھیں، لیکن تعجب کی بات ہے کہ تو ہمیں ان بتوں کی پوجا کرنے سے روکتا ہے جن کی عبادت ہمارے آباء و اجداد بھی کیا کرتے تھے۔ بلاشبہ ہمیں تیری دعوت میں واضح شک ہے۔''

''صالح علیہ السلام فرمانے لگے: ''اے میری قوم! ذرا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کریم کی طرف سے واضح دلیل رکھتا ہوں اور

اس نے مجھے اپنی عظیم رحمت سے سرفراز فرمایا ہے پھر بھی میں اسکی نافرمانی کروں تو اللہ کے عذاب سے بچاؤ میں کون میری مدد کرے گا؟ اس طرح تو تم مجھے زبردست خسارے میں مبتلا کر دو گے۔ اور اے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے واضح نشانی ہے۔ اسے کھلا چھوڑ دو' اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرلے۔ اسے کوئی نقصان نہ پہنچانا ورنہ تمہیں فوری عذاب آلے گا۔''

لیکن انہوں نے اسے زخمی کر دیا تو حضرت صالح (علیہ السلام) نے فرمایا: ''تین دن تک اپنے گھروں میں مزے لوٹ لو۔ یہ وعدہ جھوٹا نہیں۔'' پھر جب ہمارے فیصلے کا وقت آن پہنچا' ہم نے صالح اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے ساتھ اس دن کی رسوائی و ذلت سے محفوظ رکھا۔ بلاشبہ تیرا رب ہی قوت اور غلبے والا ہے۔ آخر کار ان ظالموں کو ایک زبردست چیخ نے اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ اپنے گھروں ہی میں ڈھیر ہو گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کبھی یہاں آباد ہی نہیں ہوئے۔ خبردار! قوم ثمود نے اپنے رب کریم کا انکار کیا۔ خبردار! ثمود بھی دفع ہو گئے۔'' (ہود: 68...61/11)

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٥﴾ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿١٤٦﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿١٥٧﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾

''ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا جب ان سے ان کے بھائی (ہم نسب) صالح نے کہا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ بلاشبہ میں تمہاری طرف امانتدار پیغمبر ہوں' اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس تبلیغ کے سلسلے میں تم سے کسی اجرت کا طلبگار نہیں۔ میرا ثواب تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔ کیا تم یہاں ہمیشہ کے لیے امن وامان کے ساتھ رہو گے؟ ان باغیچوں اور چشموں میں' ان کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ (یعنی رس بھرے ہیں) تم بلاضرورت تکلف کرتے ہوئے پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے پیچھے لگو۔ ان ظالموں کی بات نہ مانو جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔'' وہ کہنے لگے: ''تو تو جادو کے زیر اثر (ایسی باتیں کرتا) ہے ورنہ تو ہم جیسا ایک انسان ہے۔ اگر تو واقعتاً سچا ہے تو کوئی معجزہ دکھا۔'' صالح (علیہ السلام) نے فرمایا: ''یہ ایک اونٹنی ہے جو اپنی باری پر پانی پیے گی اور تمہیں بھی ایک معین

دن ہی پانی لینا ہوگا۔ اسے برے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک عظیم دن کا عذاب گھیر لے گا۔''

لیکن انہوں نے اس کو زخمی کر دیا۔ پھر وہ جلد ہی نادم ہو گئے۔ بالآخر ان کو عذاب نے آلیا۔ اس واقعہ میں بہت بڑی نشانی ہے، مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ بلاشبہ تیرا رب ہی غالب نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (الشعراء:141/26...159)

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا رہائشی علاقہ حجاز اور شام کے درمیان حجر کا علاقہ ہے جسے مدائن صالح بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ خلیج عقبہ کے مشرق میں واقع شہر مدین کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ قوم ثمود کے مکانات اس علاقے میں پہاڑوں میں کھدے ہوئے صاف نظر آتے ہیں۔

ثمود بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر اور واعظ بنا کر بھیجا۔ ان کا معجزہ وہ اونٹنی تھی جو ان کے سامنے پتھر سے نکلی تھی۔ جب انہوں نے اسے قتل کر دیا تو انہیں ایک کڑک دار آواز کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے بچ گئے، جو قوم کی ہلاکت کے بعد فلسطین کے علاقے رملہ میں چلے گئے۔ یہ قوی ترین قول ہے کیونکہ ان کے قریب زرخیز علاقہ یہی تھا۔ عرب لوگ اپنے جانوروں کو چرانے کی خاطر گھاس اور پانی کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔

لیکن حضر موت کے لوگ کہتے ہیں کہ وہ حضر موت جا کر رہنے لگے کیونکہ وہ اصلاً اس علاقے سے تعلق رکھتے تھے یا وہ احقاف والوں کی نسل سے تھے۔ وہاں ایک قبر بھی ہے جسے وہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قوم کی ہلاکت کے بعد بھی وہ اپنے علاقے ہی میں رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ چلے گئے تھے اور پھر وہیں رہے حتی کہ فوت ہوئے اور ان کی قبریں کعبہ کے مغربی جانب ہیں۔

❀ قصص الأنبياء، ابن كثير: 106
❀ قصص الأنبياء، النجار: 58
❀ قصص الأنبياء، الثعلبي: 68
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 410
❀ قصص الأنبياء، الطبري: 126
❀ المعجم المفهرس لمعاني القران العظيم : 657

صالح علیہ السلام اور قوم ثمود
قلزم (سویز)
خلیج سویز
جزیرہ نمائے سیناء
(مصر)
مصر
معان
اردن
ایلہ
حمیدہ
مدین
البدع
مقنا
خلیج عقبہ
خریبہ
تریم
مویلح
ضبا
الوجہ
بحیرہ قلزم (بحیرہ احمر)
مدین
تبوک
صحرائے نفود
قلیبہ
تیماء
دار الحمراء
دیار ثمود
مدائن صالح (حجر)
العلاء (وادی القریٰ)
عرب
بحیرۂ روم
شام
فارس
خلیج فارس
جزیرہ نمائے عرب
مصر
دریائے نیل
بحیرۂ قلزم
سودان
نیل ازرق
نیل ابیض
حبشہ
قرن افریقہ
بحیرۂ عرب
بحر ہند
400
300
200
100
0

صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کی بستی

قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام جس قوم میں پیدا ہوئے وہ ثمود کہلاتی ہے۔ ان کا نسب نامہ یوں ہے: صالح بن عبید بن آسف بن ماشخ بن عبید بن حادر بن ثمود (بقول امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ) اور ثمود کا سلسلۂ نسب حضرت نوح تک اس طرح ہے: ثمود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام (روح المعانی)

گویا قوم ثمود سامی اقوام کی ایک شاخ تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو عاد اولیٰ کی ہلاکت کے وقت حضرت ہود کے ساتھ بچ گئے تھے اور یہی نسل عاد اخریٰ یا عاد ثانیہ کہلائی۔ بلاشبہ یہ قوم بھی عرب بائدہ میں سے تھی اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت سے تقریباً 2 ہزار سال پہلے ہلاک ہو چکی تھی۔ ارم بن سام کی نسل سے ہونے کے باعث انہیں ثمود ارم بھی کہتے ہیں۔ ثمود بھی اپنے پیشروؤں عاد کی طرح بت پرست تھے۔

ثمود کے مساکن: قوم ثمود کی آبادیاں الحجر میں تھیں۔ حجاز اور اردن کے درمیان وادی القریٰ (العلاء) تک جو میدان ہے یہ ثمود کا مقام سکونت ہے جو شمال مشرق میں تیماء سے لے کر سعودی ساحلی شہر الوجہ تک چلا گیا ہے۔ اس کے وسط میں الدار الاحمر اور مدائن صالح (الحجر) کے مقامات ہیں جبکہ جنوب میں العلاء واقع ہے۔ آج کل دیار ثمود فج الناقہ کے نام سے مشہور ہیں جہاں ثمود کی بستیوں کے کھنڈر اور آثار ملتے ہیں۔ ثمود کی آبادیوں کے قریب بعض قبروں پر آرامی زبان میں کتبے لگے ہوئے ہیں۔ یہ دراصل ان لوگوں کی قبریں ہیں جو قوم ثمود کی ہلاکت کے ہزاروں برس بعد اتفاقاً یہاں آ کر بس گئے تھے۔ بقول جورجی زیدان "ان کتبوں کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بستیاں ولادت مسیح سے کچھ پہلے نبطیوں کے زیر اقتدار آ گئی تھیں اور یہ لوگ دراصل "بطرا" یا "پٹرا" (اردن) کے باشندے تھے' چنانچہ انہوں نے اہل بطرا کی طرح ہی حجری مساکن تعمیر کیے۔ ان میں اہم ترین وہ کھنڈر ہیں جو قصر بنت' قبر باشا' قلعہ اور برج کے ناموں سے موسوم ہیں۔" ایک کتبے پر نبطی حروف میں ان کے معبودوں ذوالشریٰ' ہبل' لات اور منوۃ کے نام آئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ مقبرے کو وھب اللاۃ بن عبادہ نے بنایا تھا۔ (العرب قبل الاسلام بحوالہ قصص القرآن)

مدائن صالح: اس کا قدیم نام الحجر ہے جو قرآن مجید اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں آج سے 6 ہزار سال پہلے قوم ثمود آباد تھی۔ یہ خیبر سے تقریباً 115 میل شمال مغرب میں واقع ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کی روداد سفر (سفر نامہ ارض القرآن) میں لکھا ہے: "العلاء سے مدائن صالح تقریباً 30 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے' بلند اور پھٹے ہوئے پہاڑوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہوتی گئی۔ بعض پہاڑوں کی شکل مندروں اور قلعوں کی سی تھی۔ انہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ شاید ثمود نے ان پر اپنے محلات' قلعے اور مندر بنائے ہوں جو زلزلے (صاعقہ) کی وجہ سے پھٹ گئے ہوں۔"

اور پروفیسر عبدالرحمٰن عبد ''حرم مدینہ'' میں لکھتے ہیں: ''العلاء جتنا سرسبز وشاداب ہے' مدائن اتنا ہی بے آب وگیاہ ہے۔ العلاء سے گزرنے والے قدیم کاروانی راستے کے پہلو میں بلند پہاڑ عجیب شکلوں میں ہیں۔ دراصل سخت زلزلے نے اس سارے علاقے کے پہاڑوں کو دامن سے چوٹی تک جھنجھوڑ کر قاش قاش کر دیا ہے۔ رابغ سے عقبہ تک اور مدینہ وخیبر سے تیماء اور تبوک تک کا سارا علاقہ ثمود کے ان آثار سے بھرا ہوا ہے۔ جنوب میں خیبر تک اور شمال میں اردن کے اندر 50 کلومیٹر تک قاش قاش پہاڑ پائے جاتے ہیں۔ گویا عہد قدیم میں یہاں جو زبردست زلزلہ آیا تھا اس نے تقریباً 500 کلومیٹر لمبے اور تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر چوڑے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ الحجر کے باشندے چٹانیں کاٹ کاٹ کر ان میں گھر بنانے کے غالباً موجد تھے۔ ان کے سینکڑوں برس بعد نبطیوں نے دوسری اور پہلی صدی ق م میں بطرا (اردن) کا عالیشان دارالحکومت بنایا تھا۔

مدائن صالح کی سنگی عمارتوں کی پیشانیوں پر نبطی خط اور آرامی زبان میں کتبے درج ہیں۔ ایک عمارت قصر البنت (شہزادی کا محل) کے نام سے معروف ہے۔ ایک کا نام بیت الشیخ اور دوسرے کا نام بیت الخریمات ہے۔ ان میں کسی دروازے کی دہلیز نہیں۔ ایک وسیع عمارت محل مجلس یعنی ثمود کا اسمبلی ہال تھا۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ قوم ثمود اپنے رہائشی مکانات اور محلات میدان میں بناتی تھی جیسا کہ سورۃ الفجر کی آیت 9 میں ہے: ''اور ثمود کے ساتھ کیا کیا جنھوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں۔'' یہاں وادی سے مراد وادی القریٰ ہے۔ (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر جلد 2)

العلاء (وادی القریٰ) بحیرۂ قلزم کے ساحلی شہر الوجہ سے تقریباً 150 کلومیٹر مشرق میں ہے۔ اب ایک جدید سڑک العلاء کو خیبر سے ملاتی ہے۔ العلاء سے خیبر کا فاصلہ بھی 150 کلومیٹر کے قریب ہے جبکہ مدینہ منورہ خیبر سے 150 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ خیبر مدینہ منورہ سے تیماء اور تبوک کو جانے والی سڑک پر واقع ہے۔

مدائن صالح' العلاء سے 40 کلومیٹر شمال مشرق میں ہے اور العلاء سے تیماء کا فاصلہ تقریباً 110 کلومیٹر ہے۔

ثمود کی تباہی: جب قوم ثمود حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلانے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہ آئی تو ایک خوفناک زلزلے کے عذاب نے اس قوم کو نیست ونابود کر کے رکھ دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ثمود کی ہلاکت کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھی مومنین فلسطین میں جا آباد ہوئے جہاں رملہ اور اس کے مضافات ان کا نیا وطن بنے (خازن) دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حضرموت (احقاف) چلے آئے جہاں سے ان کے آباؤ اجداد الحجر گئے تھے' چنانچہ حضرموت میں ایک قبر کے متعلق مشہور ہے کہ یہ صالح علیہ السلام کی قبر ہے۔ (قصص القرآن)

ایک اور قول یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھی مکہ معظمہ چلے آئے تھے اور وہیں حضرت صالح علیہ السلام نے انتقال فرمایا اور ان کی قبر کعبہ سے غربی جانب حرم ہی میں ہے۔ علامہ آلوسی اسی کو راجح سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ جو مومنین عذاب سے محفوظ رہے ان کی تعداد تقریباً 120 تھی۔

اللہ کی باغی قوم ثمود کے مطالبے پر جب اونٹنی کی نشانی یعنی معجزہ سامنے آیا تو بدبختوں نے اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ تب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں تین دن بعد نہ ٹلنے والا عذاب آنے کی وعید سنائی۔ پہلے روز ان سب کے چہرے خوف سے زرد پڑ گئے، دوسرے دن سرخ ہوئے اور تیسرے روز ان پر سیاہی چھا گئی جو خوف ودہشت کی انتہا یعنی موت کی علامت تھی۔ (روح المعانی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

آپ کو "انبیاء کا باپ" اور "خلیل اللہ" کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسم گرامی قرآنِ مجید کی پچیس سورتوں میں 69 دفعہ آیا ہے۔ تفصیل یہ ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	124، 125 (دو دفعہ) 126، 127، 130، 132، 133، 135، 136، 140، 258 (تین دفعہ) 260	الشعراء	26	69
آل عمران	3	33، 65، 67، 68، 84، 95، 97	العنكبوت	29	16، 31
النّساء	4	54، 125 (دو دفعہ)، 163	الأحزاب	33	7
الأنعام	6	74، 75، 83، 161	الصّافّات	37	83، 104، 109
التّوبة	9	70، 114 (دو دفعہ)	صٓ	38	45
هود	11	69، 74، 75، 76	الشُّورىٰ	42	13
يوسف	12	6، 38	الزُّخرف	43	26
إبراهيم	14	53	الذّاريات	51	24
الحجر	15	51	النَّجم	53	37
النّحل	16	120، 123	الحديد	57	26
مريم	19	41، 46، 58	الممتحنة	60	4 (دو دفعہ)
الأنبياء	21	51، 60، 62، 69	الأعلىٰ	87	19
الحج	22	26، 43، 78			

چند متعلقہ آیات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ

اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۴﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰي ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓي اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓي اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰي رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَاۗءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾

''بلاشبہ ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے ہدایت سے نواز رکھا تھا اور ہم اسے خوب جانتے تھے۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا: ''ان بتوں اور مجسموں میں کیا خوبی ہے جو تم ان کے سامنے جھکتے ہو؟'' وہ کہنے لگے: ''ہم نے اپنے آباء واجداد کو ان کی پوجا کرتے پایا ہے۔'' ابراہیم کہنے لگے: ''کوئی شک نہیں کہ تم اور تمہارے آباء واجداد واضح طور پر گمراہی میں مبتلا ہیں۔'' وہ کہنے لگے: ''کیا تو سچ کہتا ہے یا صرف ہنسی مذاق کر رہا ہے؟'' وہ کہنے لگے: ''حقیقت تو یہ ہے کہ تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور میں اس بات پر تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں۔ اور اللہ کی قسم! میں تمہارے جانے کے بعد تمہارے بتوں سے ضرور دو دو ہاتھ کروں گا۔'' پھر اس نے بتوں کو پاش پاش کر دیا البتہ بڑے بت کو چھوڑ دیا تا کہ وہ اس سے آ کر پوچھیں۔ وہ (آئے تو) کہنے لگے: ''ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ یقیناً وہ بہت بڑا ظالم ہے۔'' پھر خود ہی کہنے لگے: ''ہم نے ایک نوجوان کو بتوں کا تذکرہ کرتے سنا تھا۔ اس کا نام ابراہیم ہے۔ اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تا کہ لوگ دیکھ لیں (کہ ہم کیا کرتے ہیں۔)'' انہوں نے پوچھا: ''اے ابراہیم! ہمارے بتوں کے ساتھ یہ سلوک تو نے کیا ہے؟'' ابراہیم کہنے لگے: ''اس بڑے بت نے کیا ہوگا لہٰذا انہیں سے پوچھ لو اگر یہ بتا سکتے ہیں۔'' وہ سر جھکا کر سوچنے لگے اور آپس میں کہنے لگے: ''حقیقت تو یہی ہے کہ تم ہی ظالم ہو۔'' پھر شرمندہ ہو کر کہنے لگے: ''تجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ یہ بولتے نہیں۔'' ابراہیم کہنے لگے: ''تو کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی پوجا کرتے ہو جو تمہیں کچھ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان؟ افسوس تم پر اور تمہارے معبودوں پر! کیا تمہیں ذرہ بھر بھی عقل نہیں؟'' مگر وہ (ڈھٹائی سے) کہنے لگے: ''اس کو آگ میں جلا دو

اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کر سکتے ہو۔‘‘
ادھر ہم نے فرمایا: ’’اے آگ! ابراہیم کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔‘‘ انہوں نے تو اپنے طور پر ابراہیم کے خلاف بڑا منصوبہ بنایا تھا مگر ہم نے ان کو مکمل طور پر ناکام کر دیا۔ پھر ہم نے ابراہیم اور لوط کو ان سے بچا کر اس علاقے میں بھیج دیا جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے لیے برکات رکھی ہیں۔ وہاں ہم نے اس کو نہ صرف (بیٹا) اسحق بلکہ پوتا یعقوب بھی عطا فرمایا اور ان سب کو نیک اور صالح بنایا۔‘‘ (الانبیاء: 51/21...72)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَ كَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ ؕ وَ لَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ كَيْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَ تِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيْنٰهَاۤ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

’’جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آزر سے کہا: ’’کیا آپ بے جان مورتیوں کو معبود بناتے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اور آپ کی قوم واضح گمراہی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم اس طرح ابراہیم کو آسمان و زمین کے حقائق دکھاتے رہتے تھے تاکہ وہ یقین رکھنے والوں میں شامل ہو جائے۔ (اور ایسا ہی ایک واقعہ اس وقت ہوا) جب رات چھا گئی تو اس نے ایک ستارہ دیکھ کر کہا: ’’یہ میرا رب ہو سکتا ہے۔ لیکن جب وہ ڈوب گیا تو کہنے لگے: ’’میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کر سکتا۔‘‘ پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا تو کہنے لگے: ’’یہ میرا رب ہو سکتا ہے۔ لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے: ’’اگر میرے پروردگار نے میری رہنمائی نہ فرمائی تو میں سیدھے راستے تک نہ پہنچ سکوں گا۔‘‘ پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا: ’’یہ میرا رب ہے‘ کہ یہ ان سے بڑا ہے۔ لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے: ’’اے میری قوم! میں ان تمام چیزوں سے بری ہوں جن کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے۔ میں تو ان سب کو چھوڑ کر اپنا چہرہ سیدھا کرتا ہوں اس ذات کی طرف جس نے تمام آسمان و زمین پیدا فرمائے اور میں مشرک نہیں۔‘‘

اس کی قوم نے اس سے بہت جھگڑا کیا تو ابرہیم نے کہا: ”کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کررہے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سیدھی راہ دکھادی ہے۔ اور مجھے ان چیزوں سے کوئی ڈر نہیں جنہیں تم نے شریک بنا رکھا ہے' الا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے۔ میرے پروردگار کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ میں تمہارے شریکوں سے کیسے ڈر سکتا ہوں جبکہ تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک بنا رکھا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی؟ اگر تمہیں کچھ بھی علم ہے تو بتاؤ ہم دونوں میں سے کون سا فریق مطمئن اور بے خوف ہونے کا حقدار ہے؟ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہیں کیا' انہی کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔“
یہ حجت اور دلیل ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے خلاف سمجھائی تھی۔ ہم جسے چاہتے ہیں بلند درجات عطا کرتے ہیں۔ بلاشبہ تیرا پروردگار بہت حکمت و دانش اور سب کچھ جاننے والا ہے۔“ (الانعام:6/74...83)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

”ان کے سامنے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا واقعہ بیان کیجیے۔ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا: ”تم کس کی پوجا کرتے ہو؟“ انہوں نے کہا: ”ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔“ ابراہیم نے کہا: ”کیا یہ تمہاری بات سنتے ہیں جب تم انہیں بلاتے ہو؟ یا کیا یہ تمہیں نفع نقصان دیتے ہیں؟“ وہ کہنے لگے: ”کچھ بھی نہیں بس ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔“ ابراہیم کہنے لگے: ”پھر سن لو کہ جن کی تم یا تمہارے آباء واجداد پوجا کرتے رہے ہیں یہ سب میرے دشمن ہیں سوائے اس ذات کے جو تمام دنیا جہاں کا پالنہار ہے' جس نے مجھے پیدا کیا اور میری رہنمائی کرتا رہتا ہے' جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوجاتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے' جو مجھے موت دے گا پھر زندگی دے گا' اور جس سے مجھے توقع ہے کہ قیامت کے دن میرے گناہ معاف کرے گا۔“

''اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما اور نیک لوگوں سے ملا۔ اور بعد میں آنے والوں میں میرا ذکر خیر برقرار رکھ۔ مجھے نعمتوں والی جنت کا وارث بنا۔ میرے باپ کو بخش دے' بلاشبہ وہ گمراہ تھا۔ جس دن لوگ قبروں سے اٹھیں گے مجھے رسوا نہ کرنا جس دن مال اور بیٹے کچھ فائدہ نہ دیں گے مگر اس شخص کو جو اللہ تعالیٰ کے پاس قلب سلیم لے کر جائے گا۔'' (الشعراء:26/69...89)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

''تصور کیجیے جب ابراہیم (علیہ السلام) نے دعا کی: ''اے میرے پروردگار! اس شہر (مکہ) کو امن کا گہوارہ بنانا۔ مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے محفوظ رکھنا۔ اے میرے پروردگار! بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے' لہٰذا جو شخص میری پیروی کرے گا تو یقیناً وہ مجھ سے تعلق رکھے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا (وہ تیرے سپرد ہوگا اور) تو بہت معاف کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے پالنہار! میں نے اپنی اولاد میں سے ایک بیٹے کو تیرے قابل احترام گھر کے پاس ایک بے آب وگیاہ وادی میں لاٹھہرایا ہے تاکہ وہ (اور اس کی نسل) اقامت صلوٰۃ کا فریضہ سرانجام دیں' لہٰذا لوگوں کے دل ان کی طرف مائل فرما دے اور ان کو پھلوں والا رزق عطا فرما تاکہ وہ شکرگزار بنیں۔ اے ہمارے پروردگار! تو جانتا ہے جو بھی ہم چھپائیں یا ظاہر کریں اور حقیقت یہ ہے کہ آسمان وزمین کی کوئی چیز اللہ پر مخفی نہیں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔ بلاشبہ میرا رب خوب دعائیں سننے والا ہے۔ اے میرے رب کریم! مجھے نماز کا پابند بنا اور میری اولاد کو بھی۔ اے ہمارے پروردگار! میری دعائیں قبول فرما۔ اے ہمارے پالنہار! جس دن حساب کتاب ہوگا مجھے' میرے ماں باپ اور ایمان لانے والوں کو معاف فرما دینا۔'' (ابراہیم:14/35...41)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

''بلاشبہ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے اور سلام کہا۔ ابراہیم نے جوابی سلام کہا اور تھوڑی دیر بعد ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا لیکن جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو انہیں دشمن سمجھا اور خوف زدہ ہوا۔ وہ کہنے لگے: ''مت گھبرایئے۔ ہمیں تو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔'' ابراہیم (علیہ السلام) کی بیوی (پاس) کھڑی تھی' وہ ہنس دی۔ ہم نے (ہمارے فرشتوں نے) اسے اسحاق اور اس کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔

وہ کہنے لگی: ''ہائے افسوس! کیا میں اس بڑھاپے میں بچہ جنوں گی جبکہ میرا یہ خاوند بھی بوڑھا ہو چکا ہے؟ بلاشبہ یہ عجیب بات ہوگی۔'' فرشتے کہنے لگے: ''کیا تو اللہ کے فیصلے پر تعجب کرتی ہے؟

نبی کے گھر والو! ''تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ بلاشبہ وہ قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے۔'' جب ابراہیم سے گھبراہٹ دور ہوئی اور خوشخبری سن چکا تو قوم لوط کے بارے میں فرشتوں سے بحث کرنے لگا۔ بلاشبہ ابراہیم بہت نرم دل' اللہ کے ڈر سے رونے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ (فرشتوں نے کہا) جناب ابراہیم! اس بحث کو چھوڑیئے' آپ کے رب کا حکم آ چکا ہے۔ ان پر بہرصورت عذاب آ کر رہے گا' رکے گا نہیں۔''

(ہود: 76...69/11)

حضرت ابراہیم علیہ السلام جنوبی عراق میں پیدا ہوئے اور کلدانی شہر اُور میں رہے۔ آپ کے والد کا نام آزر بن ناحور تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ دراصل آپ کا چچا تھا اور عرب لوگ چچا کو باپ کہہ لیا کرتے تھے۔ کوفے کے علاقے کی ایک بستی کُوثی سے تعلق رکھتے تھے۔ کُوثی' بابل یا ورکاء میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا واقعہ کُوثی ہی میں ہوا۔ اس جلانے والے ہنگامہ کے فرو ہونے کے بعد جزیرہ کے شمالی علاقے حرّان میں چلے گئے' پھر وہاں سے فلسطین چلے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیوی سارہ اور بھتیجا لوط علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں۔ پھر قحط سالی کی بنا پر چرواہے بادشاہوں (ہیکسوس) کے دور میں مصر منتقل ہو گئے۔

پھر حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ جنوبی فلسطین میں لوٹ آئے اور محبت اور رشتہ داری قائم رکھتے ہوئے الگ الگ رہائش رکھی تاکہ ہر ایک کو اپنے مویشیوں کے لیے گھاس اور پانی مل سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بئر سبع میں اور حضرت لوط علیہ السلام بحیرہ مردار کے جنوب میں رہنے لگے جسے بحیرۂ لوط کہا جاتا ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دوسری زوجۂ محترمہ ہاجرہ کے ساتھ مکہ مکرمہ گئے۔ ان کے ساتھ ان کے شیر خوار حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو ان دونوں کو اس بے آب وگیاہ وادی میں ٹھہرا کر واپس چلے گئے۔ پھر وہاں زمزم کا چشمہ پھوٹ پڑا اور کداء کے راستے سے بنوجُرہُم آ کر وہاں آباد ہو گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین کے شہر الخلیل (حبرون) میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

مؤرخین نے عربوں کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا ہے:

عرب بائدہ: یہ وہ ہیں جو کلیتًا تباہ و برباد ہو گئے اور ان کے نشانات تک مٹ گئے۔ مثلاً: عاد، ثمود، جدیس، اور اولین جُرہُم۔

عرب باقیہ: غلطی سے مورخین نے ان کی دو بڑی شاخیں بنائی ہیں:

1. ''عرب عاربہ'' یہ قحطانی ہیں، ان کا اصلی وطن علاقۂ یمن تھا۔ ان کے مشہور قبیلے دو تھے۔ **جُرھُم** اور **یَعرُب**۔ یعرب سے بے شمار قبیلے اور خاندان پھیلے جن کی دو بڑی نسلیں تھیں۔ **کھلان** اور **حِمیَر**۔ کہلان کے مشہور قبیلے اَزد...... اوس اور خزرج ان میں سے ہیں...... اولاد جفنہ...... جنہیں غسانی کہا جاتا تھا...... **طیٔ، مذحج، نخع، عنس، ھمدان، کندہ** اور **لخم** ہیں۔ حمیر کے مشہور قبیلے **قُضاعہ**...... **بَلّی** اور **جُھَینَہ** اسی قبیلے کی شاخیں ہیں...... **کَلب** اور **بَھراء** ہیں۔

2. عرب مُستَعرَبَہ (یامتعربہ): یہ عدنان کی نسل سے ہیں۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ ان کو مستعربہ اس لیے کہا گیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سریانی زبان بولتے تھے...... جب بنو جرہم، جو کہ قحطانی تھے، مکہ مکرمہ آ کر ان کے ساتھ رہنے لگے تو حضرت اسماعیل کی شادی ان کی کسی عورت کے ساتھ ہوئی اور حضرت اسماعیل اور ان کے بیٹوں نے عربی زبان سیکھ لی، اس لیے ان کو عرب مستعربہ (بعد میں عرب بننے والے) کہا گیا جبکہ عرب عاربہ کا معنی اصل عرب ہے۔ اکثر عرب اسی قسم میں شامل ہیں۔ شہری بھی اور بدوی بھی جو شبہ جزیرۂ عرب اور حجاز وشام کے علاقوں میں رہتے ہیں۔ مآرب کا بند ٹوٹنے کے بعد یمن کے عرب بھی آخر کار انہی کے ساتھ خلط ملط ہو گئے۔

عدنان کی اولاد میں اہم شخصیت مَعَدّ کی ہے۔ انہی سے عدنان کی پوری نسل چلی۔ مَعَدّ کے چار بیٹے تھے ایاد، نزار، قنص اور انمار۔ عرب کے دو بڑے قبیلے ربیعہ اور مُضر نزار کی نسل سے ہیں۔ قبیلہ ربیعہ کی رہائش نجد کے علاقوں سے لے کر تہامہ کے نشیبی علاقوں تک تھی اور قبیلہ مضر حجاز میں پھیل گیا۔ اس کی نسل بہت بڑھی اور پھلی پھولی حتیٰ کہ انہوں نے نجد وغیرہ کے بہت سے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا اور آخر کار مکہ مکرمہ میں حرم کی سیادت کا شرف انہیں ہی حاصل ہوا۔

مُضر کی دو بڑی شاخیں بنیں، قیسِ عیلان اور الیاس۔ قیسِ عیلان کے قبائل ہوازن، سُلیم اور ثقیف ہیں۔ الیاس کے

تین بیٹے تھے جن سے کثیر قبائل بنے مثلاً: اسلم' خزاعہ' مزنیہ' تمیم' خزیمہ' ہون' اسد اور کنانہ۔ کنانہ کی اولاد میں نضر اہم شخصیت ہیں اور نضر کی اولاد میں سے مالک اور مالک کی اولاد میں سے فِھر اہمیت رکھتے ہیں۔ فِھر ہی کو قریش کہا گیا ہے

عرب مستعربہ ایک خودساختہ کہانی ہے جسے بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے' اس لیے میں نے بھی ذکر کر دی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السلام کا دور خالص عربی دور ہے جو عربیت میں کسی کا محتاج نہیں تھا۔ اور اس کا سُریان یا یہود سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور وہ اب بھی علمی لحاظ سے ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام کی قوم' موسیٰ علیہ السلام کی قوم' یہود اور عبرانیوں میں ممتاز ہے۔ چونکہ یہ ایک اہم بات ہے اس لیے ہم اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

عبری یا عبرانی کی اصطلاح کا اطلاق دوسری ہزاری قبل مسیح کے زمانے میں جزیرۂ عرب کے شمالی علاقے اور صحرائے شام میں رہنے والے عربی قبائل اور اس علاقے کی دوسری عربی اقوام پر کیا جاتا تھا' حتیٰ کہ لفظ ''عبری'' صحرائی اور بدوی کا ہم معنیٰ بن چکا تھا۔ فرعونی اور مسماری نوشتوں میں ''اِبْری'' ھبیری'' خبیرو'' اور ''عبیرو'' کے الفاظ بھی اسی معنیٰ میں استعمال کیے گئے ہیں۔ اس وقت اسرائیلیوں' موسویوں یا یہودیوں کا وجود تک نہ تھا۔

عبری یا عبرانی کا لفظ قرآن مجید میں ایک دفعہ بھی نہیں آیا۔ قرآن مجید میں تو بنی اسرائیل' قوم موسیٰ' یہود یا ﴿اَلَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ کے الفاظ آئے ہیں۔ یہودیوں کے لیے ''عبری'' یا عبرانی کی اصطلاح بہت عرصہ بعد حاخامون نے فلسطین میں استعمال کی۔

آثار قدیمہ کے آخری انکشافات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''اسرائیل'' فلسطین میں ایک مقام کا نام تھا اور یہ کنعانی نام ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کے فرعونی نوشتوں میں یہ لفظ (اسرائیل) اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے' جیسا کہ انہی نوشتوں میں ابرام (ابراہیم) یعقوب اور یوسف کا بھی ذکر ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسرائیل کا لفظ بھی کنعانی ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فلسطین حضرت ابراہیم' ان کے بیٹے اسحاق اور ان کے پوتے یعقوب (اسرائیل علیہم السلام) کا اصل وطن نہیں' بلکہ وہ وہاں اجنبی تھے۔ تورات بھی اس بات کو صراحتاً بیان کرتی ہے۔ کیونکہ یہ حضرات فلسطین کے اصلی باشندوں کنعانیوں کے ساتھ اجنبی کی حیثیت سے رہتے تھے۔ خصوصاً بنو اسرائیل تو سب کے سب حَرّان میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے۔ اور یہ دور اس وقت ختم ہوا جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا خاندان ہجرت کر کے مصر چلا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہنے لگا۔ حتیٰ کہ مصری ماحول میں گھل مل گیا۔

غرض لفظ ''اسرائیل'' سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی نسل ہے۔ ان کا اصلی وطن علاقۂ ''حَرّان'' ہے جہاں وہ پیدا ہوئے اور بڑھے پھولے۔ باقی رہا فلسطین! تو وہ ان کے لیے اجنبی علاقہ تھا۔ بنو اسرائیل کا وجود ستر ہویں (۱۷) صدی قبل مسیح میں ہوا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دور تھا۔ اس وقت اس علاقہ میں ایک ہی زبان رائج تھی یعنی ''اصلی زبان''۔ اور یہ وہی زبان تھی جو جزیرۂ عرب کے لوگ بولتے تھے۔ اس وقت تک ابھی کنعانی' آرامی اور عمّوری لہجے وجود میں نہیں آئے تھے۔ اسی طرح آرامی قبائل کی زبان بھی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب تھی اور

فلسطین میں کنعانی اور عموری یہی زبان بولتے تھے اور یہ ''اصلی زبان'' سے انتہائی قریب تھی۔

باقی رہی ''قوم موسیٰ!'' تو...... راجح احتمال کے مطابق...... یہ بھاگے ہوئے لوگ تھے۔ ان کے ساتھ چرواہے بادشاہوں (ہیکسوس) کی باقی ماندہ نسل کے بہت سے لوگ تھے۔ یہ تیرھویں صدی قبل مسیح کی بات ہے۔ یہ لوگ توحید خالص کے قائل و عامل تھے' جب کہ یہود کا دین اس سے مختلف ہے' کیونکہ وہ تو اپنے ایک خاص معبود ''یَھْـوَہْ'' کی عبادت کے داعی ہیں اور اپنے آپ کو ''اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم'' سمجھتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور تعلیم ''ہیروغلوفی'' زبان میں لکھی گئی تھی۔ آج اس زبان کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ پھر ان ''موسویوں'' نے کنعان کی زبان اور ثقافت اپنالی اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور تعلیم کو چھوڑ دیا۔ انہی لوگوں کو بعد میں ''یہودی'' کہا گیا۔

یہود کا لفظ یہوذا کی باقی ماندہ نسل پر بولا گیا جن کو بخت نصر گرفتار کر کے 586 ق-م میں بابل لے گیا۔ ان کا یہ نام یہوذا کی تباہ شدہ حکومت کی مناسبت سے رکھا گیا۔ ان لوگوں نے قید ہونے سے پہلے آرامی لہجہ اختیار کر لیا تھا اور ہمارے سامنے جو موجودہ تورات ہے' وہ انہوں نے بابل کی قید کے دوران میں اسی زبان میں لکھی اور مدون کی تھی۔ اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آٹھ سو سال بعد کی بات ہے۔ اسی لیے اس لہجہ کو ''تورات کی آرامی زبان'' کا نام دیا گیا۔ اس کے لیے انہوں نے قدیم آرامی خط استعمال کیا جسے خط ربع کہا جاتا تھا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ وہ شریعت نہیں تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی' بلکہ اسے ''تورات موسیٰ'' کے مقابلہ میں ''تورات یہود'' کہا جا سکتا ہے۔

ان یہودیوں نے جب تورات کو مدون کیا تو ان کے دو بنیادی مقصد تھے۔ پہلا مقصد تو یہ تھا کہ اپنی تاریخ کو بزرگی کا لبادہ پہنایا جائے اور اپنے آپ کو تمام انسانی نسلوں میں سے بہترین اور اعلیٰ نسل ثابت کیا جائے جسے اللہ تعالیٰ نے بھی باقی قوموں کی بجائے منتخب فرمایا تھا' اسی لیے وہ اپنے آپ کو ''شَعْب مُختار'' (اللہ کی پسندیدہ قوم) کہتے تھے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے آپ کو کسی قدیم مقدس شخصیت کی طرف منسوب کریں اور وہ شخصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جن کی شہرت ان دنوں چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی تھی' لہٰذا یہودیوں نے بڑی مہارت کے ساتھ اپنی تاریخ اپنی خواہشات کے مطابق جوڑی اور اس کو دینی رنگ میں رنگ دیا تا کہ اسے قابل قبول بنایا جا سکے۔ اس طرح انہوں نے اپنی تاریخ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ جوڑ لی اور قوم موسیٰ کی بجائے اپنا نام بنی اسرائیل رکھ لیا حالانکہ وہ حضرت اسرائیل علیہ السلام سے تقریباً چھ سو سال بعد ظہور پذیر ہوئے۔

ان کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ فلسطین کو اپنا اصلی وطن ظاہر کیا جائے حالانکہ تورات اس بات کی بتاکید صراحت کرتی ہے کہ فلسطین حضرت ابراہیم' اسحاق' اور یعقوب علیہم السلام اور ان کے بیٹوں کا اصلی وطن نہیں بلکہ وہ وہاں اجنبی تھے' خصوصاً حضرت یعقوب (اسرائیل) کے بیٹے تو پیدا ہی ''حران'' میں ہوئے اور ان کی نشو ونما وہیں ہوئی۔

ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام عربی آرامی قبائل کی طرف منسوب ہیں اور ان

قبائل کا وجود اسرائیلیوں، موسویوں اور یہودیوں سے کئی صدیاں پہلے کا تھا، لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ خالص عربی زمانہ تھا جس کا یہودیوں کے زمانے سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن مجید نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ إِبْرٰهِيْمَ وَمَآ أُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْإِنْجِيْلُ إِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾ هٰٓأَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ إِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾

”اے اہل کتاب! تم ابراہیم کا نام لے کر کیوں جھگڑتے ہو؟ جبکہ تورات وانجیل تو اس کے بہت بعد نازل ہوئی ہیں۔ کیا تمھیں عقل نہیں؟ تم عجیب لوگ ہو! اس چیز کے بارے میں تو جھگڑتے ہی رہتے ہو جس کا تمھیں علم ہے، اس چیز کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمھیں سرے سے علم ہی نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ سنو! ابراہیم یہودی تھا نہ عیسائی، بلکہ وہ تو خالص مسلمان تھا۔ وہ مشرک بھی نہیں تھا۔“ (آل عمران: 3/65......67)

باقی رہا سامی اور غیر سامی! تو یہ صرف فرضی نام ہیں۔ اس کی تاریخی لحاظ سے کوئی حقیقت نہیں۔ یہ لفظ ایک جرمن مستشرق اے۔ ایل۔ شلوتسر نے گھڑا اور اسے اپنی تصنیف ”**فهرس الأدب التوراتي والشرقي**“ میں ذکر کیا۔ یہ 1781ء کی بات ہے۔ اس نام کو قبول کرنا یا اس پر خاموشی اختیار کرنا گمراہی اور جہالت ہے اور جھوٹے صہیونی دعووں کی تصدیق کرنے کے مترادف ہے۔ یہودیوں کے تو مخصوص مقاصد ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ نیز ہم ان کا مشاہدہ فی الوقت مغرب (یورپ) میں خصوصاً اور ساری دنیا میں عموماً کرتے رہتے ہیں۔

- بلوغ الأرب في معرفة أحوال العرب: 8/1
- قصص الأنبياء، الطبري: 134
- تاريخ الإسلام: 8/1
- قصص الأنبياء، النجار: 70
- دائرة المعارف البريطانية: 379/11 (طبعة 1965م)
- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم:1
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم: 59
- قصص الأنبياء، ابن كثير: 117
- مفصل العرب واليهود في التاريخ: 86 وما بعدها
- قصص الأنبياء، الثعلبي: 74

ابراهیم علیہ السلام
ابوالانبیاء — خلیل الرحمٰن
قریباً 1800 ق م
اناطولیہ (ترکی)
دریائے فرات
جھیل وان
جھیل اورمیہ
بحیرۂ قزوین (بحیرۂ خزر)
طبرستان
فدان آرام حران
حلب
نینوی
دریائے زاب صغیر
جزیرہ
شام
قبرص
دمشق
دریائے فرات
دریائے دجلہ
دریائے دیالی
عراق
بحیرۂ روم
بیت المقدس
الخلیل
صحرائے شام
بابل
دریائے کارون
اتت تاوی (جیزہ کے آثار)
فارس (ایران)
اُور
ایلہ
فیوم
سیناء
مدین
خلیج فارس
مصر
جزیرہ نمائے عرب
طیبہ (اُقصر)
افریقہ
بحیرۂ قلزم (بحیرۂ احمر)
یثرب
فراعنہ
حجاز
صحرائے نوبیہ
دریائے نیل
جدہ
مکہ مکرمہ
1000
800
600
400
200
کلومیٹر

حضرت ابراہیم علیہ السلام

ابراہیم علیہ السلام کو ابوالانبیاء (نبیوں کا باپ) بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کے بعد آنے والے نبی انہی کی نسل سے مبعوث ہوئے۔ ابراہیم خلیل اللہ کا سلسلۂ نسب بائبل میں یوں بیان کیا گیا ہے:

ابراہیم علیہ السلام بن تارخ (آزر) بن ناحور بن سروج بن رعو (ارغو) بن فالح بن عابر بن شالح بن ارفکشاذ (ارفخشد) بن سام بن نوح علیہ السلام

لیکن یہ سلسلۂ نسب بہت مختصر اور نامکمل ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان تقریباً 3 ہزار سال کا بُعد ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ کا لقب ''آدار'' یا ''آزر'' تھا۔ ''آدار'' کالدی یا کلدانی زبان میں بڑے پجاری کو کہتے ہیں اور عربی میں یہی نام ''آزر'' کہلایا۔ تارخ چونکہ بت تراش اور سب سے بڑا پجاری تھا' اس لیے ''آزر'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس لقب نے نام کی جگہ لے لی تھی' لہٰذا قرآن کریم نے بھی اس کو اسی نام سے پکارا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش: حضرت ابراہیم علیہ السلام جنوبی عراق میں کوثیٰ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ بعض ان کی جائے پیدائش بابل یا الور کا قرار دیتے ہیں جبکہ قصص القرآن میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام شمالی عراق کے شہر فدّان آرام میں پیدا ہوئے تھے۔ اور معجم البلدان میں لکھا ہے: ''فدان آرام الجزیرہ (شمالی میسوپوٹیمیا) میں حرّان کے نواح میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ یہاں پیدا ہوئے۔ اور صحیح تر یہ ہے کہ ان کی جائے پیدائش بابل کی سرزمین میں ہے۔''

ابراہیم علیہ السلام کی قوم بت پرست تھی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بتوں کا باطل ہونا اور اللہ کی وحدانیت آشکار ہو گئی تو انہوں نے سب سے پہلے اپنے والد آزر کو اسلام کی تلقین کی' اس کے بعد عوام کے سامنے اس دعوت کو عام کیا اور پھر بادشاہ وقت نمرود سے مناظرہ کیا اور اس پر واضح کر دیا کہ ربوبیت اور الوہیت صرف معبود واحد اللہ تعالیٰ کے لیے سزاوار ہے۔ اس کے باوجود قوم قبول حق سے منحرف رہی حتیٰ کہ بادشاہ نے انہیں آگ میں جلانے کا حکم صادر کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے آگ کو ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیا اور دشمن اپنے ناپاک ارادوں کے ساتھ ذلیل ورسوا ہوئے۔ یہ واقعہ کوثیٰ میں پیش آیا تھا۔

حاران کی طرف ہجرت: حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود سے بچ نکلے تو عراق سے ہجرت کا ارادہ کیا' چنانچہ وہ اپنے والد آزر اور قوم کو چھوڑ کر جنوبی عراق میں دریائے فرات کے دائیں کنارے کی بستی ''اُور کلدانیہ'' چلے گئے جسے تاریخ میں صرف ''اُور'' یا ''اُر'' کہا جاتا ہے۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کیا اور پھر اپنی اہلیہ سارہ رضی اللہ عنہا اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے ہمراہ شام کے شہر حرّان یا حاران روانہ ہو گئے جو جنوبی ترکی میں واقع ہے۔ حران' اُور سے تقریباً 1000 کلومیٹر شمال مغرب میں الجزیرہ میں واقع ہے۔

ابن عیینہ سے روایت ہے کہ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام (حاران جاتے ہوئے) قادسیہ سے گزرے اور اسے شاداب پایا۔ یہاں انہیں ایک بڑھیا ملی جس نے آپ کا سر دھو دیا۔ اس پر آپ نے اسے دعا دی کہ تو اس زمین میں پاکیزہ ٹھہری ہے۔ اسی وجہ سے اس قصبے کا نام قادسیہ پڑ گیا۔ (معجم البلدان جلد 4)

کوثی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش کوثی' بابل کے شمال مشرق میں تھا۔ بابل سے اس کا فاصلہ تقریباً 40 کلومیٹر بنتا ہے۔ معجم البلدان میں کوثی کی ذیل میں لکھا ہے: ''یہ نہر کوثی کے کنارے واقع تھا جو بنوارفخشد بن سام بن نوح میں کوثی نامی شخص سے موسوم تھی۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ' بونا بنت کرنبا بن کوثی' کے دادا تھے۔ نہر کوثی فرات سے نکالی گئی پہلی نہر تھی۔ مشہور تابعی حضرت عبیدہ سلمانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''ہم کوثی کے نبطی ہیں۔'' اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک قول مروی ہے کہ ''ہم خاندان قریش' نبط کوثی کی ایک شاخ ہیں۔'' اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ قریش' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں جو کہ کوثی کے نبطی تھے۔ عہد فاروقی میں فتح قادسیہ کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حکم پر زہرہ بن جویہ نے کوثی کے تاریخی شہر پر حملہ کیا اور وہاں کے حاکم شہریار کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ مقامی روایت کے مطابق یہ وہی جگہ تھی جہاں نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید کیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بابل سے کوثی جا کر اس کی زیارت کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا اور پھر یہ آیت پڑھی: ﴿ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ﴾ ''ہم زمانے کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔''

اُور: بائبل کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام جنوبی عراق کے شہر ''اُور'' میں پیدا ہوئے تھے اور پھر وہیں سے آپ نے حرّان کی طرف ہجرت کی تھی۔ دریائے فرات کے دائیں کنارے پر واقع ''اُور'' عراق کا ایک قدیم ترین شہر تھا جسے چوتھی ہزاری ق م (4000 B.C.) میں سمیری قوم نے آباد کیا تھا۔ تیسری ہزاری میں یہ شہر اپنے عروج کو پہنچا۔ 2000 ق م کے لگ بھگ خوزستان (فارس) کے عیلامیوں نے اسے بڑی حد تک تباہ کر دیا۔ سترھویں صدی ق م میں حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں آئے۔ کلدانی بادشاہوں کے عہد (626 ق م تا 539 ق م) میں ''اُور'' نے ایک بار پھر شہرت حاصل کی حتیٰ کہ ایرانی شہنشاہ کوروش کبیر (خورس یا سائرس اعظم یا ذوالقرنین) نے اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد اُور بتدریج زوال کی نذر ہو گیا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری) کلدانی حکمرانوں کی نسبت سے اسے ''اُور کلدانیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ انگریز محقق لیونارڈ وولے نے 34-1922ء میں ''اُور'' کے کھنڈر دریافت کیے جو الناصریہ شہر کے بالمقابل دریائے فرات کے جنوب میں تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ بابل سے ''اُور'' تقریباً 225 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ ''اُور'' ان دنوں تَلّ المُقَیّر کہلاتا ہے۔ (المنجد فی الاعلام)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سفرِ ہجرت اور مقامات

بابل: یہ تاریخی شہر وسطی عراق میں دریائے فرات کے مشرقی کنارے پر آباد تھا۔اس کے کھنڈر الحلّہ نامی شہر کے شمال میں ملتے ہیں۔اسے سُمیری قوم نے آباد کیا تھا۔2000 ق م کے لگ بھگ بابل کی پہلی سلطنت پھلی پھولی۔یہیں نمرود راملیس حکمران تھا جس کے حکم پر ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔حمورابی (1711 تا 1669 ق م) بابل کا عظیم حکمران تھا جس نے تاریخ میں پہلی بار ایک باقاعدہ آئین نافذ کیا۔بابل کی کلدانی سلطنت 626 تا 539 ق م کے دوران پروان چڑھی جس کا مشہور ترین بادشاہ بخت نصر تھا جس نے 586 ق م میں ہیکل سلیمانی مسمار کیا تھا۔اس سے پہلے سنحارب اشوری نے 689 ق م میں بابل کو تباہ کیا تھا۔شاہ فارس کوروش کبیر (ذوالقرنین) نے 539 ق م میں بابل پر قبضہ کیا۔اور سکندر اعظم یونانی نے 331 ق م میں بابل فتح کیا اور یہیں 323 ق م میں سکندر کی وفات ہوئی۔

بابل قدیم زمانے کا غالباً واحد شہر ہے جسے ہوبہو از سرِنو تعمیر کیا گیا ہے۔شہر کی فصیل بنا کر اس کے وسط میں عشتار گیٹ بنایا گیا ہے۔یہاں تیس چالیس فٹ گلی کے دونوں طرف تین چار منزلہ مکانات تعمیر کیے گئے ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ایک مکعب کمرے کے اوپر دوسرا مکعب کمرہ رکھا ہوا ہو۔گویا ملک سبا کی طرح بابل کے مکانات بھی مکمل مکعب شکل کے ہوتے تھے یعنی ان کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی برابر ہوتی تھی۔بابل میں بخت نصر نے 600 ق م کے لگ بھگ معلق باغات تعمیر کیے تھے جو قدیم دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتے ہیں۔

حرّان: یہ شہر جنوبی ترکی میں شام کی سرحد کے قریب بلیخ دریا پر واقع ہے جو دریائے فرات کا معاون ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اُور سے ہجرت کر کے حرّان (یا حاران) چلے آئے تھے۔حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی اہلیہ ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور ایک مدت یہاں قیام کے بعد انھوں نے حلب کی راہ لی تھی۔عہد فاروقی میں عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں حران فتح ہوا۔مشہور طبیب ثابت بن قرّہ اور مفسّر قرآن ابوجعفر الخازن کا تعلق حرّان سے تھا۔آج کل حرّان کی آبادی دس بارہ ہزار ہے۔جغرافیائی لحاظ سے حران، الجزیرہ (دجلہ وفرات کا درمیانی علاقہ) میں واقع ہے۔اس کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران (حاران) کے نام پر رکھا گیا تھا جس نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوفان نوح کے بعد سب سے پہلے جو شہر بسا وہ حران تھا۔(معجم البلدان)

حلب: شمالی شام کا یہ تاریخی شہر یورپی زبانوں میں الیپو (Aleppo) کہلاتا ہے۔یہ حرّان سے تقریباً 300 کلومیٹر کے فاصلے پر دمشق جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔اس کی آبادی 13 لاکھ سے زائد ہے۔معجم البلدان کے مطابق "اس کا نام حلب (دودھ) اس لیے رکھا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں قیام کے دوران بھیڑ بکریاں دوہا کرتے اور دودھ فقیروں میں

بانٹ دیتے تھے' تب فقراء ''حلب' حلب' پکارتے جمع ہو جاتے تھے۔ حلب کے قلعے میں آج بھی دو مقامات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہیں جن کی زیارت کی جاتی ہے۔ قلعہ حلب میں ایک صندوق میں حضرت یحیٰ بن زکریا علیہما السلام کے سر کا ایک حصہ دفن ہے۔ حلب حضرت عیاض بن غنم فہری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ باب الجنان کے پاس مبینہ طور پر مشہد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے جس کی نشاندہی کسی کو خواب میں کرائی گئی تھی۔ باب الیہود کے پاس ایک پتھر ہے جو مسلمانوں' یہودیوں اور عیسائیوں سب کے لیے زیارت گاہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے نیچے بعض انبیاء کی قبریں ہیں۔''

فلسطین: اس خطۂ زمین کے شمال میں لبنان' شمال مشرق میں شام' مشرق میں اردن اور بحیرۂ مردار' مغرب میں بحیرۂ روم' جنوب میں خلیج عقبہ اور جنوب مغرب میں صحرائے سیناء (مصر) واقع ہیں۔ دریائے اردن فلسطین اور اردن کے مابین حد فاصل ہے۔ ماضی میں فلسطین شام کا ایک حصہ ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام فلسطین بن سام بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا۔ (معجم البلدان) جبکہ کتاب ابن الفقیہ میں لکھا ہے کہ یہ فلسطین بن کسلوخیم بن صدقیا بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فلستی یا فلسطی قوم 13 ویں صدی ق م میں اناطولیہ یا جزیرہ کریٹ سے آ کر بحیرۂ روم کے ساحل پر عسقلان اور غزہ کے درمیان آباد ہوئی۔ انہوں نے کنعانیوں کو نکال باہر کیا جو 3000ق م سے یہاں آباد تھے۔ فلسطینیوں کے نام پر اس علاقے کو فلسطین کہا جانے لگا جبکہ پہلے یہ کنعان کہلاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام 1800 ق م کے لگ بھگ فلسطین میں وارد ہوئے۔

فلسطین کا زیادہ تر علاقہ پہاڑی ہے اور میدانی کم۔ اس کے ساحلی شہروں میں عکّا' حیفا' قیساریہ اور تل ابیب یافا شامل ہیں۔ ماضی کے فلسطینی شہر یافا کا نام اب تل ابیب یافا ہے۔ بیت المقدس یا القدس فلسطین کے وسط میں واقع ہے جو مسلمانوں' عیسائیوں اور یہودیوں تینوں کے نزدیک مقدس ہے۔ دیگر مشہور شہر الخلیل' نابلس' جنین' رام اللہ' رملہ' ناصرہ' لُدّ' اریحا' بیت اللحم' بئر سبع' غزہ' بیت جبرین' خان یونس اور عسقلان ہیں۔ عسقلان حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا شہر ہے۔ بیت اللحم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور اریحا (جریکو) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کا قدیم ترین مسلسل آباد شہر ہے جو تقریباً سات ہزار سال سے آباد ہے۔

فلسطین کا علاقہ زیادہ تر پہاڑی ہے' ان میں جبال الخلیل' جبال کرمل' جبال نابلس اور جبال الجلیل مشہور ہیں۔ یہاں رومی خطے کے پھل بکثرت ہوتے ہیں۔ جنوب کے علاقے میں صحرائے نقب ہے۔ فلسطین کا جنوبی گوشہ خلیج عقبہ سے جا لگتا ہے جہاں اسرائیلی بندرگاہ ایلات اردنی بندرگاہ عقبہ کے بالمقابل واقع ہے۔ بحیرۂ مردار (میت) دنیا کا پست ترین مقام ہے جو عالمی سطح سمندر سے 1200 فٹ نیچے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حاران سے حلب کے راستے فلسطین پہنچے تھے۔ یہاں وہ جبل بیت المقدس پر مقیم رہے۔ پھر مصر تشریف لے گئے تھے اور ایک عرصے بعد فلسطین لوٹ آئے اور بئر سبع میں قیام فرمایا۔ اس ہجرت کے دوران میں حضرت لوط علیہ السلام بھی ان کے ہمراہ تھے۔ تاریخی طور پر اردن کا دارالحکومت عمان بھی فلسطین میں شمار ہوتا ہے۔

فلسطین میں دسویں صدی قبل مسیح میں حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی سلطنت قائم ہوئی تھی جو 930ق م میں ''اسرائیل'' اور ''یہودیہ'' دو سلطنتوں میں بٹ گئی۔ ''اسرائیل'' کو 721ق م میں اشوریوں نے اور یہودیہ کو 586ق م میں بخت نصر نے تباہ کر دیا۔ یوں مختلف زمانوں میں فلسطین پر مصری، اشوری، کلد انی (بابلی)، ایرانی، یونانی اور رومی حکمران رہے حتیٰ کہ 634ء میں خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمانوں نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں فلسطین فتح کر لیا۔ 1197-1098ء کے دوران یورپی صلیبی فلسطین پر قابض رہے۔ 1516ء سے 1918ء تک فلسطین عثمانی ترک سلطنت میں شامل رہا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانویوں نے اس پر تسلط جمالیا اور پھر ایک سازش کے تحت یہودیوں کو غاصبانہ طور پر یہاں لابسایا جن کے آباؤ اجداد کو 1780 سال پہلے بت پرست رومی شہنشاہ ہیڈرین نے جلاوطن کر دیا تھا۔ آخر کار برطانوی اور امریکی سرپرستی میں صہیونی یہودی مئی 1948ء میں فلسطین میں اسرائیل کے نام سے اپنی مملکت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سے پہلے اقوام متحدہ نے دھاندلی سے کام لیتے ہوئے فلسطین کو مسلمانوں اور یہودیوں میں تقسیم کر دیا تھا مگر اسرائیلیوں نے تین چار جنگوں میں اسرائیل کو وسعت دے کر پورے فلسطین پر تسلط جمالیا جبکہ 40لاکھ سے زائد مسلمان جنہیں یہودیوں نے دہشت گردی کے ذریعے سے ان کے گھروں سے نکال دیا، کیمپوں میں تکلیف دہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

فلسطین کا رقبہ 27ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ اقوام متحدہ نے نومبر 1947ء میں فلسطین کا 55فیصد علاقہ سوا چھ لاکھ یہودیوں کو دے دیا جبکہ 45فیصد رقبہ ساڑھے بارہ لاکھ فلسطینیوں کے لیے چھوڑا گیا مگر اسرائیل نے 1948ء کی جنگ میں اپنا زیر قبضہ علاقہ 78فیصد تک بڑھا لیا اور بقیہ 22فیصد (غرب اردن، مشرقی بیت المقدس اور غزہ کی پٹی) جون 1967ء کی جنگ میں ہتھیا لیا۔ یوں اب پورا فلسطین یہود کے غاصبانہ تسلط میں ہے۔ 1948ء میں اسرائیل نے تل ابیب (یافا) کو دارالحکومت بنایا تھا مگر اب بیت المقدس (یروشلم) کو دارالحکومت بنا رکھا ہے۔

بیت المقدس: بیت المقدِس یا بیت المقدّس کو القدس بھی کہتے ہیں۔ یہاں مسلمانوں کا قبلہ اوّل مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ واقع ہیں۔ اسے یورپی زبانوں میں Jerusalem (یروشلم) اور عبرانی میں اور شلیم کہتے ہیں۔ ''بیت المقدس'' سے مراد ''مبارک گھر'' یا ایسا گھر ہے جس کے ذریعے گناہوں سے پاک ہوا جاتا ہے۔ پہلی صدی ق م میں جب رومیوں نے یروشلم پر قبضہ کیا تو انہوں نے اسے ایلیا کا نام دیا تھا۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا فاصلہ تقریباً 1300 کلومیٹر ہے۔ شہر بیت المقدس 31درجے 45دقیقے عرض بلد شمالی اور 35درجے 13دقیقے طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ بیت اللحم اور الخلیل اس کے جنوب میں ہیں اور رام اللہ شمال میں ہے۔ بیت المقدس پہاڑوں پر آباد ہے، چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں تشریف لائے تو انہوں نے ایک پہاڑی (جبل بیت المقدس) پر قیام کیا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہاں مسجد تعمیر کی اور اس جگہ کا نام بیت ایل رکھا جو اب بیت المقدس کہلاتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے مسجد اور شہر کی تعمیر نو کی اس لیے یہودی اس مسجد کو ہیکل سلیمانی کہتے تھے۔ بیت المقدس کی انہیں پہاڑیوں میں سے ایک کا نام کوہ صہیون (Zion) ہے جس کے نام پر

یہودیوں کی عالمی تحریک ''صہیونیت'' کا آغاز ہوا۔ 620ء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام کی رہنمائی میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس پہنچے اور پھر معراج آسمانی کے لیے تشریف لے گئے۔ حلب سے القدس تک تقریباً 600 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ 1187ء۔ 1099ء کے دوران بیت المقدس پر یورپی صلیبیوں کا قبضہ رہا حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے انہیں نکال باہر کیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران دسمبر 1917ء میں اس پر برطانوی مسلط ہو گئے اور جون 1967ء سے اسرائیلی اس پر قابض ہیں۔

الخلیل: اسے عبرانی اور انگریزی میں حبرون (Hebron) کہتے ہیں۔ الخلیل، بیت المقدس سے 35 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ یہ اس وقت بھی آباد تھا جب چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں آئے تھے اور انہی کے لقب الخلیل سے موسوم ہے۔ یہاں ایک غار میں حضرت ابرہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قبریں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر بھی اسی غار میں ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق ان انبیائے کرام کی قبروں پر قبہ نما چھت بنادی۔ حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام، ربقہ زوجہ اسحٰق علیہ السلام اور ایلیا زوجہ یعقوب علیہ السلام کی قبریں بھی اسی غار کے اندر ہیں۔ تورات میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے عفرون بن صوحار حیثی سے زمین کا ایک ٹکڑا چار سو نقرئی درہموں میں خریدا تھا اور اس میں سارہ کو دفن کیا۔ (معجم البلدان)

مصر: شمال مشرقی افریقہ کا یہ ملک بحیرۂ روم اور بحیرۂ قلزم کے ساحلوں پر واقع ہے۔ مصر کی تقریباً 6 کروڑ آبادی میں سے زیادہ تر وادئ نیل میں مرتکز ہے۔ مصر کی تاریخ 5000 سال سے زیادہ عرصے پر محیط ہے۔ 3100 ق م کے لگ بھگ بالائی اور زیریں مصر کی بادشاہتیں شاہ مینس کے تحت متحد ہو گئیں جو مصر کے 31 شاہی خانوادوں میں سے پہلے خانوادے کا بانی ٹھہرا۔ معجم البلدان کے مطابق مصر کا نام مصر بن مصرایم بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا۔ مصر کی قدیم بادشاہت (2575 تا 2134 ق م) میں اہرام تعمیر ہوئے۔ اس کا دارالحکومت ممفس تھا۔ وسطی بادشاہت (2040 تا 1640 ق م) کے زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر گئے تھے۔ پھر ہکسوس (چرواہے) بادشاہوں کے دور میں بنی اسرائیل (یوسف اور ان کے بھائی) مصر پہنچے۔ نئی بادشاہت (1550 تا 1070 ق م) کا دارالحکومت تھیبس تھا جہاں تیرھویں صدی ق م میں فرعون (بادشاہ) رعمسیس ثانی کے گھر میں حضرت موسیٰ نے پرورش پائی اور اس کے بیٹے فرعون منفتاح نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرایا۔ آخر کار منفتاح بحیرۂ قلزم میں غرق ہوا اور حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو واپس فلسطین لے آئے۔ مصر پر چوتھی صدی ق م سے یونانی اور پہلی صدی ق م سے رومی حکمران رہے۔ رومی عیسائیوں سے 642ء میں مسلمانوں نے مصر چھین لیا۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ 969ء سے 1071ء تک مصر فاطمی (عبیدی) خلفاء کے تسلط میں رہا۔ 1517ء میں یہ عثمانی سلطنت کا حصہ بن گیا۔ 1869ء میں نہر سویز جاری کی گئی جس نے بحیرۂ قلزم کو بحیرۂ روم سے ملا دیا۔ 1882ء سے 1936ء تک مصر پر برطانیہ کا تسلط رہا حتیٰ کہ اسے آزادی مل گئی۔

ممفس: مصر کا قدیم دارالحکومت ممفس (بابلیون) تھا جسے شاہ مینس نے 3100 ق م کے لگ بھگ دارالحکومت بنایا تھا

اگر چہ اس سے بہت پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے اسے بابلیون کا نام دیا تھا۔ ممفس کو منف بھی کہتے ہیں۔ یہ مصر کے صوبہ جیزہ میں دریائے نیل کے مغربی کنارے پر واقع ہے اور قاہرہ سے 30 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ 1550 ق م میں نئی بادشاہت کا دارالحکومت اگر چہ بالائی مصر میں طیبہ یا تھیبس (قاہرہ سے 675 کلومیٹر جنوب میں) منتقل ہو گیا مگر مدتوں ممفس کی مذہبی، تجارتی اور جنگی اہمیت برقرار رہی۔ ممفس کے شمال میں جیزہ کے اہرام اور جنوب میں سقارہ کے اہرام ایستادہ ہیں۔

جیزہ: یہ قاہرہ (فسطاط) کے بالمقابل دریائے نیل کے مغربی کنارے پر ممفس کے شمال میں واقع ہے۔ اس کے مغرب میں کچھ فاصلے پر فراعنہ مصر کے مخروطی مقابر (اہرام) اور ابوالہول واقع ہیں۔ جیزہ صوبائی صدر مقام ہے اور اس کی آبادی 13 لاکھ سے زائد ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتح اسکندریہ سے واپس آ کر لشکر کا ایک حصہ جیزہ میں تعینات کیا تھا اور پھر اس کے بالمقابل دریا پار فسطاط شہر آباد کیا تھا۔

مصر اور مصر الجدیدہ: مصر اگر چہ بطور ملک ہی مشہور رہا ہے مگر مشہور مستشرق بٹلر کی رائے میں کم از کم رومی شہنشاہ ڈائیوکلیٹن (284ء تا 305ء) کے عہد میں دریائے نیل کے دائیں کنارے پر بعد کے بابلیون کے جنوب میں "مصر" نامی شہر آباد تھا، تاہم مسلمانوں کی فتح مصر کے وقت کسی شہر کا نام مصر نہ تھا اگر چہ ساتویں صدی عیسوی کے آخری حصّے میں بابلیون اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بنا کردہ شہر فسطاط میں سے کسی ایک یا دونوں پر مصر (شہر) کا اطلاق ہونے لگا حتیٰ کہ دسویں صدی عیسوی میں جب قاہرہ آباد ہوا تو اسے مصر القاہرہ کہنے لگے اور فسطاط کو مصر القدیمہ کہا جانے لگا۔ مقریزی اور مسعودی نے فسطاط مصر (شہر) کو ارض مصر (ملک) سے ممیّز کیا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 21)

جہاں آج قاہرہ ہے وہاں عہدِ اسلام سے پہلے دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر اُمّ دُنین نامی قلعہ اور شہر تھا۔ یہی بعد میں مقس کہلایا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے 20ھ میں اسے فتح کر کے قلعے کے باہر جہاں اپنا خیمہ (فسطاط) نصب کیا تھا وہیں فسطاط نامی شہر آباد کر کے اسے خلافت اسلامیہ کے صوبے مصر کا دارالحکومت بنایا۔ فسطاط ان دنوں قاہرہ کے اندر واقع ہے جہاں مسجد عمرو موجود ہے۔ یاد رہے مقس، فسطاط اور قاہرہ نیل کے بائیں یعنی مشرقی کنارے پر آباد ہوئے جبکہ بابلیون یا جیزہ دریا کے دائیں یعنی مغربی کنارے پر آباد تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب مصر گئے ان دنوں بابلیون ہی مصر کا دارالحکومت تھا۔

مصر الجدیدہ، قاہرہ سے آٹھ دس کلومیٹر شمال مشرق میں واقع ہے جہاں سے دریائے نیل کا ڈیلٹا شروع ہوتا ہے۔ ماضی قدیم میں اسے ہیلیو پولس کہا جاتا تھا۔ یہ یونانی نام ہے جس کے معنی ہیں "سورج کا شہر" کیونکہ یہاں "سورج دیوتا" کا مندر تھا۔ ہیلیو پولس کو اب عین شمس کہا جاتا ہے اور یہ مصر الجدیدہ کا ایک حصہ ہے۔ یہاں قدیم دور کے ستون ہیں جنہیں "قلوپطرہ کی سوئیاں" کہا جاتا ہے۔ بیت المقدس سے عین الشمس کا فاصلہ تقریباً 450 کلومیٹر بنتا ہے۔ مصر الجدیدہ کی آبادی 5 لاکھ سے زیادہ ہے۔

بئر سَبُع: مصر سے واپس آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام جنوبی فلسطین کے شہر بئر سبع میں مقیم رہے جو غزہ کے پٹی کی شہر رفح سے

پچاس کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ الخلیل سے اس کا فاصلہ تقریباً 50 کلومیٹر اور القدس سے 75 کلومیٹر ہے۔ یہاں سات کنویں تھے لہٰذا یہ نام رکھا گیا۔ ابن اعرابی کے قول کے مطابق اس جگہ روز قیامت حشر برپا ہوگا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کی حکومت سے واپس آ کر یہاں مقیم رہے اور کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے یہیں وفات پائی۔ ان دنوں بئر سبع اسرائیل کا اہم فوجی مرکز ہے اور اسے انگریزی میں بیر شیبہ (Beersheba) لکھا جاتا ہے۔

بحیرۂ میت: عربی میں البحر المیت اور اسے اردو میں بحیرۂ مردار کہا جاتا ہے۔ یہ دراصل نمکین پانی کی جھیل ہے۔ اس کے مشرق میں اردن ہے اور مغرب میں غرب اردن اور اسرائیل واقع ہیں۔ لبنان کے پہاڑوں سے آنے والے دریائے اردن اور اس کے معاونوں دریائے یرموک اور دریائے زرقاء کا پانی بحیرۂ مردار میں گرتا ہے۔ وادی العربہ، وادی الحسا، وادی الموجب اور وادی زرقا معین نامی ندیاں جنوب اور مشرق سے آ کر اس میں گرتی ہیں۔ اس کا رقبہ 1000 مربع کلومیٹر اور زیادہ سے زیادہ گہرائی 40 میٹر ہے۔ بحیرۂ میت چونکہ ایک بند جھیل ہے لہٰذا ان دریاؤں اور ندیوں کے ساتھ آنے والے نمک کے باعث اس کی نمکینی بہت بڑھی ہوئی ہے، چنانچہ کوئی جاندار اس بحیرے کے پانی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ بحیرۂ میت کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ سطح ارض پر سب سے زیادہ نشیب میں واقع ہے اور اس کی سطح عالمی سمندر کی سطح سے 400 میٹر نیچے ہے۔ یاد رہے دنیا کے تمام سمندر ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور یوں اس عالمی سمندر کی سطح کو سطح سمندر کہا جاتا ہے۔

قوم لوط اور شہر سدوم: حضرت لوط علیہ السلام، مصر سے واپس آ کر بحیرۂ میت کے جنوب میں سدوم شہر میں مقیم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اہلِ سدوم کی طرف نبی مبعوث کیا مگر وہ قوم اپنی مخصوص علّت ''اغلام بازی'' سے باز نہ آئی اور پھر اس پر پتھروں کا عذاب نازل ہوا اور وہ تباہ ہوگئی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن جلد دوم میں لکھتے ہیں: ''یہ قوم اس علاقے میں رہتی تھی جسے آج شرق اردن (موجودہ اردن) کہا جاتا ہے اور عراق و فلسطین کے درمیان واقع ہے۔ بائبل میں اس قوم کے صدر مقام کا نام سدوم بتایا گیا ہے جو یا تو بحیرۂ مردار کے قریب کسی جگہ واقع تھا یا اس میں غرق ہو چکا ہے۔ تلمود میں لکھا ہے کہ ان کے چار بڑے شہر اور بھی تھے........ اب صرف بحیرۂ مردار ہی اس قوم کی ایک یادگار باقی رہ گیا ہے جسے آج تک بحیرہ لوط کہا جاتا ہے۔''

مکہ مکرمہ: یہ حجاز (سعودی عرب) میں واقع ہے اور بیت اللہ کے حوالے سے مسلمانوں کا مقدس ترین مقام ہے۔ بقول سید سلیمان ندوی یہ مقدس شہر ایک مردِ ضعیف (ابراہیم علیہ السلام) کا بنا کردہ، ایک نوجوان پیغمبر (اسمٰعیل علیہ السلام) کی ہجرت گاہ اور ایک یتیم نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی جائے ولادت ہے۔'' مکہ سطح سمندر سے تقریباً 330 میٹر بلند ہے۔ ابتداءً شہر شرقاً غرباً تقریباً 3 کلومیٹر لمبا اور شمالاً جنوباً ڈیڑھ کلومیٹر چوڑا تھا۔ شہر مکہ کو اس لحاظ سے حرم کہتے ہیں کہ یہ حرمت اور عزت والا مقام ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ڈھائی ہزار برس پہلے یہ مقام تجارتی قافلوں کی ایک منزل گاہ تھا۔ سترھویں صدی ق م میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ ہاجرہ اور اپنے فرزند اسمٰعیل (علیہ السلام) کو حکم ربی سے یہاں لا کر آباد کیا۔ باپ بیٹے نے اللہ

کے نام پر یہاں ایک عبادت گاہ بنائی جسے کعبہ کہا جانے لگا کیونکہ اس مقدس عمارت کی ساخت مکعب نما ہے۔ عربی میں چھ یکساں پہلوؤں والا پانسا مکعب یا کعبہ کہلاتا ہے۔ فرزندان اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ایک مدت یہاں بالا دست رہی۔ کعبہ کی تولیت انہی کے پاس تھی۔ اس کے بعد قحطانی قبیلے بنو جرہم نے غلبہ حاصل کرلیا اور بنو اسمٰعیل کو مکہ سے نکال دیا کیونکہ انہوں نے ابھی تک بت پرستی میں بنو جرہم کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ پھر صدیوں بعد 440ء میں قُصَیّ نے جو بنو اسمٰعیل میں سے عدنان کی پندرہویں پشت میں تھے دوبارہ مکہ پر قبضہ حاصل کرلیا۔ انہوں نے یہاں مشترکہ حکومت کی بنیاد رکھی اور درج ذیل عہدے قائم کیے: (1) رفادہ (2) سقایہ (3) حجابہ (غلاف کعبہ) (4) قیادہ (5) قومی نشان لواء (پرچم) کو بلند رکھنا (6) قومی مجلس جسے ندوہ یا دارالندوہ کہتے تھے۔ (رحمۃ للعلمین از قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

امور مملکت اور حکومتی عہدے ایک ایک شیخ خاندان کے سپرد کیے گئے۔ شہر کے علاوہ بنو اسمٰعیل شہر کے آس پاس بھی آباد تھے۔ مکہ کے جنوب کی پہاڑیاں قبیلہ ہُذَیل کا مسکن تھیں۔ جنوب کی طرف وادی القریٰ قدیم قبائل کا مسکن تھی۔ اس کے اطراف میں قبائل کنانہ رہتے تھے۔ مکہ کے پاس جبل حبشی کے دامن میں حبشی قبائل آباد تھے۔

مکہ مکرمہ کے حدود: مکہ کا قدیم اور اصلی نام بکہ ہے جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت نمبر 96 میں ارشاد باری ہے: ''پہلا متبرک گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ بکّہ میں تھا۔'' یہ شہر تہامہ کے مشرق میں جدہ سے تقریباً 64 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مکہ مکرمہ کو بلد الامین، ام القریٰ، بیت العتیق اور بیت الحرام بھی کہا جاتا ہے۔ ام القریٰ کی نسبت سے یہاں جامعہ ام القریٰ قائم کی گئی ہے۔ یاقوت حموی ''معجم البلدان'' میں لکھتے ہیں کہ ابتدا میں حرم کعبہ کا نام مکہ تھا، بعد میں پورے شہر کو مکہ کہا جانے لگا۔ مکہ معظّمہ جغرافیائی لحاظ سے 21 درجہ 38 دقیقہ عرض بلد شمالی اور 40 درجہ 9 دقیقہ طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً 330 میٹر ہے۔ مکہ وادی ابراہیم میں ہے جو دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان ہے۔ شمال میں جبل قُعَیْقِعَان اور شعب بنی عامر ہیں جنوب میں جبل حدیدہ اور جنوب مغرب میں جبل عمر ہے۔ جنوب میں غار ثور کی سمت جبل کدی ہے۔ مشرق میں شعب ابی طالب اور جبل حرا ہیں جبکہ مشرق میں جبل خندمہ اور شمال مشرق میں جبل ابی قبیس واقع ہیں۔ مکہ معظّمہ کا وسط بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ ہے اور القشاشیہ، شعب علی (شعب ابی طالب)، الشامیہ اور الشبکیہ کی پہاڑیوں کے درمیان تقریباً 200 میٹر مربع وادی ہے جس کے چاروں جانب اونچے پہاڑ ہیں جن میں اونچے نیچے مکانات ہیں۔

مکہ شہر کے وہ علاقے جو بیت اللہ سے بھی نشیب (گہرائی) میں ہیں، مسفلہ (نشیبی) کہلاتے ہیں اور بلندی والے علاقوں کو المعلیٰ (اونچے) کہا جاتا ہے۔ المعلیٰ کی طرف ہی الحجون کا علاقہ ہے۔ 622ء میں جب نبی کریم ﷺ مکہ چھوڑ کر جانے لگے تھے تو آپ ﷺ نے شہر کی جانب رخ کرکے فرمایا تھا: ''اے مکہ! مجھے تمام شہروں سے بڑھ کر تجھ سے محبت ہے مگر تیرے بیٹے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔'' اس کے آٹھ سال بعد نبی کریم ﷺ جب فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ المعلیٰ (جبل کداء) کی جانب سے آئے تھے۔

کعبہ کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ گھر ایسا سادہ تعمیر ہوا

تھا کہ اس کی نہ چھت تھی، نہ کواڑ اور نہ چوکھٹ تھی۔ جب قصی بن کلاب کو کعبہ کی تولیت حاصل ہوئی تو انہوں نے قدیم عمارت گرا کر نئے سرے سے تعمیر کی اور کھجور کے تختوں کی چھت ڈالی۔ تعمیر کعبہ کے بعد سب سے پہلے یہاں قبیلہ جرہم آکر آباد ہوا اور بنو جرہم ہی میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی ہوئی تھی۔

حرم کعبہ پر سب سے پہلے جس نے غلاف چڑھایا وہ یمن کا حمیری بادشاہ اسعد تبع تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب 35 برس تھی اور سیلاب سے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا تھا، قریش نے اسے گرا کر دوبارہ تعمیر کیا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کعبہ کو ابراہیمی بنیادوں پر از سر نو تعمیر کیا لیکن دس سال بعد 74ھ میں حجاج بن یوسف نے پھر اسے قریش کی بنیادوں پر تعمیر کر دیا۔ شعبان 1039ھ میں موسلا دھار بارش سے کعبہ زمین بوس ہو گیا تو عثمانی خلیفہ مراد چہارم نے اسے نئے سرے سے تعمیر کرایا، چنانچہ کعبہ کی موجودہ عمارت عثمانی تعمیر ہے۔ اس کی اونچائی 15 میٹر، لمبائی تقریباً 12 میٹر اور چوڑائی تقریباً 11 میٹر ہے۔

صفا اور مروہ: یہ وہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ پانی کی تلاش میں سعی (بھاگ دوڑ) کرتی رہی تھیں اور انہی کی یاد تازہ کرنے کے لیے حاجی ان دونوں کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہما السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں سترہ دفعہ مذکور ہے۔ تفصیل یہ ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	133‘136‘140
آل عمران	3	84
النّساء	4	163
الأنعام	6	84
هود	11	71 (دو دفعہ)
يوسف	12	6‘38
إبراهيم	14	39
مريم	19	49
الأنبياء	21	72
العنكبوت	29	27
الصّافّات	37	112‘113
صٓ	38	48

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾

”ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہر ایک کو ہدایت بخشی۔ ہم نے اس سے قبل نوح کو ہدایت دی اور یعقوب کی اولاد میں سے داود، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون (علیہم السلام) کو بھی ہدایت دی اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح اچھا بدلہ دیتے ہیں۔“ (الانعام 84/6)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾

”اس کی عورت (پاس) کھڑی تھی، وہ ہنس دی تو ہم نے اسے اسحاق اور اس کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔“

(ہود 71/11)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٦﴾

''اسی طرح تیرا رب تجھے (نبوت کے لیے) منتخب فرمائے گا اور تجھے خوابوں کی تعبیر سکھائے گا۔ نیز تجھ پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت مکمل فرمائے گا جیسا کہ اس نے اس سے پہلے تیرے بزرگوں ابراہیم اور اسحاق پر اپنی نعمت پوری کی۔ بلاشبہ تیرا رب بہت علم وحکمت والا ہے۔'' (یوسف:6/12)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٩﴾

''اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔ بلاشبہ میرا رب خوب دعائیں سننے والا ہے۔'' (ابراہیم:39/14)

حضرت اسحاق علیہ السلام اپنے والد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی رہے۔ بعض تاریخی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیوی کا تعلق شمالی عراق کے ایک شہر ''فَدّان آرام'' سے تھا۔

حضرت اسحاق علیہ السلام ''الخلیل'' یعنی حبرون شہر میں فوت ہوئے اور وہیں ''مکفیلہ'' غار میں دفن ہوئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں بارہ دفعہ مذکور ہے۔ اور وہ مقامات یہ ہیں:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	125، 127، 133، 136، 140
آل عمران	3	84
النساء	4	163
الأنعام	6	86
إبراهيم	14	39
مريم	19	54
الأنبياء	21	85
صٓ	38	48

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ

لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿١٠٩﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٠﴾

”کافروں نے ابراہیم کے خلاف بڑی سازشیں کی لیکن ہم نے ان (کافروں) کو ذلیل وخوار کیا۔ ابراہیم نے کہا: ”میں اپنے پروردگار کی طرف جا رہا ہوں۔ ان شاء اللہ وہ مجھے راہ راست پر چلائے گا۔ اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔“

ہم نے اسے ایک بردبار بیٹے کی خوشخبری دی۔ پھر جب وہ بیٹا اس کے ساتھ کام کاج کرنے اور دوڑنے بھاگنے کے قابل ہو گیا تو ابراہیم نے کہا: ”اے بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں بتا تیرا کیا خیال ہے؟“

بیٹے نے کہا: ”ابا جان! جو آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کر گزریں۔ ان شاء اللہ مجھے صابر پائیں گے۔“

پھر جب وہ دونوں (باپ بیٹا) اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے فرماں بردار ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو پہلو کے بل لٹا لیا تو ہم نے پکارا: ”ابراہیم! تو نے واقعتاً خواب سچا کر دکھایا۔“ ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ ہم نے اسماعیل کی جان بچالی اور اس کی یادگار کے طور پر عظیم قربانی رائج کی اور بعد میں آنے والوں کی زبان پر اس کی اچھی تعریف جاری کی۔ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔“

(الصافات: 37/98...110)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿١٢٥﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٢٦﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٨﴾

”ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے مرکز اور گہوارۂ امن بنایا۔ تم مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھا کرو۔ ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع وسجدہ میں مشغول رہنے والوں کے لیے پاک صاف رکھا کرو۔

ذرا تصور کیجیے جب ابراہیم نے دعا کی تھی ”اے میرے پروردگار! اس جگہ کو پرامن شہر بنا دینا اور یہاں رہنے والوں کو

پھلوں کا رزق عطا فرمانا، خصوصاً جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو شخص کفر کرے گا میں اسے بھی کچھ دیر کے لیے یہ فوائد عطا کروں گا، پھر اسے (موت کے بعد) آگ کے عذاب کی طرف کھینچ لاؤں گا۔ اور یہ بدترین ٹھکانا ہے۔'' اس وقت کو یاد کیجیے جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور ساتھ ساتھ دعا کرتے تھے:) ''اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ کام قبول فرما۔ بلاشبہ تو ہی خوب سننے جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک ''اُمَّتِ مُسْلِمَه'' پیدا فرما اور ہمیں مناسک حج سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بلاشبہ تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (البقرۃ:2/125...128)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زندگی کے واقعات اپنے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے ساتھ منسلک رہے ہیں مثلاً: ذبح وغیرہ کے واقعات جن کی بنا پر آپ ''ذبیح'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ اسی طرح آپ کا اپنے والد محترم اور والدہ محترمہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ مکہ کا سفر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں کئی بار تشریف لائے۔ ایک دفعہ جب وہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کعبہ تعمیر کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ اور ان کی والدہ محترمہ بیت اللہ کے ساتھ حِجر (حطیم) میں مدفون ہیں۔ واللہ اعلم.

❀ قصص الأنبياء، ابن كثير : 133
❀ قصص الأنبياء، الثعلبي : 81
❀ قصص الأنبياء، الطبري : 168
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 33، 347
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 103، 126
❀ قصص الأنبياء، النجار : 98، 103

اسحٰق علیہ السلام

الخلیل (فلسطین) اور فدان آرام (حرّان)
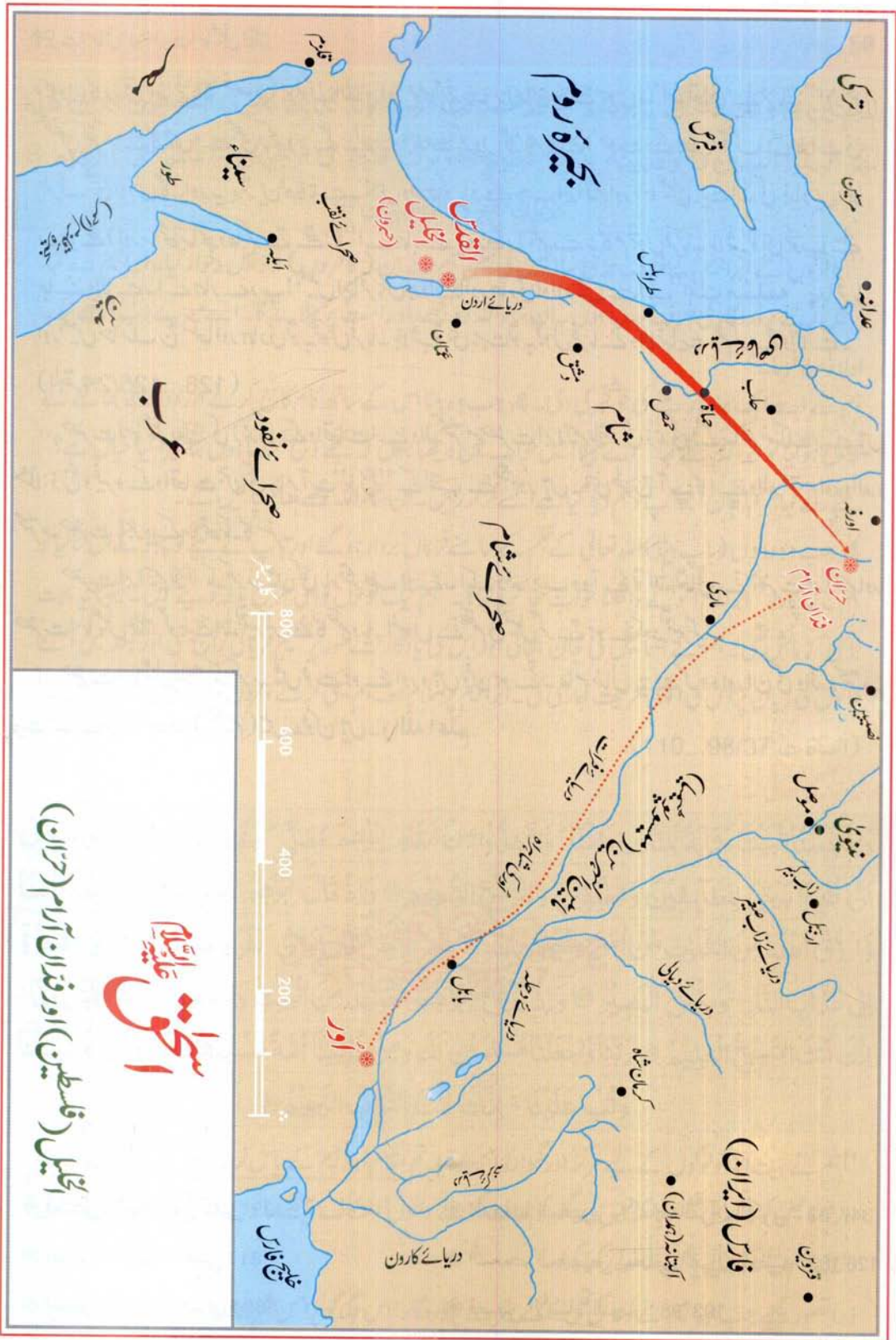
بیت اللہ میں مقام ابراہیم

الخلیل شہر (فلسطین)

حضرت اسحٰق علیہ السلام

حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سارہ کے فرزند تھے۔ اسحٰق اصل عبرانی تلفظ کے لحاظ سے ''یصحق'' ہے جس کا عربی ترجمہ یضحک (وہ ہنستا ہے) بنتا ہے۔ عربی قاعدے کے مطابق ''یصحق'' مضارع کا صیغہ ہے جو اہل عرب کے دستور کے مطابق بطور نام استعمال ہوا ہے۔ اسے انگریزی میں آئزک (Issac) کہتے ہیں۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے 13 برس چھوٹے تھے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام فلسطین میں الخلیل (حبرون) کے مقام پر پیدا ہوئے تھے۔ ان کی زوجہ رِبقہ کا تعلق فدّان آرام سے تھا۔ اس طرح رِبقہ بنو اسرائیل کی جدّہ ماجدہ تھی۔ حضرت اسحٰق اور رِبقہ کی قبریں بھی حبرون میں غار کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی قبروں کے ساتھ موجود ہیں۔

فدّان آرام: یہ نواح حرّان میں واقع تھا اور انتظامی طور پر سلطنت بابل میں شامل تھا۔ فدان آرام کا نام بنوارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے باعث پڑا۔ ارَم کی جمع آرام ہے۔ اسی سے آرامی زبان مشہور ہوئی۔

ماری: شام میں دریائے فرات کے مغربی کنارے پر واقع سُمیری شہر ماری ان دنوں ''تلّ الحُریری'' کہلاتا ہے۔ یہ دوسری تیسری ہزاری ق م میں ایک رستا بستا شہر تھا۔ اب اس کے کھنڈر ہی موجود ہیں۔ ماری' بابل سے حران جانے والے راستے پر دریائے خابور اور دریائے فرات کے سنگم کے قریب واقع تھا۔ حرّان سے ماری کا فاصلہ اڑھائی تین سو کلومیٹر جبکہ بابل سے ماری سات آٹھ سو کلومیٹر دور تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام' سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام ''اُور'' اور بابل سے حاران جاتے ہوئے ماری سے گزرے تھے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد: بائبل کے مطابق حضرت اسحٰق علیہ السلام 180 برس کی عمر میں فوت ہوئے' ان کے دو بیٹے تھے: عیسو اور یعقوب۔ عیسو کی تین بیویوں سے الیفز' رعوایل' یعوس' یعلام اور قورح پیدا ہوئے۔ رعوایل کی ماں بشامہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں (عہد نامہ عتیق' پیدائش)۔

عیسو اور اس کے بیٹے فلسطین سے ترک وطن کر کے کوہ شعیر (جنوبی اردن) کے علاقے میں جا آباد ہوئے۔ یہ علاقہ بحیرۂ مردار کے جنوب میں ہے۔ چونکہ عیسو کا ایک نام ادوم بھی تھا' اس لیے کوہ شعیر کا علاقہ بھی ادوم کہلایا۔ بائبل کے مطابق بالع بن بعورٗ ادوم میں ایک بادشاہ تھا اور اس کے شہر کا نام دنہابا تھا۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے دوسرے بیٹے یعقوب علیہ السلام نبی تھے اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ ان کے بڑے بیٹے کے نام یہودا کی نسبت سے بنی اسرائیل کو یہود بھی کہا جاتا ہے۔ ''یہود'' کا واحد ''یہودی'' ہے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

بائبل کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 86 برس تھی جب ان کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے تھے کیونکہ اسحٰق علیہ السلام نے بعد میں سارہ کے بطن سے جنم لیا۔ بشری تقاضے سے سارہ کو اپنی لونڈی ہاجرہ کے حاملہ ہونے پر رشک ہوا تو ہاجرہ مجبوراً حبرون سے صور (لبنان کی بندرگاہ) کی طرف چلی گئیں اور وہاں ایک چشمے پر اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور انہوں نے فرشتے کی بشارت کے مطابق بیٹے کا نام اسمٰعیل رکھا۔ یہ ''اسمع'' اور ''ایل'' سے مرکب نام ہے۔ ''ایل'' عبرانی میں ''اللہ'' کے مترادف ہے اور عربی کے ''اسمع'' اور عبرانی کے ''شماع'' کے معنی ہیں ''سن''۔ چونکہ ان کی ولادت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی' اس لیے یہ نام رکھا گیا۔ انگریزی میں اسے اشمائیل (Ishmael) لکھتے ہیں۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش پر ان کی سوتیلی ماں سارہ دونوں ماں بیٹے کو کسی اور جگہ چھوڑ کر آنے کا تقاضا کرنے لگیں تو حکم الٰہی کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کو وادی غیر ذی زرع (سرزمین مکہ) میں چھوڑ گئے جہاں ننھے اسمٰعیل کے ایڑیاں رگڑنے سے زمزم کا چشمہ جاری ہوا۔ یہ فاران کا بیابان تھا۔ وہیں بعد میں قبیلہ بنی جرہم آبسا اور اسمٰعیل علیہ السلام کے بڑے ہونے پر بنو جرہم میں ان کی شادی ہوئی۔ مکہ ہی میں اسمٰعیل علیہ السلام کے لڑکپن میں ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا واقعہ پیش آیا جب حکم الٰہی کے مطابق ان کی جگہ دنبہ ذبح کیا گیا۔ یہ واقعہ منٰی کے قریب پیش آیا تھا۔ اسی لیے اسمٰعیل علیہ السلام کو ''ذبیح اللہ'' کہا جاتا ہے۔ پھر حکم الٰہی کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی روایت کے مطابق کعبہ کی سب سے پہلی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں رکھی گئی تھی مگر پھر مرور ایام سے وہ بے نشان ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے وحی الٰہی سے اس جگہ کو کھودا تو سابق تعمیر کی بنیادیں نظر آئیں اور انہی پر بیت اللہ کی تعمیر نو کی گئی۔ جس پتھر پر چڑھ کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی دیوار کو بلند کیا وہ مقام ابراہیم ہے۔ جبریل علیہ السلام کی رہنمائی میں حجر اسود کو ایک پہاڑی سے نکال کر کعبہ کی دیوار میں نصب کیا گیا۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد: ذبیح اللہ کے بارہ بیٹے اور ایک بیٹی بشامہ یا محلاۃ تھی۔ بیٹوں کے نام نابت یا نبایوت' قیدار' اوبئیل' ہشام' مشماع' رومہ' منشا' عدار' تیما' یطور' نافیش اور قیدما تھے۔ بائبل کے مطابق یہ اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے۔ ان میں نابت اور قیدار بہت مشہور ہوئے۔ نابت کی اولاد اصحاب الحجر کہلائی اور قیدار کی نسل اصحاب الرس کے نام سے مشہور ہوئی (قصص القرآن)۔ رحمۃ للعلمین کے مصنف نے قریش مکہ کو عدنان کے واسطے سے قیدار بن اسمٰعیل کی اولاد بتایا ہے جبکہ امام بخاری تاریخ الکبیر میں عدنان کو نابت کی اولاد بتاتے ہیں۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر 136 سال تھی جب ان کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی نسل حجاز، شام، عراق، فلسطین اور مصر تک پھیل چکی تھی۔ بائبل کے مطابق اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر فلسطین میں ہے جبکہ عرب مؤرخین کہتے ہیں کہ وہ اور ان کی والدہ ہاجرہ دونوں بیت اللہ کے قریب حرم کے اندر مدفون ہیں۔ (تاریخ طبری)

صور: جنوبی لبنان کی بندرگاہ صور، اسماعیل علیہ السلام کی جائے پیدائش ساحل بحیرۂ روم پر واقع ہے۔ یہ حبرون (الخلیل) سے تقریباً اڑھائی سو کلومیٹر شمال میں ہے۔ یورپی زبانوں میں اسے Tyre (طائر) لکھا جاتا ہے۔ لبنانی بندرگاہ صیدا (Sidon) صور کے شمال میں ہے اور عکاّ (اسرائیل) کی بندرگاہ صور کے جنوب میں ہے۔ صُور کی آبادی 40 ہزار سے زائد ہے۔ اس کی بنیاد فینیقیوں نے تیسری ہزاری میں رکھی تھی۔ یہاں کا بادشاہ حیرام اول سلیمان علیہ السلام کا ہم عصر تھا۔ صور کی ملکہ دیدون نے افریقہ جا کر 813 ق م میں شہر قرطاجہ (Carthage) آباد کیا جس کے کھنڈر تونس میں ہیں۔ 8 ویں صدی ق م میں اَشُوریوں نے، 573 ق م میں بخت نصر نے اور 332 ق م میں اسکندر اعظم نے صُور پر حملہ کیا۔ صلیبی جنگوں کے دوران عیسائی اس پر قابض رہے۔

بیت اللہ: مسلمانوں کے قبلہ کو بیت اللہ یا کعبہ کہتے ہیں جو مکہ مکرمہ میں واقع ہے۔ مروہ پہاڑی کعبہ کے شمال میں ہے جبکہ صفا کعبہ کے جنوب میں ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان المسعی یعنی سعی کا راستہ ہے جو قدرے جنوب مشرق سے شمال کو چلا گیا ہے۔ ہلکے نیلے رنگ کے سخت پتھر سے بنے ہوئے بیت اللہ کو کعبہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی شکل مکعب ہے۔ بظاہر اس کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی برابر ہیں مگر غور سے دیکھیں تو ایسا نہیں۔ بیت اللہ زمین سے پندرہ میٹر (49 فٹ 3 انچ) بلند ہے۔ حطیم کی جانب اور اس کے مقابل کی دیواریں 35' 35 فٹ لمبی ہیں جبکہ دروازے والی اور اس کے مقابل کی غربی دیوار چالیس چالیس فٹ کی ہیں۔ دروازہ فرش مطاف سے چھ فٹ بلند ہے۔ خود دروازے کی بلندی ساڑھے چھ فٹ ہے اور اس کے بائیں ہاتھ زمین سے قریباً پانچ فٹ بلندی پر حجر اسود ہے (''حرم کعبہ'' از پروفیسر عبدالرحمٰن عبد)۔ کعبے کا دروازہ مشرقی جانب ہے۔ اس کے مشرقی گوشے میں حجر اسود ہے اور جنوبی گوشہ رکن یمانی کہلاتا ہے۔

بیت اللہ کے اردگرد مسجد حرام واقع ہے جس میں کئی دروازے ہیں، مثلاً باب فتح (مسعی کی جانب)، باب عمرہ (مغرب میں)، باب عبدالعزیز (جنوب میں)، باب الصفا (جنوب مشرق میں)، باب الفتح (شمال مغرب میں) اور باب السلام (مشرق میں)۔ باب کعبہ کے دائیں ہاتھ مقام ابراہیم ہے جو شیشے کے خول میں بند اور قابل دید ہے۔ کعبے کے مشرق میں تھوڑے فاصلے پر چاہ زمزم ہے۔

منیٰ: مکہ سے منیٰ کا فاصلہ سات آٹھ کلومیٹر ہے اگرچہ گنبد صفا کے قریب اور کوہ ابوقبیس کے نیچے بنی ہوئی سرنگوں میں سے جائیں تو یہ فاصلہ تین ساڑھے تین کلومیٹر رہ جاتا ہے۔ مکہ سے منیٰ کے نیم دائرے کے راستے میں محلّہ شعب ابی طالب (شعب علی) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد مبارک، مسجد جن، محلّہ شعب بنی عامر، محلّہ الجعفر یہ، الروضہ، خنساء، کوہ حرا کو جانے والی سڑک، فیصلیہ، دائیں ہاتھ جدید آبادی العزیزیہ اور آگے وہ سڑک ہے جو منیٰ میں سیدھی قربان گاہ پہنچتی ہے، اسی لیے اس

کا نام مجر الکبش ہے۔ منیٰ میں دائیں بائیں پہاڑیوں کے سلسلے ہیں جس کی آغوش میں ایک ڈیڑھ کلومیٹر چوڑی وادی ہے۔ منیٰ میں بائیں ہاتھ تین جمرات ہیں جہاں ابلیس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا ذبح کرنے کے ارادے سے بہکانے کی کوشش کی تھی اور خلیل اللہ نے اسے کنکریاں مار کر بھگا دیا تھا' چنانچہ حجاج جمرات پر کنکریاں مار کر وہی سنت ابراہیمی ادا کرتے ہیں۔

جمرات سے آگے مسجد خیف ہے جس میں ایک بڑے گنبد والی بارہ دری ہے جہاں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ زن ہوئے تھے۔ وادیٔ منیٰ کی گزرگاہ کے عین درمیان دس بارہ فٹ اونچی اور چھ فٹ چوڑی وہ دیوار ہے جو اصحاب الفیل کے واقعے کی نشاندہی کے لیے بنائی گئی ہے۔ قریباً سو میٹر آگے ایسی ہی ایک اور دیوار کھڑی ہے۔ ان دونوں نشانات کے درمیان وادیٔ محسّر ہے۔ یہیں ہاتھی والوں کا واقعہ پیش آیا تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں ستائیس دفعہ مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنعام	6	86
الأعراف	7	80
هود	11	70‘74‘77‘81‘89
الحجر	15	59‘61
الأنبياء	21	71‘74
الحج	22	43
الشُّعراء	26	160‘161‘167
النَّمل	27	54‘56
العنكبوت	29	26‘28‘32‘33
الصَّافّات	37	133
صٓ	38	13
قٓ	50	13
القمر	54	33‘34
التَّحريم	66	10

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾

”(حضرت) لوط (علیہ السلام) کا تذکرہ کیجیے۔ اس نے اپنی قوم سے کہا: ”کیا تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے (کسی دور میں) کسی شخص نے نہیں کی؟ تم عورتوں کی بجائے مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو۔ تم تو حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔“ اس کی قوم کا جواب ایک ہی تھا کہ ”ان کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔“

پھر ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو نجات دے دی لیکن اس کی بیوی انھی میں رہ گئی۔ پھر ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔ دیکھو! ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟“ (الاعراف:7/80...84)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

''فرشتوں نے کہا: ''اے لوط! ہم تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ تو اپنے گھر والوں کو لے کر رات کے کسی حصے میں نکل جا اور تم سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ البتہ تیری بیوی کو وہی عذاب پہنچے گا جو ان کیلئے مقدر ہو چکا۔ ان کے عذاب کیلئے صبح کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ کیا صبح قریب نہیں؟ پھر جب ہمارا عذاب آ گیا ہم نے ان کی بستی الٹ دی اور اس پر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھروں کی بارش برسا دی جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے۔ یہ تباہ شدہ بستی ان ظالموں (مشرکین مکہ) کے راستے سے کوئی زیادہ دور نہیں۔'' (ہود: 81/11...83) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

''جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے آل لوط کے پاس پہنچے تو لوط نے کہا: ''تم اجنبی لوگ ہو۔'' وہ کہنے لگے: ''ہم تو وہ (عذاب) لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے۔ ہم تیرے پاس حق لے کر آئے ہیں اور بالکل سچ کہتے ہیں۔ رات کو کسی وقت اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جانا اور خود سب سے پیچھے رہنا اور کوئی آدمی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے اور وہاں چلے جانا جہاں تمہیں جانے کا حکم دیا گیا ہے۔'' ہم نے اسے صاف صاف بتا دیا کہ صبح ان کی جڑ تک کٹ جائیگی۔ شہر والے لوگ بڑے خوش خوش آئے (تاکہ اجنبی لوگوں سے بدکاری کریں۔) لوط نے کہا: ''یہ لوگ میرے مہمان ہیں تم مجھے رسوا نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو نہ کرو۔'' وہ کہنے لگے: ''کیا ہم نے تجھے ہر ایرے غیرے کو مہمان

بنانے سے روکا نہیں ہوا؟'' لوط کہنے لگے: ''اگر تم نے ایسا کرنا ہی ہے تو تمہارے پاس میری بیٹیاں (تمہاری بیویاں) موجود ہیں۔'' تیری زندگی کی قسم! وہ لوگ اپنے نشے میں مدہوش تھے' اس لیے پو پھٹتے ہی ان کو ایک زبردست چنگھاڑ نے اپنی گرفت میں لے لیا' پھر ہم نے اس بستی کو تلپٹ کر دیا اور ان پر کھنگروں کی بارش برسائی۔

بلاشبہ اس واقعہ میں سمجھدار لوگوں کے لیے عبرت کا سامان ہے۔ یہ بستی تو معروف تجارتی راستے کے عین اوپر واقع ہے۔ بلاشبہ اس میں صاحب ایمان لوگوں کے لیے عظیم نشانی ہے۔'' (الحجر:15/61...77)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٧٠﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٧٢﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٤﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧٥﴾

''قوم لوط نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان کے (ہم نسب) بھائی لوط نے ان سے کہا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ بلاشبہ میں تمہاری طرف امانتدار رسول ہوں' اس لیے اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تم سے اجرت نہیں مانگتا۔ میرا ثواب تو اللہ رب العالمین کے ہاں مقرر ہے۔ کیا عالم میں سے صرف تم ہی مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو اور تمہارے رب نے تمہارے لیے جو بیویاں پیدا کی ہیں' انہیں چھوڑے رکھتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل گئے ہو۔'' وہ کہنے لگے: ''اے لوط! اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا تو تجھے بستی سے نکال دیا جائے گا۔'' لوط نے کہا: ''کوئی شک نہیں مجھے تمہارے اس کام سے شدید نفرت ہے۔ اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کی بدکرداریوں سے نجات دے۔'' ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دے دی' لیکن اس کی بوڑھی بیوی انہی میں رہ گئی۔ پھر ہم نے اس کی قوم کو تباہ و برباد کر دیا اور ان پر عجیب بارش برسائی جو یقیناً بہت بری بارش تھی۔ بلاشبہ اس واقعہ میں عبرت ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ بلاشبہ تیرا رب بہت قوت اور غلبے والا ہے اور رحم بھی وہی کرتا ہے۔'' (الشعراء:26/160...175) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٩﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾ وَلَمَّا

جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڭ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

''اور لوط کا تذکرہ کیجیے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ''تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی شخص نے نہیں کی۔ تم مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو' ڈاکے ڈالتے ہو' اور اپنی مجالس میں بہت برے کام کرتے ہو۔'' لیکن اس کی قوم کا بس ایک ہی جواب تھا: ''اگر تو سچا ہے تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ۔'' لوط نے کہا: ''اے میرے پروردگار! ان فسادیوں کے خلاف میری مدد فرما۔'' پھر جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس (بیٹے کی) خوشخبری لے کر آئے تو (ساتھ ہی) کہنے لگے: ''ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ بلاشبہ اس میں رہنے والے ظالم لوگ ہیں۔'' ابراہیم کہنے لگے: ''اس بستی میں تو لوط بھی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ہم وہاں کے رہنے والوں کو بخوبی جانتے ہیں۔ ہم لوط اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے' لیکن اس کی بیوی عذاب میں پھنس جانے والوں میں شامل ہے۔'' پھر جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو انہیں دیکھ کر اسے دکھ ہوا' بلکہ دل میں گھٹن پیدا ہوگئی۔ فرشتے کہنے لگے: ''نہ ڈر نہ غمگین ہو' ہم تجھے اور تیرے گھر والوں کو بچا لیں گے' لیکن تیری بیوی پیچھے رہ جائے گی۔ ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں کیونکہ یہ فاسق لوگ ہیں۔'' ہم نے اس بستی کو تباہ کر کے عقلمند لوگوں کے لیے واضح عبرت بنا دیا۔'' (العنکبوت: 28/29...35)

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور انہی کے ساتھ رہے۔ البتہ مصر سے واپسی کے بعد باہمی رضامندی سے الگ ہو گئے کیونکہ ایک محدود علاقہ ان دونوں کے جانوروں کے لیے کافی نہ تھا' لہٰذا وہ بحیرۂ مردار (بحیرۂ لوط) کے انتہائی جنوب میں فروکش ہوئے جہاں سدوم اور عامورہ بستیاں آباد تھیں۔ یہی دو بستیاں زلزلے کے ساتھ ایسی تباہ ہوئیں کہ تلپٹ ہو گئیں۔ البتہ صوغر بستی کو کوئی نقصان نہ پہنچا جہاں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے پناہ حاصل کی تھی۔

- قصص الأنبياء' ابن كثير : 132
- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 654
- قصص الأنبياء' الثعلبي : 105
- قصص الأنبياء' الطبري : 186
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1047
- قصص الأنبياء' النجار : 112

لوط علیہ السلام
بحیرۂ لوط (بحیرۂ مردار)
سدوم، عامورہ اور ضوغر
شام
بحیرۂ روم
فلسطین
اردن
اردن
عرب
سیناء
صحرائے نقب
قنیطرہ
حولہ
صفد
عکا
حیفا
عتلیت
قیساریہ
طبریہ
جھیل طبریہ
ناصرہ
بیسان
دریائے یرموک
دریائے اردن
اربد
ازرع
شہبا
سویداء
اذرعات
(درعا)
بصری الشام
جنین
طولکرم
عجلون
نابلس
عوجا
زرقاء
زرقاء
قصر الحلابات
یافا (تل ابیب)
لُد
رملہ
اریحا
سلط
عمان
ازرق
القدس (یروشلم)
مادبا
قصر عمرہ
غزہ
الخلیل (حبرون)
بحیرۂ لوط
بئر سبع
وادی غزہ
کرک
ضوغر
سدوم
عامورہ
عوجا
شوبک
ازرح
پٹرا
معان
جفر
عقبہ
ایلہ (ایلات)
خلیج عقبہ

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت لوط علیہ السلام اور قوم سدوم

حضرت لوط علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ان کے والد کا نام عمران تھا۔ لوط علیہ السلام کی نشوونما حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ ہوئی، چنانچہ وہ اور حضرت سارہ ملت ابراہیمی کے پہلے مسلم اور السابقون الاولون ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی "اُور" (جنوبی عراق) سے حاران کی طرف ہجرت کی تھی۔ وہاں سے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی جبل بیت المقدس آئے اور حضرت لوط علیہ السلام کی اہلیہ بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ چرواہے بادشاہوں کے دور میں وہ لوگ مصر پہنچے۔ وہاں حالات ناسازگار پائے تو واپسی کی راہ لی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بئر سبع (فلسطین) میں مقیم ہو گئے مگر حضرت لوط سدوم (اردن) چلے آئے جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں بگڑے ہوئے اہل سدوم کی ہدایت کے لیے نبی مبعوث فرمایا۔ وہ قوم اغلام بازی اور دیگر گناہوں میں مبتلا تھی اور ان کے اس برے فعل کا نام ہی سدومیّت پڑ گیا۔

شہر سدوم: سدوم بحیرۂ میت (بحیرۂ لوط) کے جنوب میں آباد تھا۔ اس کے قریب عامورہ نامی ایک بڑا شہر تھا جبکہ تلمود کے مطابق سدوم کے علاوہ اس علاقے میں چار بڑے شہر تھے۔ انہیں میں سے ایک شہر صُغر یا ضوغر تھا۔ بائبل میں اس قوم کے صدر مقام کا نام سدوم بتایا گیا ہے۔ قوم لوط علیہ السلام کی بداعمالی کی سزا اسے پتھروں کی بارش کے خوفناک ترین عذاب کی شکل میں ملی۔ اس عذاب کی لپیٹ میں حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمان بیوی بھی آ گئی اور صرف حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے پیروکار مومن بچے جنھوں نے صُغر نامی بستی میں جا پناہ لی تھی۔ (حضرت لوط علیہ السلام کی نسبت سے ان کی قوم کے فعلِ بد کو "لواطت" اور ایسا عمل کرنے والے کو "لوطی" کہنا انتہائی معیوب ہے بلکہ اس نہایت برے فعل کو سدومیت کہنا چاہیے جیسا کہ انگریزی میں اسے Sodomy کہا جاتا ہے۔) "سفرنامہ ارض القرآن، روداد سفر سید ابوالاعلیٰ مودودی" میں لکھا ہے: "......ہم بحر میت کے مشرقی ساحل پر اس جگہ پہنچے جسے اللسان کہا جاتا ہے۔ اسی کے قریب جنوب کی طرف بحر میت کا وہ حصہ واقع ہے جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہاں سدوم اور قوم لوط کے دوسرے شہر غرق ہوئے تھے اور اسی لیے بحر میت کے اس حصے کو بحر لوط کہا جاتا ہے۔ بحر میت کے گردوپیش پورے علاقے کو دیکھ کر صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں زبردست عذاب نے زمین کو جگہ جگہ سے شق کر دیا ہے اور جگہ جگہ زمین دھنس گئی ہے۔" بائبل کے مطابق "اللہ نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ آسمان سے برسائی" اور ابراہام نے دیکھا کہ "زمین پر سے دھواں اٹھ رہا ہے جیسے بھٹی کا دھواں۔"

بحیرۂ مردار کے جنوبی کنارے پر جہاں ضغر واقع تھا، وہاں آج کل غور الصافی نامی قصبہ آباد ہے۔ اس سے تقریباً 30 کلومیٹر شمال مشرق میں الکرک واقع ہے جو صلیبی جنگوں کے زمانے میں سلطان صلاح الدین ایوبی کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ (قصص القرآن حصہ اول میں تورات (پیدائش باب 19 آیت 22) کے حوالے سے حضرت لوط کی جائے پناہ کا نام ضُوعر

یا ضُغر لکھا ہے اور آخر الذکر ہی درست ہے۔ اطلس القرآن (عربی) میں دیا ہوا نام ''صوغر'' درست نہیں ہے کیونکہ بائبل سوسائٹی کی شائع کردہ ''کتاب مقدس'' میں بھی ''ضغر'' ہی لکھا ہے۔)

قصص القرآن میں ''بستانی'' جلد 9 کے حوالے سے درج ہے: ''یہ مقام شروع سے سمندر نہیں تھا بلکہ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلے اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً چار سو میٹر سمندر کے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا۔ اسی لیے اس کا نام بحر میت اور بحر لوط ہے۔''

صاحب قصص القرآن نے مزید لکھا ہے: ''گزشتہ دو سال کی اثری تحقیق نے بحر میت کے ساحل پر قوم لوط علیہ السلام کی بستیوں کے تباہ شدہ آثار ہویدا کر کے اس علم و یقین کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے جس کا اعلان ساڑھے تیرہ سو سال پہلے قرآن عزیز نے کر دیا تھا۔''

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کا نام قرآن مجید میں ان سولہ مقامات پر مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	140‘136‘133‘132
آل عمران	3	84
النّساء	4	163
الأنعام	6	84
هود	11	71
يوسف	12	68‘38‘6
مريم	19	49‘6
الأنبياء	21	72
العنكبوت	29	27
صٓ	38	45

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ښ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٣﴾

”ابراہیم اور یعقوب نے اپنے اپنے بیٹوں کو اسی دین کی وصیت کی۔“ ”اے میرے بیٹو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ دین منتخب فرمایا' لہٰذا تمھیں جب بھی موت آئے اسلام پر آئے۔
(اے یہودیو!) کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کو موت آئی اور اس نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا: ”تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟“ ان سب نے بیک زبان کہا: ”ہم اس ایک معبود کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے اور آپ کے آباء واجداد ابراہیم' اسماعیل اور اسحاق کا بھی معبود ہے۔ یقیناً ہم اس کے فرمانبردار رہیں گے۔“
(البقرة:2/132‘133)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ

وَيَعْقُوبَ ط كُلًّا هَدَيْنَا ج وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهٰرُونَ ط وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ ط كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ط وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿٨٦﴾

''یہ ہماری طرف سے ایک حجت تھی جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے خلاف سجھائی تھی۔ ہم جس کے چاہیں درجات بلند کرتے ہیں۔ بلاشبہ تیرا پروردگار بہت حکمت وعلم والا ہے۔ پھر ہم نے اسے اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عنایت فرمائے۔ ہم نے ان سب کو ہدایت بخشی اور اس سے قبل ہم نے نوح کو بھی ہدایت عطا کی تھی۔ نیز ابراہیم کی اولاد میں سے داود' سلیمان' ایوب' یوسف' موسیٰ اور ہارون کو بھی ہدایت بخشی۔ ہم نیکوکار لوگوں کو اسی طرح جزائے خیر عطا فرماتے ہیں۔ اور (ان کے بعد ہم نے) زکریا' یحییٰ' عیسیٰ اور الیاس کو بھی ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ یہ سب نیک لوگ تھے۔ ان کے علاوہ ہم نے اسماعیل' یسع' یونس اور لوط کو بھی نور ہدایت بخشا اور ان سب کو ہم نے (اپنے اپنے دور میں) دنیا جہان پر فضیلت عطا فرمائی۔'' (الانعام:6/83...86)

حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے شمالی عراق کے شہر ''فدان آرام'' گئے۔ پھر واپس فلسطین لوٹ آئے۔ پھر مصر منتقل ہوئے اور وہیں فوت ہوئے۔ لیکن ان کے جسد مبارک کو محفوظ رکھا گیا اور عرصہ دراز کے بعد فلسطین لا کر ان کی وصیت کے مطابق شہر ''الخلیل'' (حبرون) میں ''مکفیلہ'' غار کے اندر دفن کیا گیا جہاں ان کے والد محو آرام تھے۔

❀ قصص الأنبياء' ابن كثير : 188
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 773
❀ قصص الأنبياء' الثعلبي : 110
❀ قصص الأنبياء' الطبري : 209
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1332
❀ قصص الأنبياء' النجار : 119

یعقوب علیہ السلام

الخلیل سے فدّان آرام، مصر اور واپس الخلیل کے سفر

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ ان کی والدہ رِبقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے بیتوئیل کی بیٹی تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور عیسو دونوں حقیقی بھائی تھے۔ دونوں بھائیوں میں کشیدگی کے باعث حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی والدہ کے اشارے پر بئر سبع سے فدان آرام (شمالی عراق) چلے گئے۔ وہاں انہوں نے سات سال اپنے ماموں لابان کی بکریاں چرائیں تو ماموں نے اپنی بڑی بیٹی لیاہ سے ان کا نکاح کر دیا اور مزید سات برس بکریاں چرانے کی شرط پر راحیل بھی ان کے نکاح میں دے دی۔ (اس زمانے میں دو بہنوں کا ایک نکاح میں جمع ہونا شرعاً ممنوع نہ تھا) بلکہ لیاہ کی خانہ زاد زِلفا اور راحیل کی خانہ زاد بلہا بھی ان کی زوجیت کے رشتے میں منسلک ہوگئیں اور ان سب سے اولاد بھی ہوئی۔ بنیامین کے سوا یعقوب علیہ السلام کی تمام اولاد اس وقت پیدا ہوئی جب وہ اپنے ماموں کے ہاں مقیم تھے۔ 20 سال وہاں رہ کر حضرت یعقوب فلسطین چلے آئے اور حبرون میں مقیم ہوگئے۔ ان کی اولاد کی تفصیل یوں ہے:

لیاہ بنت لابان سے: (1) روبن (2) شمعون (3) لاوی (4) یہودا (5) اشکار (6) زبولون۔

راحیل بنت لابان سے: یوسف اور بنیامین۔

بلہا جاریہ راحیل سے: دان اور نفتالی۔

زِلفا جاریہ لیاہ سے: جاد اور آشر۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام حاران سے کنعان (فلسطین) پہنچے تو ان کی اہلیہ راحیل دوسرے بیٹے بنیامین کو جنم دینے کے بعد فوت ہوگئیں اور انہیں بیت اللحم میں دفن کیا گیا۔

حبرون سے مصر تک: حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں عمر کا بڑا حصہ گزارا اور حبرون سے مصر اس وقت منتقل ہوئے جب ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں برسرِ اقتدار تھے۔ ان کے باقی بیٹے بھی ساتھ گئے۔ اس وقت چرواہے بادشاہوں کے خانوادے کا بادشاہ اپوفیس ملک کا حکمران تھا۔ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی انتظامی لیاقت بھانپ کر عملاً اپنے تمام اختیارات انہیں سونپ دیے تھے۔ چنانچہ حضرت یوسف کی حیثیت ریجنٹ (نائب بادشاہ) کی تھی۔ چرواہے بادشاہوں کا دارالحکومت نیل کے ڈیلٹا میں بحیرہ منزلہ کے قریب افارس نامی شہر تھا جو اب صان الحجر کہلاتا ہے۔ چرواہے بادشاہ چونکہ شام سے آئے تھے اور اپنے دیوتا بھی وہیں سے لائے تھے لہٰذا مصر کی مذہبی اصطلاح کے مطابق وہ ''فرعون'' نہیں تھے۔ اسی لیے اپوفیس کو قرآن پاک میں ''ملک'' کہا گیا ہے ''فرعون'' نہیں۔ (تفہیم القرآن)

جشن: حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے خاندان کو اس علاقے میں آباد کیا جو دمیاط، بحیرۂ منزلہ اور

قاہرہ کے درمیان ہے۔ بائبل میں اس علاقے کو جشن یا گوشن بتایا گیا ہے۔ فلسطین میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی جائے قیام حبرون (الخلیل) کی وادی میں تھی جہاں ان کے والد حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ان سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام رہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی کچھ زمین سکّم (موجودہ نابلس) میں بھی تھی۔

سِکم یا نابُلس: بائبل میں ہے کہ "حضرت یعقوب علیہ السلام نے فدان آرام سے آکر ملک کنعان کے ایک شہر سکم کے سامنے ڈیرے لگائے۔" اور المنجد میں لکھا ہے: "غرب اردن کے اس شہر کا قدیم نام سامرہ ہے۔ اس کے قریب بئر یعقوب اور یوسف علیہ السلام کی قبر ہے۔ نابلس کی آبادی 75 ہزار ہے۔" درست بات یہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر مغارہ مکفیلہ' الخلیل میں ہے جبکہ نابلس میں محض ان کی یادگار ہے۔

معجم البلدان کے مطابق اس کا نام "نابلس" اس لیے پڑا کہ اس وادی میں ایک بہت بڑا سانپ (لس) تھا۔ لوگوں نے اسے مار کر اس کا دانت نکال کر شہر کے دروازے پر لٹکا دیا۔ یوں شہر کا نام ہی نابُ لُس (اژدہے کا دانت) یا نابُلس پڑ گیا۔ اس کے باہر ایک پہاڑ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت آدم علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا۔ اور یہاں ایک اور پہاڑ کے بارے میں یہود کا عقیدہ ہے کہ اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کیا تھا اور وہ غلط طور پر حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح قرار دیتے ہیں حالانکہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ نابلس میں امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محمد بن احمد بن سہل بن نصر ابو بکر الرملی عرف نابلسی رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہوئے جنہیں 363ھ میں مصر کے فاطمی خلیفہ نے اس طرح شہید کیا کہ ان کی کھال اتار کر اس میں بھس بھرا اور اسے سولی پر لٹکا دیا گیا۔

بنی اسرائیل: حضرت یعقوب علیہ السلام کا عبرانی نام اسرائیل ہے۔ یہ اسرا (بندہ) اور ایل (اللہ) سے مرکب ہے' یعنی "اسرائیل" اور "عبداللہ" باہم مترادف ہیں۔ اسی لیے بنو اسحٰق میں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ بائبل میں لکھا ہے: "فدان آرام سے آنے کے بعد خدا نے یعقوب سے کہا تیرا نام آگے کو یعقوب نہ کہلائے گا بلکہ تیرا نام اسرائیل ہوگا۔ سو اس نے اس کا نام اسرائیل رکھا۔" (پیدائش: باب 35 آیت 10)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات: یعقوب علیہ السلام مصر میں ستر برس اور جیے' اس طرح ان کی کل عمر 147 برس ہوئی۔ انہوں نے وفات سے پہلے یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے مصر میں دفن نہ کرنا بلکہ کنعان میں میرے باپ دادا کے پاس اس مغارہ میں' جو ممرے کے سامنے مکفیلہ کے کھیت میں ہے' دفن کرنا۔ یہ کھیت حضرت ابراہیم نے عفرون حیتی سے مول لیا تھا۔ اسی مغارہ یعنی غار میں ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ سارہ' اسحٰق علیہ السلام اور ان کی بیوی رِبقہ اور یعقوب علیہ السلام اور کی بیوی لیاہ کو دفن کیا گیا تھا۔ چنانچہ جب یعقوب علیہ السلام فوت ہوگئے تو اہل مصر کے طریق پر ان کے جسد کو چالیس دن تک خوشبوؤں اور مسالوں سے محفوظ کر لیا۔ پھر یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی اور مصر کے مشائخ یعقوب علیہ السلام کی لاش رتھ پر رکھ کر کنعان لے گئے اور وہاں حبرون میں مکفیلہ کے کھیت کے غار میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ (کتاب مقدس۔ پیدائش باب 50)

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں مندرجہ ذیل 27 مقامات پر مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنعام	6	84
یوسف	12	4‘7‘8‘9‘10‘11‘17‘21‘29‘46‘51‘56‘58‘69‘76‘77‘80‘ 84‘85‘87‘89‘90(دو دفعہ)‘94‘99
المؤمن	40	34

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ﴿٤﴾ قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٥﴾ وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦﴾

”جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: ”ابا جان! میں نے خواب میں گیارہ ستارے، سورج اور چاند کو دیکھا ہے کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔“ باپ نے کہا: ”پیارے بیٹے! اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا ورنہ وہ تیرے ساتھ کوئی نہ کوئی سازش کریں گے۔ کیونکہ شیطان انسان کا واضح دشمن ہے۔ تیرا پروردگار اسی طرح (خواب کے مطابق) تجھے (دین کے لیے) منتخب فرمائے گا۔ اور تجھے خوابوں کی تعبیر سکھائے گا اور تجھ پر اور یعقوب کی نسل پر اپنی نعمت مکمل فرمائے گا جیسا کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دادا اسحاق اور ابراہیم پر اپنی نعمت مکمل فرمائی۔ بلاشبہ تیرا رب بہت علم وحکمت والا ہے۔“ (یوسف:12/4...6)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٢٠﴾

"پھر ایک قافلہ آیا جس نے اپنا پانی لانے والا بھیجا۔ اس نے اپنا ڈول کنویں میں ڈالا تو کہنے لگا: "واہ خوشخبری! یہ تو ایک لڑکا ہے۔" پھر انہوں نے اسے تجارت کے نقطۂ نظر سے (بکاؤ مال سمجھ کر) چھپالیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس کام سے بخوبی واقف تھا۔ پھر انہوں نے اسے معمولی قیمت یعنی چند درہم میں فروخت کر دیا کیونکہ وہ اس کی حقیقت جاننے میں دلچسپی نہ رکھتے تھے۔" (یوسف:12/19، 20)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٣٥﴾

"اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی اور ان (عورتوں) کی سازش سے اس (یوسف) کو محفوظ رکھا۔ بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ حقیقت حال اچھی طرح جان لینے کے باوجود انہوں نے یہی بہتر سمجھا کہ اسے کچھ دیر کے لیے قید میں ڈال دیں۔" (یوسف:12/34، 35)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿٤٩﴾

"جناب یوسف صدیق! ہمیں تعبیر بتائیے کہ "سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات کمزور گائیں کھا رہی ہیں۔ اور سات سبز خوشے ہیں جن پر سات خشک خوشے لپٹے ہوئے ہیں۔ بتا دیجیے تاکہ میں لوگوں کے پاس جا کر انہیں بتا دوں اور وہ حقیقت حال جان لیں۔" یوسف (فی البدیہ) کہنے لگے: "تم سات سال خوب کاشتکاری کرو گے لیکن جو فصل کاٹو اسے خوشے ہی میں رہنے دینا البتہ جو تھوڑی بہت کھانی ہو وہ نکال لینا۔ پھر اس کے بعد سات سال بڑے سخت آئیں گے جن میں وہ تمام غلہ ختم ہو جائے گا جو تم نے محفوظ رکھا ہوگا اور قلیل ہی بچے گا (جسے تم بیج وغیرہ کے لیے استعمال کر سکو گے۔) پھر ایک سال ایسا آئے گا جس میں خوب بارشیں ہونگی اور لوگ خوب رس نچوڑیں گے۔"

(یوسف:12/46...49)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿٥٤﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰي خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّىْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٥﴾

''بادشاہ نے کہا اس (لائق اور معصوم شخص) کو میرے پاس لاؤ' میں اسے اپنا خصوصی وزیر مقرر کروں گا۔ پھر جب بادشاہ نے اس سے بات چیت کی تو (بہت متاثر ہوا اور) کہنے لگا: ''آپ ہمارے نزدیک انتہائی معتبر امانت دار شخصیت ہیں۔ یوسف نے کہا: ''پھر مجھے ملک کے خزانوں کا نگران مقرر کر دیجیے' میں خوب حفاظت کروں گا اور میں علم بھی رکھتا ہوں۔'' (یوسف:55'54/12)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿٨٩﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ز قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٩٢﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٣﴾

''یوسف نے کہا: ''تم جانتے ہو' تم یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا سلوک کرتے رہے ہو جبکہ تم جاہل تھے؟'' وہ (چونک کر) کہنے لگے: ''کہیں آپ یوسف ہی تو نہیں؟'' اس نے کہا ہاں! میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر عظیم احسان کیا ہے۔ بلاشبہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور (مشکل حالات میں) صبر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ ایسے محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' وہ کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! یہ قطعی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی ہے۔ بلاشبہ ہم ہی قصوروار ہیں۔'' یوسف نے کہا: ''آج میں تمہیں ذرہ بھر ملامت نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔ وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ میری یہ قمیص لے جاؤ اور اسے میرے ابا جان کے چہرے پر ڈال دو' وہ پھر سے دیکھنے لگیں گے اور اپنے سب گھر بار والے یہاں میرے پاس لے آؤ۔'' (یوسف:12/89...93)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ز قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿١٠٠﴾

''پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے والدین (کا استقبال کیا اور ان) کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا:

''اللہ چاہے تو تم بے خوف ہو کر مصر میں آؤ'' پھر اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور سب بھائی اس کے سامنے سجدہ ریز ہوگئے۔ یوسف کہنے لگا: ''ابا جان! یہ ہے تعبیر اس خواب کی جو میں نے اس سے قبل دیکھا تھا۔ میرے پروردگار نے اسے سچا کر دکھایا۔ اس نے اس وقت بھی مجھ پر بہت بڑا احسان فرمایا جب مجھے جیل سے نکالا اور اس وقت بھی جب آپ سب کو دیہات سے یہاں لایا جبکہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر دی تھیں۔ بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اسے بہترین تدبیر کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ بلاشبہ وہی خوب علم وحکمت والا ہے۔'' (یوسف:12/99'100)

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ومعروف ہے۔ علاقہ بیت المقدس کے ایک کنویں میں ان کو ڈالا گیا' پھر ان کو مصر لے جانے کے بعد دارالحکومت افاریس میں فروخت کر دیا گیا۔ اسے آج کل صان الحجر کہا جاتا ہے اور یہ جگہ ''بحیرۂ منزلہ'' کے قریب ہے۔ مصائب سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں مصر میں حکومت عطا فرمائی۔ پھر انہوں نے اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام اور بھائیوں کو ''بلبیس'' جسے آج کل ''سفط الحنه'' کہا جاتا ہے' کے شمال میں جشن یا جاشان کے علاقے میں آباد کیا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام فوت ہوگئے تو انہیں الخلیل (حبرون) منتقل کیا گیا اور مکفیلہ غار میں دفن کیا گیا۔ ان کی ایک یادگار نابلس (سکم) میں ہے اور دوسری یادگار' ملک شام کے قصبۂ ''قلمون'' کی قریبی بستی ''نبک'' میں ہے۔

❀ قصص الأنبياء' ابن كثير : 185
❀ قصص الأنبياء' الثعلبي : 110
❀ قصص الأنبياء' الطبري : 228
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 773
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1355
❀ قصص الأنبياء' النجار : 120

یوسف علیہ السلام
تانیس یا افاریس (صان الحجر)
ہکسوس (چرواہے) بادشاہوں کا دارالحکومت
400
300
200
100
0
کلومیٹر
بحیرۂ روم
اسکندریہ
بوطو
سائس
نیل کا ڈیلٹا
تانیس
افاریس
(صان الحجر)
جشن
بلبیس
بوبسطہ
بحیرۂ منزلہ
بحیرۂ تانیس
فرما
عریش
غزہ
اسدود
یافا
قیساریہ
نابلس (سکم)
القدس (یروشلم)
الخلیل (حبرون)
بئر سبع
اریحا
عمان
دریائے اردن
بحیرۂ مردار
کرک
اردن
صحرائے شام
نقب
پٹرا
معان
وادی سرحان
ہیلیو پولس
(مصر الجدیدہ)
القاہرہ
ممفس
بحیرۂ قارون
فیوم
قلزم (سویز)
صحرائے سیناء
جزیرہ نمائے سیناء
عقبہ
ایلہ (ایلات)
عرب
مصر
دریائے نیل
تل العمارنہ
کوہ طور
مدین
بحیرۂ قلزم (احمر)
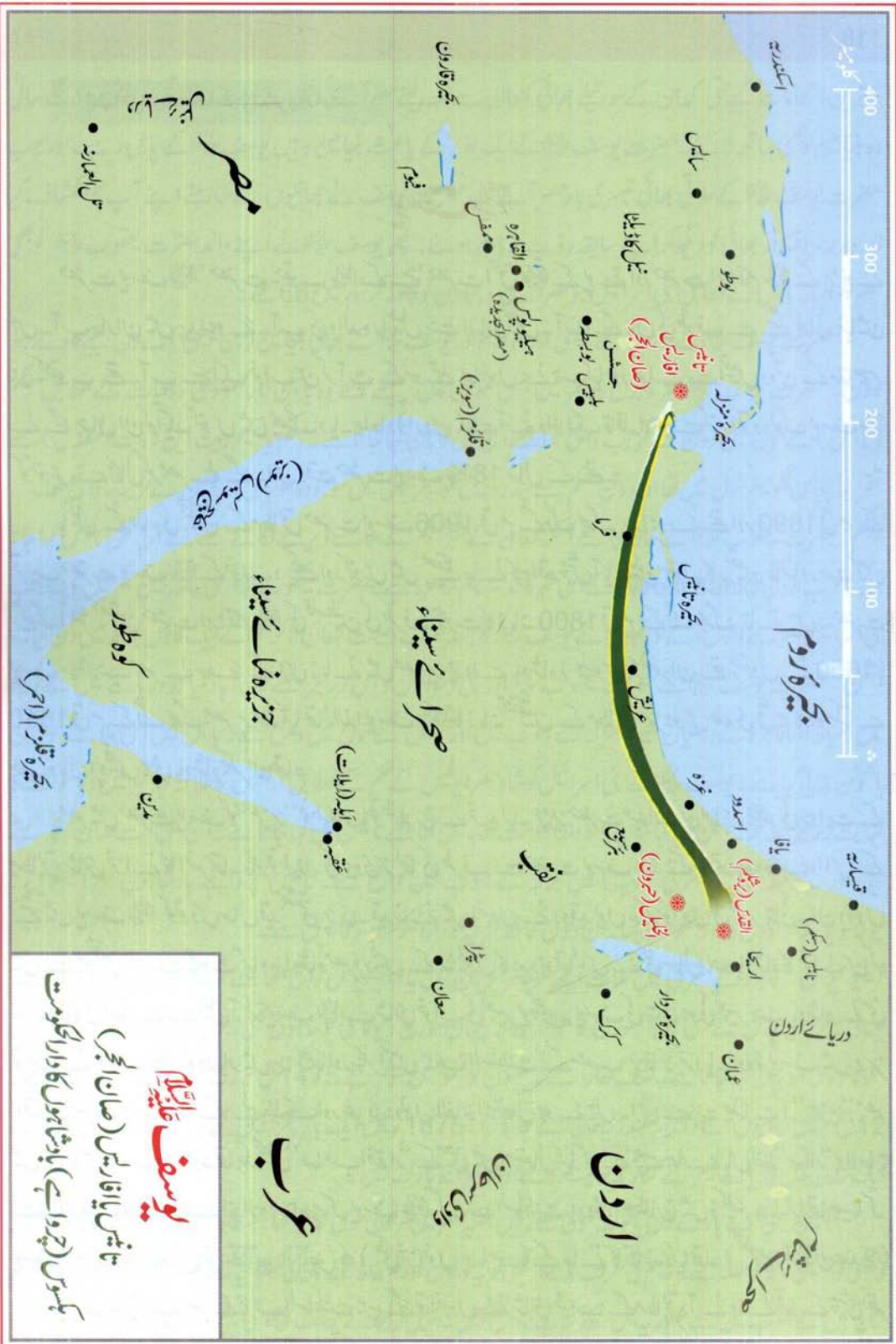
یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام ' حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے' حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔ آپ حاران میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ راحیل بنت لابان تھیں۔ آپ کے ماں کی طرف سے سگے بھائی بنیامین بن یعقوب تھے۔ آپ سے ایک خواب سن کر آپ کے سوتیلے بھائیوں نے حسد کیا اور بہانے سے انہیں دوتن کے مقام پر لے گئے جہاں ان کو ایک کنویں میں پھینک دیا۔ جلعاد (اردن) سے آنے والا ایک قافلہ ادھر سے گزرا تو وہ لوگ یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکال کر مصر لے گئے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام 18 سال کے تھے۔

بائبل کے علماء کی تحقیق کے مطابق حضرت یوسف 1906 ق م کے لگ بھگ پیدا ہوئے تھے اور 1890 ق م کے قریب حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب دیکھنے اور کنویں میں پھینکے جانے کا واقعہ پیش آیا۔ لیکن سنوں کا یہ تعین غالباً درست نہیں کیونکہ اکثر محققین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فلسطین کی طرف ہجرت کا زمانہ 1800 ق م کے لگ بھگ بتاتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر لے جائے گئے اس زمانے میں مصر پر چرواہے بادشاہ (ہکسوس) حکمران تھے جنہوں نے 1650 یا 1640 ق م کے لگ بھگ مصر پر حملہ کیا تھا' لہٰذا یوسف علیہ السلام کا زمانہ محققین کے مطابق سترہویں صدی ق م کا ہوسکتا ہے جب وہاں اپوفیس نامی بادشاہ حکمران تھا۔

مصر میں حضرت یوسف کو ''عزیز'' فوطیفار یا فوطیفرح نے خرید لیا۔ عزیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق شاہی خزانے کا افسر تھا۔ پھر فوطیفار کی بیوی زلیخا کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو معاملہ ہوا اس کے نتیجے میں یوسف علیہ السلام کو نو دس سال قید بھگتنی پڑی۔ قید خانے میں انہوں نے دو قیدیوں کے خوابوں کی تعبیر بتائی۔ ان دونوں میں سے جو شخص قید سے چھوٹ گیا وہ بادشاہ مصر اپوفیس کے ساقیوں کا سردار تھا' اس نے کئی سال بعد بادشاہ کا خواب سن کر اور بادشاہ کی اجازت سے جیل آ کر یوسف علیہ السلام سے شاہی خواب کی تعبیر پوچھی۔ یوسف کی بتائی ہوئی تعبیر جب بادشاہ نے سنی تو اس نے یوسف علیہ السلام کو دربار میں بلا بھیجا اور پھر انہیں نائب السلطنت کے منصب پر فائز کر دیا۔ سورۂ یوسف میں برسر اقتدار حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے مَلِک اور عَزِیز دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ''عزیز'' مصر میں کسی خاص منصب کا نام نہ تھا بلکہ محض ''صاحب اقتدار'' کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے' جیسے ہمارے ہاں لفظ ''سرکار'' بولا جاتا ہے۔ لفظ مَلِک (بادشاہ) سے اندازہ ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو نائب السلطنت یا روی اصطلاح میں ڈکٹیٹر بنایا گیا تھا جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے ﴿اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ﴾ (ملکی خزانوں پر مامور) کیے جانے کا تقاضا کیا تھا۔ (تفہیم القرآن جلد 2)

یوسف علیہ السلام جب مصر کے نائب السلطنت بن گئے تو انہوں نے شاہی خواب کے مطابق آنے والے قحط کے پیش نظر

بہترین انتظامات کیے حتیٰ کہ ان کے سوتیلے بھائی کنعان سے غلہ لینے مصر آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی خواہش پر اگلے سال وہ بنیامین کو بھی ساتھ لائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک عذر کے باعث بنیامین وہیں یوسف علیہ السلام کے پاس رہے۔ اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے علاتی بھائی تیسری بار مصر آئے تب حضرت یوسف نے بھائیوں کے سامنے اپنے آپ کا انکشاف کیا اور وہ برسر اقتدار بھائی کو دیکھ کر اپنے سابقہ روّیے پر نادم ہوئے۔ پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی مصر بلوالیا۔ بائبل کے مطابق بنی اسرائیل جو مصر آئے وہ بہوؤں کو چھوڑ کر شمار میں 66 تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے دو بیٹے تھے: منسّی اور افرائیم اور یوسف علیہ السلام کے بھائی بنیامین (بن یمین) کے دس بیٹے ہوئے۔

دوتن: حضرت یوسف علیہ السلام سترہ برس کی عمر میں جس کنویں میں پھینکے گئے وہ بائبل اور تلمود کی روایات کے مطابق سِکم (نابلس) کے شمال میں دوتن کے قریب واقع تھا جسے آج کل دُتان کہا جاتا ہے۔ سِکم یا سکیم، بیت ایل (بیت المقدس) سے تقریباً پچاس کلومیٹر شمال میں تھا اور دوتن، سکم سے پندرہ بیس کلومیٹر شمال میں موجودہ طوباس اور جنین کے قریب واقع تھا۔

سِکم: حضرت یعقوب علیہ السلام نے حاران سے آ کر کنعان کے شہر سِکم کے سامنے ڈیرے لگائے تھے جسے آج کل نابلس کہا جاتا ہے۔ غرب اردن (West Bank) کے اس شہر کا قدیم نام سامرہ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی کچھ زمین سکم میں تھی۔ جب بنی اسرائیل مصر سے واپس آئے تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کا جسد حسب وصیت کنعان لا کر سکم کے ایک گاؤں بلاطہ میں دفن کیا۔

جُشن: حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو اس زرخیز خطے میں آباد کیا جو دریائے نیل کے ڈیلٹا میں دمیاط اور قاہرہ کے درمیان بحیرۂ منزلہ کے جنوب میں اور بلبیس کے شمال میں واقع ہے۔ بائبل میں اس علاقے کو جُشن یا گوشن بتایا گیا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو شاہ مصر اپوفیس کے حکم کے مطابق اَعمیس کا علاقہ جاگیر میں دیا جو ملک کا نہایت زرخیز خطہ تھا۔ جشن (یا جاشان) کا دارالحکومت افاریس تھا جسے تانیس بھی کہا جاتا ہے۔ آج کل اسے صان الحجر کہتے ہیں اور یہ محافظہ شرقیہ (مشرقی صوبہ) میں برکہ کے جنوب میں واقع ہے۔ تانیس چرواہے بادشاہوں اور اکیسویں تا چوبیسویں خانوادوں کا دارالحکومت تھا۔ ان دنوں محافظہ شرقیہ کا دارالحکومت زقازیق ہے۔

ہیلیو پولس: قاہرہ کے مشرق میں سات آٹھ کلومیٹر پر عین شمس یا ہیلیو پولس واقع تھا جسے اب مصر الجدیدہ کہا جاتا ہے۔ یونانی نام ہیلیو پولس کے معنی ہیں ''سورج کا شہر'' کیونکہ یہاں سورج دیوتا کی پوجا ہوتی تھی۔ اسی جگہ وہ دوستون تھے جنہیں قلوپطرہ کی سوئیاں کہا جاتا ہے۔ سنگ خارا کے یہ ستون توتھموسس سوم نے 1475 ق م کے لگ بھگ نصب کیے تھے۔ 12 ق م میں رومیوں نے انہیں سکندریہ میں لے جا گاڑا۔ 1878ء میں ایک بار پھر انہیں اکھاڑا گیا اور اب ان میں سے ایک لندن میں دریائے ٹیمز کے کنارے ایستادہ ہے اور دوسرا نیویارک میں۔

''عین شمس'' کے بارے میں یاقوت حموی لکھتے ہیں: ''یہ مصر میں فرعون موسیٰ کا شہر تھا۔ فسطاط اور عین شمس کے مابین 3 فرسخ (یعنی 9 میل) کا فاصلہ ہے۔ شام کی طرف سے آئیں تو یہ بلبیس اور فسطاط کے مابین مَطَرِیّہ کے قریب واقع ہے (جبکہ مطریۂ عین شمس کے جنوب میں ہے) اور یہ نیل کے کنارے واقع نہیں۔ یہیں زلیخا نے یوسف علیہ السلام کی قمیص چاک کی تھی۔''

گویا یاقوت کے بقول عین شمس حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ علیہما السلام دونوں کے زمانے میں مصر کا دارالحکومت تھا مگر جدید تحقیق کے مطابق یوسف علیہ السلام کے زمانے میں شاہ مصر کا دارالحکومت نیل کے ڈیلٹا میں تانیس (صان الحجر) نامی شہر تھا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے پہلے دارالحکومت بالائی مصر میں ''تھیبس'' یا ''طِیبہ'' کے مقام پر منتقل ہوگیا جسے اب ''اَلاُقصر'' کہا جاتا ہے۔

بلبیس: یہ قاہرہ (فسطاط) سے تقریباً 50 کلومیٹر شمال مشرق میں محافظہ شرقیہ (مشرقی صوبے) میں واقع ہے جو عہد یوسفی میں جُشن کہلاتا تھا۔ اسے 18ھ میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔

مصر کے چرواہے بادشاہ(Hyksos Kings)

یہ سامی النسل قوم تھی جس نے مصر پر 1640 ق م کے لگ بھگ حملہ کیا اور نیل کے ڈیلٹا میں آباد ہوگئی۔ مصری تاریخ کے پندرہویں اور سولہویں خانوادے کے حکمران ہکسوس یا چرواہے بادشاہ ہی تھے جنھوں نے مصر کے بڑے حصے پر حکومت کی حتیٰ کہ 1532 ق م کے لگ بھگ انہیں مصریوں نے نکال باہر کیا۔ لفظ ہکسوس (Hyksos) یونانی زبان کے لفظ Huksos سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ''چرواہے بادشاہ'' لیکن ایک توجیہ اس طرح ہے کہ یہ نام قدیم مصری الفاظ Heqa khoswe سے مرکب ہے اور اس کے معنی ہیں ''غیر ملکی حکمران'' (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)

ہکسوس قوم کو مصر سے نکال باہر کرنے والے بالائی مصر کے اُمراء تھے۔ ان میں سے احمس اول نے طِیبہ (Thebes) کو دارالحکومت بنایا اور سترہویں شاہی خانوادے کی بنیاد ڈالی۔ طِیبہ یا تھیبس دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر اس جگہ آباد تھا جہاں آج شہر الاقصر (Luxor) واقع ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ یوسف کے ''تاریخی وجغرافیائی حالات'' کی ذیل میں لکھتے ہیں:

''مصر پر اس زمانہ میں پندرہویں خاندان کی حکومت تھی جو مصری تاریخ میں چرواہے بادشاہوں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ عربی النسل تھے اور فلسطین وشام سے مصر جاکر دو ہزار برس قبل مسیح کے لگ بھگ سلطنت مصر پر قابض ہوگئے تھے۔ عرب مؤرخین ان کے لیے ''عمالیق'' کا نام استعمال کرتے ہیں ...... ان کی حکومت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو عروج حاصل کرنے کا موقع ملا اور پھر بنی اسرائیل وہاں ہاتھوں ہاتھوں لیے گئے ...... پندرہویں صدی قبل مسیح (سولہویں صدی کہنا درست ہوگا) کے اواخر تک یہ لوگ مصر پر قابض رہے اور ان کے زمانے میں ملک کا سارا اقتدار عملاً بنی اسرائیل کے ہاتھ میں رہا...... اس کے بعد ملک میں ایک زبردست قوم پرستانہ تحریک اٹھی جس نے ہکسوس اقتدار کا تختہ الٹ دیا۔ ڈھائی لاکھ کی تعداد میں عمالقہ مصر سے نکال دیے گئے اور ایک نہایت متعصب قبطی النسل خاندان برسراقتدار آگیا اور اس نے بنی اسرائیل پر ان مظالم کا سلسلہ شروع کیا جن کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں آتا ہے۔''

یوسف علیہ السلام کی تدفین: بائبل کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام نے 110 سال کی عمر میں وفات پائی اور انتقال کے وقت بنی اسرائیل کو وصیت کی کہ جب تم اس ملک سے نکلو تو میری ہڈیاں اپنے ساتھ لے کر جانا۔ چنانچہ توراۃ میں لکھا ہے: ''یوسف (علیہ السلام) نے افرائیم کی اولاد تیسری پشت تک دیکھی اور منسی کے بیٹے مکیر کی اولاد کو بھی یوسف نے اپنے گھٹنوں پر کھلایا۔ اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ میں مرتا ہوں اور خدا یقیناً تم کو یاد کرے گا اور تم کو اس ملک سے نکال کر اس ملک میں پہنچائے گا جس کے دینے کی قسم اس نے ابراہام اور اضحاق اور یعقوب سے کھائی تھی اور یوسف نے بنی اسرائیل سے قسم لے کر کہا خدا یقیناً تم کو یاد کرے گا۔ سو تم ضرور میری ہڈیوں کو یہاں سے لے جانا اور یوسف نے ایک سو دس برس کا ہو کر وفات پائی۔ اور انہوں نے اس کی لاش میں خوشبو بھری (اسے حنوط کیا) اور اسے مصر میں صندوق میں رکھا۔ (پیدائش باب:50)

حضرت یوسف علیہ السلام کو بحیرہ منزلہ کے پاس جشن کے علاقے میں دفن کیا گیا تھا' چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے فلسطین لے چلے تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کا تابوت جس میں ان کا حنوط شدہ جسم تھا' ساتھ لے لیا اور انہیں فلسطین لے جا کر دفنایا۔ یاقوت حموی لکھتے ہیں: یوسف علیہ السلام کی قبر بلاطہ میں ہے جو فلسطین کے علاقہ نابلس کا ایک گاؤں ہے۔ ان کی قبر ایک درخت کے نیچے ہے۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کا جسد مبارک فلسطین لے جانے کا حوالہ ایک حدیث میں بھی ملتا ہے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی (دیہاتی) کے پاس گئے۔ اس دیہاتی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی' تو آپ نے اس سے کہا: ہمارے پاس بھی آنا۔ ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی کسی حاجت کا سوال کر سکتے ہو؟ وہ کہنے لگا: ''ایک اونٹنی کجاوے کے ساتھ اور دودھ والی بکریاں جنہیں میرے گھر والے دوہتے رہیں۔'' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے بھی عاجز ہو کہ بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسے ہو جاؤ؟'' صحابہ نے عرض کی: ''اللہ کے رسول! بنی اسرائیل کی اس بڑھیا کا کیا قصہ ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلے' تو وہ راستہ بھول گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیا ہوا؟ ان کے علماء کہنے لگے ہم آپ کو اس کے بارے میں بتاتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام کی موت کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے ہم (بنی اسرائیل) سے عہد لیا تھا کہ جب تم مصر سے جانے لگو تو میرا وجود بھی ساتھ ہی لے جانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: آپ کی قبر کا کسی کو علم ہے؟ علماء نے جواب دیا ہمیں تو اس کا علم نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ البتہ بنی اسرائیل میں سے ایک بڑھیا جانتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے بلا بھیجا' وہ آپ کے پاس آئی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یوسف علیہ السلام کی قبر کی طرف ہماری رہنمائی کرو' وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم! نہیں ایسے نہیں بتاؤں گی حتیٰ کہ تم میرا مطالبہ پورا کرو۔ آپ نے پوچھا: تیرا مطالبہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگی: میں جنت میں آپ کے ساتھ جاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مطالبے کو اچھا نہ سمجھا' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اس کے مطالبے کے مطابق ہاں کر دو۔ چنانچہ وہ آپ کو ایک بحیرہ (پانی کی جگہ) پر لے گئی' جہاں اکثر پانی جمع رہتا تھا' وہ کہنے لگی اس

پانی کو سوتو۔ لوگوں نے اس پانی کو سوت ڈالا پھر کہنے لگی (اس جگہ کو کھود کر) حضرت یوسف علیہ السلام کا بدن نکال لو' جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جسد کو اٹھا کر زمین سے (باہر) نکالا' تو راستہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔'' (سلسلة الأحاديث الصحيحه: 622/1' حديث:313)

مصری محقق احمد یوسف احمد آفندی ایک مضمون میں لکھتے ہیں: یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ یوسف علیہ السلام جب مصر میں داخل ہوئے تو یہ فراعنہ کے سولہویں خاندان کا زمانہ تھا اور اس فرعون کا نام ابابی الاول تھا۔ میں نے اس کی شہادت اس حجری کتبے سے حاصل کی ہے جو عزیز مصر فوتی فارع (فوطیفار) کے مقبرے میں پایا گیا اور سترہویں خاندان کے بعض آثار سے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اس سے پہلے قریب کے زمانے میں مصر میں ہولناک قحط پڑ چکا تھا' لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا داخلۂ مصر ابابی الاول کے زمانہ تقریباً 1600 ق م میں ہوا...... اور بنی اسرائیل تقریباً 27 سال بعد مصر میں داخل ہوئے۔ (بحوالہ قصص القرآن از مولانا سیوہاروی)

اہلِ حبرون (الخلیل کے لوگ) یہ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام حبرون میں مدفون ہیں اور حرمِ خلیلی میں مکفیلہ کے قریب ایک محفوظ تابوت کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ یہی تابوت یوسف ہے مگر درست یہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ضریح مبارک نابلس میں ہے جیسا کہ تورات کہتی ہے کہ ''یوسف علیہ السلام ارض افرائیم میں دفن ہوئے اور نابلس ارض افرائیم میں ہے جسے قدیم زمانے میں شکم کہتے تھے۔''

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام کا نام نامی قرآن مجید میں گیارہ دفعہ مذکور ہے تفصیل یہ ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأعراف	7	85، 88، 90، 92 (دو دفعہ)	الشعراء	26	177
هود	11	84، 87، 91، 94	العنكبوت	29	36

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨٦﴾ وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨٧﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ﴿٨٨﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُونُ لَنَا أَن نَّعُودَ فِيهَا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿٨٩﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ﴿٩٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٩١﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۖ فَكَيْفَ آسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٩٣﴾

''ہم نے مدین کی طرف ان کے (ہم نسب) بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو

کیونکہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ پھر تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے۔ لہٰذا ماپ تول پورا رکھو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں خرابی پیدا نہ کرو۔ یہ بات تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان لے آؤ۔ اور ایسا نہ کرو کہ ہر راستے پر بیٹھ کر لوگوں کو ڈراؤ دھمکاؤ اور ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے روکو بلکہ اسے کج کرنا چاہو۔ اور یاد کرو کہ تم کسی وقت تھوڑے تھے پھر اس نے تم کو زیادہ کر دیا۔ یہ بھی نظر میں رکھو کہ پہلے فسادیوں کا انجام کیا ہوا؟ اگر تم میں سے کچھ لوگ میرے پیغام پر ایمان لے آئے ہیں اور بہت سے لوگ ایمان نہیں لائے تو کچھ دیر صبر کر لو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ خود ہی ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے گا اور وہی بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔'' اس کی قوم کے متکبر سردار کہنے لگے: ''اے شعیب! ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے ورنہ تمہیں پرانے دین میں واپس آنا ہوگا۔'' شعیب نے کہا: ''خواہ ہم تمہارے دین کو ناپسند ہی کریں؟ اگر ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جھوٹ گھڑا ہے؟ خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے دین سے نجات دے دی ہے۔ اب یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی یہ ہو تو الگ بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ ہمارا بھروسہ اللہ ہی پر ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان صحیح صحیح فیصلہ فرما۔ یقیناً تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔'' اس کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے: ''اگر تم لوگ شعیب کے پیچھے لگ گئے تو تمہیں بہت گھاٹا برداشت کرنا پڑے گا۔''

آخر کار ان کو ایک زبردست زلزلے نے آ لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ شعیب کو جھٹلانے والوں کا حال یہ ہوا کہ گویا وہ کبھی اس بستی میں رہے نہ تھے اور شعیب کو جھٹلانے والے ہی سراسر گھاٹے میں رہے۔ شعیب افسوس کرتے ہوئے ان کو چھوڑ گئے اور کہہ رہے تھے: ''اے میری قوم! میں نے تم تک اپنے رب کریم کے پیغامات پہنچا دیے اور تم سے بھرپور خیر خواہی کی۔ اب میں اس کافر قوم پر کیا افسوس کروں؟'' (الاعراف:7/85...93)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰي مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ

مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ؗ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۙ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

''اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے ایک بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ نیز ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں، مجھے تو خطرہ ہے کہ تمہیں گھیر نے والا عذاب آ لے گا۔ اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ماپ تول پورا کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔ اگر تم ایمان لے آؤ تو اللہ کی دی ہوئی بچت ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ ویسے میں تم پر نگران نہیں ہوں۔''

وہ کہنے لگے: ''اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے تلقین کرتی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے آباء واجداد کرتے رہے یا ہم اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف نہ کریں؟ واقعتاً تو بڑا عقل مند سمجھدار ہے۔

شعیب نے کہا: ''میرے بھائیو! تم بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے حلال رزق عطا فرمایا ہے۔ (تو میں پھر بھی تمہاری پیروی کروں؟) میں یہ نہیں کر سکتا کہ جس کام سے تمہیں روکوں اسے خود کرنا شروع کر دوں۔ میری نیت تو صرف اصلاح کی ہے۔ اور وہ بھی اپنی طاقت کے مطابق۔ کیونکہ توفیق تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں متوجہ ہوتا ہوں۔ میری قوم کے لوگو! میری مخالفت تمہیں اس حد تک نہ لے جائے کہ تمہیں بھی اس قسم کا عذاب پہنچے جو نوح، ہود یا صالح (علیہم السلام) کی قوموں پر نازل ہوا۔ اور قوم لوط کی بستی تو تم سے کچھ زیادہ دور نہیں۔ اپنے رب سے بخشش طلب کرو اور اس کے سامنے توبہ کر لو بلاشبہ میرا رب نہایت رحم کرنے والا بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے۔''

وہ کہنے لگے: ''اے شعیب! ہمیں تیری اکثر باتیں سمجھ ہی میں نہیں آتیں، ویسے بھی ہم تجھے اپنے مقابلے میں کمزور دیکھ رہے ہیں۔ اگر تیرا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تجھے پتھر مار مار کر ختم کر دیتے تو ہم سے قوی نہیں۔'' شعیب نے کہا: ''اے میری قوم! کیا میرا قبیلہ تمہیں اللہ سے بڑھ کر عزیز ہے کہ تم نے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے؟ بلاشبہ میرا رب

تمہارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو۔ میں اپنی جگہ کام کرتا رہوں گا۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر رسوا کن عذاب نازل ہوتا ہے اور کون جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔"

"پھر جب ہمارے عذاب کا وقت آ گیا تو ہم نے شعیب اور اس پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور ان ظالموں کو زبردست چنگھاڑ نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے کے پڑے رہ گئے۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کبھی وہاں رہے ہی نہیں۔ خبردار! مدین والے بھی دفع دور ہو گئے جس طرح ثمود دفع دور ہوئے۔" (ہود: 84/11...95)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۙ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۳۷﴾

"اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: "اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور یوم آخرت کی توقع رکھو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔" مگر انہوں نے اس کی تکذیب کی نتیجتاً ان کو زلزلے نے آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔" (العنکبوت: 29/36'37)

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی قوم کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ حجاز کے علاقے میں خلیج عقبہ کے مشرق میں رہتے تھے۔

"اَیکہ" درختوں کے جھنڈ کو کہتے ہیں۔ یہ مقام بھی مدین ہی کے قریب ہے۔ اور ایک قول کے مطابق اس سے شہر "تبوک" مراد ہے جو حِسمَی اور شَرَوْرَی پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔

❀ قصص الأنبياء، ابن كثير: 239
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 383
❀ قصص الأنبياء، الثعلبي : 167
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 633
❀ قصص الأنبياء، الطبري : 285
❀ قصص الأنبياء، النجار : 145

اضافی توضیحات وتشریحات
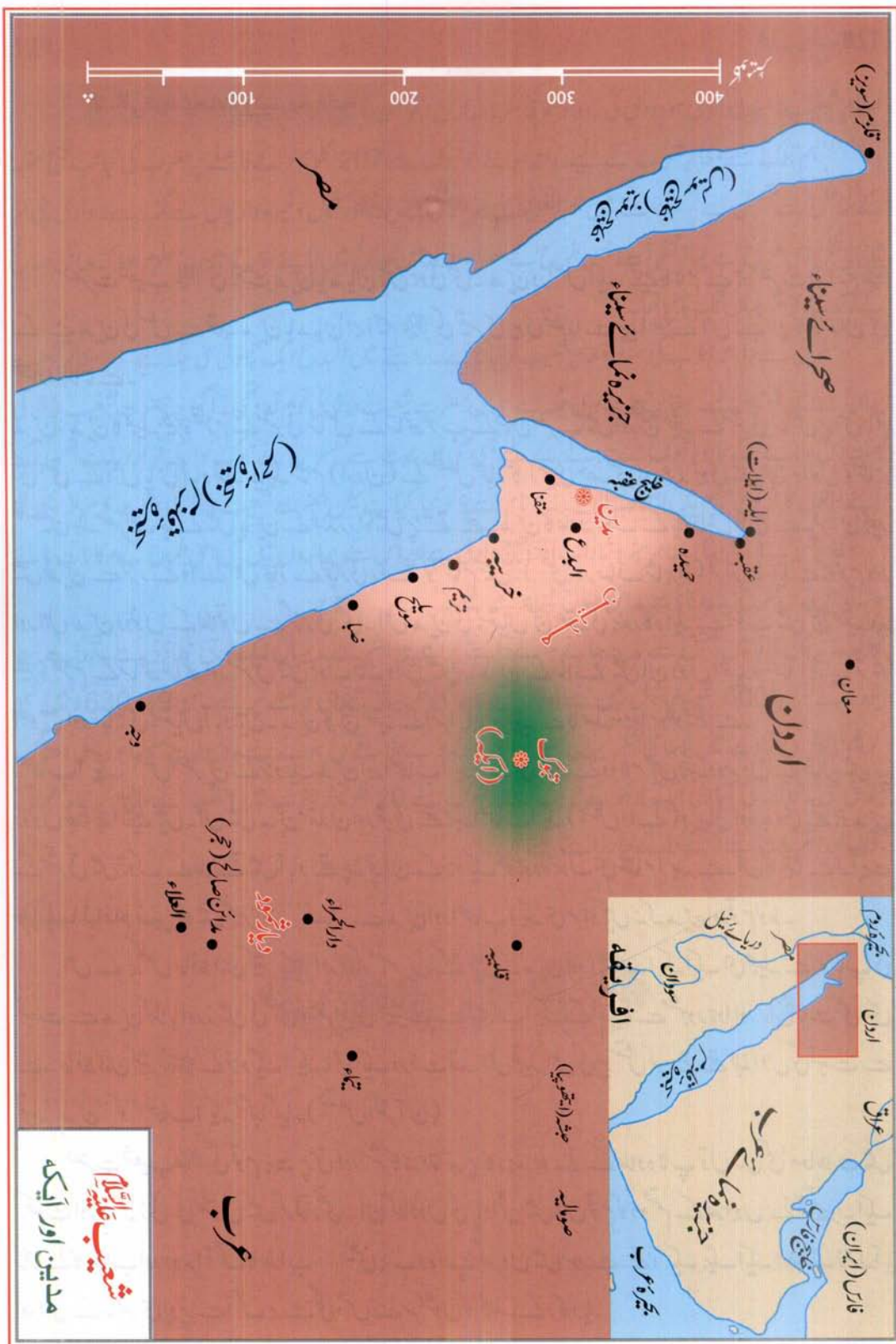
حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت مدین یا مدیان میں ہوئی تھی۔ مدین دراصل ایک قبیلے کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا۔ مدین یا مدیان' ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی قطورا سے پیدا ہوئے' اس لیے ان کا خاندان بنی قطورا کہلاتا ہے۔

مدین: مدین کا قبیلہ بحیرۂ قلزم کے مشرقی ساحل کے ساتھ عرب کے شمال مغرب میں اور خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل پر اسی نام کی بستی کے آس پاس آباد تھا۔ یہ جگہ شام (اردن) کے متّصل حجاز کا آخری حصہ تھی اور عہد نبوی میں حجاز والوں کو شام' فلسطین بلکہ مصر تک جانے میں مدین کے کھنڈر راہ میں پڑتے تھے۔ مدین کا علاقہ تبوک کے بالمقابل واقع ہے۔ قرآن مجید میں مدین سے گزرنے والے اہلِ حجاز کے تجارتی راستے کو ''امام مبین'' (کھلی اور صاف شاہراہ) قرار دیا گیا ہے جو قوم لوط اور اہلِ مدین دونوں کے علاقوں سے گزرتی تھی۔ اہل مدین کی بستیاں خلیج عقبہ کی بندرگاہ اَیلہ کے جنوب میں خلیج عقبہ اور بحیرۂ قلزم کے ساتھ ساتھ اور مشرق میں تبوک تک واقع تھیں۔ مدین کے علاقے میں ان دنوں الحمیدہ' مقنا' الخریبہ' تریم' المویلح اور ضبا نامی بستیاں آباد ہیں۔ مدین کا خلیج عقبہ کے اسرائیلی شہر ایلہ سے فاصلہ سو سوا سو کلومیٹر ہے۔

اصحاب ایکہ: بعض مفسرین کے نزدیک مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلے کے دو نام ہیں جبکہ دوسروں کے خیال میں یہ دونوں جدا جدا قبیلے ہیں۔ ان میں مدین متمدن اور شہری تھے جبکہ اصحاب ایکہ (جنگل والے) دیہاتی اور بدوی تھے جو مدین کے مشرق میں تبوک کے علاقے میں آباد تھے چنانچہ ان کے نزدیک موجودہ تبوک ہی مقام ایکہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آیت ﴿اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ میں ضمیر تثنیہ ''هُمَا'' سے مدین اور اصحاب ایکہ ہی مراد ہیں نہ کہ مدین اور قوم لوط۔

اس کے برعکس حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلہ ہے جو باپ کی نسبت سے مدین کہلایا اور زمین کی طبعی وجغرافیائی حیثیت سے اصحاب ایکہ کے لقب سے مشہور ہوا اور راجح بات بھی یہی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایکہ نامی ایک درخت تھا۔ اہل قبیلہ اس کی پرستش کرتے تھے' لٰہذا اس کی نسبت سے قبیلہ ''مدین'' کو ''اصحاب ایکہ'' کہا گیا۔ (قصص القرآن)

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم بت پرستی اور مشرکانہ عقائد پر کاربند ہونے کے علاوہ ناپ تول میں کمی' معاملات میں کھوٹ اور ڈاکہ زنی کی علّتوں میں گرفتار تھی۔ ان گناہوں کی پاداش میں اس قوم کو دو قسم کے عذابوں نے آگھیرا۔ ایک زلزلے کا عذاب اور دوسرا آگ کا عذاب......یعنی جب وہ اپنے گھروں میں سو رہے تھے تو یک بیک ایک ہولناک زلزلہ آیا اور اس کے ساتھ ہی اوپر سے آگ برسنے لگی جس نے سرکشوں کو جھلسا کے رکھ دیا۔

مغایر شعیب: سید ابوالاعلیٰ مودودی کی روداد سفر (سفر نامہ ارض القرآن) میں لکھا ہے:

''ہم تبوک سے مغایر شعیب کے لیے روانہ ہوئے جو تبوک سے 207 کلومیٹر کے فاصلے پر مغرب کی جانب خلیج عقبہ کے ساحل سے متصل ہے...... راستے میں ہم الفوہہ، بنی مر، ابیض، الشرف اور شمال وغیرہ وادیوں سے گزرے۔ وادی بنی مر میں بالکل اسی طرح کے پہاڑ نظر آئے جس طرح کے العلاء اور مدائن صالح میں پائے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مدائن صالح کے زلزلے کا اثر یہاں تک پہنچا تھا۔

مفرق سے راستہ جنوب کی سمت مغایر شعیب کو جاتا ہے۔ راستے میں البدع ایک چھوٹی سی جگہ ہے...... مغایر شعیب یہاں سے تین کلومیٹر ہے۔ مغایر شعیب وہی جگہ ہے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم آباد تھی۔ اگرچہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت اس علاقے کے علاوہ تبوک کے علاقے کے لیے بھی تھی اور بہت سے مفسرین نے تبوک کو ایکہ قرار دیا ہے جس کے رہنے والوں کا قرآن حکیم میں اصحاب الایکہ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے لیکن حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت کا مرکز یہی تھا ...... مغایر شعیب (مدین) ایک سرسبز و شاداب اور وسیع وادی ہے اور اس کے پہاڑوں میں بھی اسی طرح کے مکانات پائے جاتے ہیں جس طرح کے مکانات مدائن صالح میں دیکھے تھے۔''

تبوک: یہ شمالی حجاز میں دمشق سے مدینہ جانے والے راستے پر ایک بڑا شہر ہے۔ یہاں ایک فوجی چھاؤنی ہے۔ تبوک مدینہ منورہ سے تقریباً 600 کلومیٹر شمال میں ہے اور دمشق سے بھی تقریباً اتنے ہی فاصلے پر ہے۔ سن 9ھ/630ء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اسلامی لشکر یہاں ٹھہرا تھا اور اردگرد کے علاقے فتح ہونے سے رومیوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی تھی۔ تبوک کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے۔ تبوک سے 20 کلومیٹر جنوب میں القلیبہ کے مقام پر حجاز، عراق، تبوک اور القریات سے آنے والے چار راستے ملتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں ایک سو چھتیس ۱۳۶ دفعہ آیا ہے۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	51‘53‘54‘55‘60‘61‘67‘87‘92‘108‘136‘246‘248
آل عمران	3	84
النساء	4	153(دو دفعہ)‘164
المائدة	5	20‘22‘24
الأنعام	6	84‘91‘154
الأعراف	7	103‘104‘115‘117‘122‘127‘128‘131‘134‘138‘142 (دو دفعہ)‘143 (دو دفعہ)‘144‘148‘150‘154‘155‘159‘160
يونس	10	75‘77‘80‘81‘83‘84‘87‘88
هود	11	17‘96‘110
إبراهيم	14	5‘6‘8
الإسراء	17	2‘101(دو دفعہ)
الكهف	18	60‘66
مريم	19	51
طٰهٰ	20	9‘11‘17‘19‘36‘40‘49‘57‘61‘65‘67‘70‘77‘83‘86‘88‘91

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الشّعراء	62	10‘43‘45‘48‘52‘61‘63‘65
النّمل	27	7‘9‘10
القصص	28	3‘7‘10‘15‘18‘19‘20‘29‘30‘31‘36‘37‘38‘43‘44‘48(دو دفعہ)‘76
العنكبوت	29	39
السّجدة	32	23
الأحزاب	33	7‘69
الصّافّات	37	114‘120
المؤمن	40	23‘26‘27‘37‘53
حٰمٓ السجدة	41	45
الشّورى	42	13
الزّخرف	43	46
الأحقاف	46	12‘30
الذّاريات	51	38

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنبياء	21	48
الحج	22	44
المؤمنون	23	49،45
الفرقان	25	35
النَّجم	53	36
الصَّف	61	5
النَّازعات	79	15
الأعلىٰ	87	19

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿٩﴾ إِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوْا إِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾ فَلَمَّآ أَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿١١﴾ إِنِّيْٓ أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾

''کیا تیرے پاس موسیٰ کا واقعہ پہنچا ہے۔ جب اس نے آگ دیکھی تو اپنی بیوی سے کہا: ''ذرا ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔ امید ہے میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی انگارا لاؤں گا یا آگ پر کسی واقفِ راہ سے مل کر راستہ معلوم کروں گا۔'' جب وہ آگ کے پاس آیا تو آواز آئی: ''اے موسیٰ! میں تیرا رب ہوں۔ تو اپنے جوتے اتار دے کیونکہ تو وادیٔ مقدس طویٰ میں کھڑا ہے۔'' (طٰہٰ:20/9...12)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ أُخْرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ أَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿١٩﴾ فَأَلْقٰىهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ٚ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْأُوْلٰى ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً أُخْرٰى ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿٢٣﴾ إِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰى ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ أَمْرِيْ ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ أَهْلِيْ ﴿٢٩﴾ هٰرُوْنَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ أَزْرِيْ ﴿٣١﴾ وَأَشْرِكْهُ فِيْٓ أَمْرِيْ ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ أُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرٰى ﴿٣٧﴾ إِذْ أَوْحَيْنَآ إِلٰٓى أُمِّكَ مَا يُوْحٰى ﴿٣٨﴾ أَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِيْٓ أُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۚ فَرَجَعْنٰكَ إِلٰٓى أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ أَهْلِ مَدْيَنَ ۚ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾ إِذْهَبْ أَنْتَ وَأَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾ إِذْهَبَآ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشٰى ﴿٤٤﴾

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿٤٦﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾

''اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: ''یہ میری لاٹھی ہے' میں اس پر ٹیک لگا تا اور سہارا لیتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لیے اس کے ساتھ پتے جھاڑتا ہوں۔ اس میں میرے لیے اس قسم کے اور بھی کئی فوائد ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''موسیٰ! اس کو نیچے پھینکو۔'' موسیٰ نے نیچے پھینکا تو یکدم وہ سانپ بن کر بھاگنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسے پکڑلو۔ ڈرونہیں۔ ہم اسے اس کی پہلی حالت میں واپس لے آئیں گے۔ اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دباؤ وہ بغیر کسی تکلیف کے چمکتا ہوا نکلے گا۔ یہ ایک اور نشانی ہے۔ یہ مشق اس لیے کرائی گئی کہ ہم نے تجھے بڑے بڑے معجزے دکھانے ہیں۔ فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت سرکش ہو چکا ہے۔''

موسیٰ نے درخواست کی: ''اے میرے پروردگار! میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لیے آسان فرمادے' میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔ نیز میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا معاون بنادے۔ اس کے ساتھ مجھے طاقت عطا فرما اور اسے بھی امر نبوت اور تبلیغ میں میرا شریک بنادے تاکہ ہم مل کر کثرت سے تیری تسبیح و ذکر کریں۔ بلاشبہ تو ہم کو بخوبی دیکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''موسیٰ! تیرا مطالبہ منظور ہے۔ ہم نے اس سے قبل بھی تجھ پر عظیم احسان کیا ہے۔ جب ہم نے تیری والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس بچے کو تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دے۔ دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا اور اسے میرا اور اس کا دشمن اٹھالے گا۔ پھر میں نے اپنی رحمت سے تجھ پر محبت ڈال دی تاکہ میری نگرانی میں تیری پرورش ہو۔ تیری بہن بھی چلتے چلتے وہاں پہنچ گئی اور کہنے لگی: ''کیا میں تمہیں ایسی عورت کا پتہ بتاؤں جو اس بچے کی (بہترین) پرورش کر سکے گی؟'' اس طریقے سے ہم نے تجھے تیری والدہ کے پاس دوبارہ پہنچادیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو۔ پھر تو ایک شخص مار بیٹھا ہم نے تجھے اس پریشانی سے نجات دی۔ اور تجھے کئی طرح سے آزمایا۔ پھر تو مدین والوں کے پاس کئی سال ٹھہرا۔ پھر وقت مقررہ پر واپس آیا۔ میں نے تجھے اپنے لیے منتخب فرمایا ہے' لہٰذا تو اور تیرا بھائی دونوں میرے دیے ہوئے معجزات کے ساتھ جاؤ اور میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ بہت سرکش ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت حاصل کرلے یا وہ ڈر جائے۔'' وہ دونوں کہنے لگے: ''پروردگار! ہمیں خطرہ ہے کہ وہ ہم سے زیادتی کرے گا اور مزید سرکش ہوجائے گا۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم نہ ڈرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں' ہر چیز سنتا دیکھتا ہوں۔ تم اس کے پاس جاؤ اور کہو: ''ہم تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجے گئے ہیں لہٰذا ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور ان کو عذاب کا

نشانہ نہ بنا۔ ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے عظیم نشانی لے کر آئے ہیں۔ اس شخص پر سلامتی نازل ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کرے گا۔" (طٰہٰ:20/17...47)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿19﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿20﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۡ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿21﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿22﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۫ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ۫ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿23﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿24﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿25﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿26﴾ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿27﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿28﴾ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿29﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿30﴾

"جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو پکڑ لے جو دونوں کا دشمن تھا تو وہ (موسیٰ کا ساتھی) کہنے لگا: "اے موسیٰ! کیا تو مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے جس طرح تو نے کل ایک آدمی مار دیا تھا۔ تو چاہتا ہے کہ زمین میں زبردست بن کے رہے اور تو نہیں چاہتا کہ صلح کروائے۔ (قتل کا معاملہ فاش ہوگیا تو) شہر کے آخری کونے سے ایک آدمی بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا: "موسیٰ! حکام تجھے قتل کرنے کے مشورے کر رہے ہیں اس لیے شہر سے باہر چلا جا بلاشبہ میں تیرا خیر خواہ ہوں۔" موسیٰ ڈرتا گھبراتا شہر سے نکل گیا اور عرض پرداز ہوا: "میرے پروردگار! مجھے ان ظالموں سے بچالے۔" پھر جب وہ مدین کے رخ پر چل پڑا تو کہنے لگا: "مجھے قوی امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھے راستے پر رکھے گا۔" پھر جب وہ

مدین کے کنویں پر پہنچ گیا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔ مگر ان سے کچھ فاصلے پر دو عورتیں اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں۔ موسیٰ ان سے کہنے لگے: ''(بیبیو!) تمہارا کیا معاملہ ہے؟'' وہ کہنے لگیں: ''ہم اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ (غیر محرم) چرواہے اپنے جانور واپس نہیں لے جاتے۔ ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہمارا والد انتہائی بوڑھا ہے۔'' موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا اور پھر ایک طرف سائے میں جا بیٹھا اور کہنے لگا: ''میرے پروردگار! جو بھلائی بھی تو مجھ پر نازل فرمائے' میں اس کا محتاج ہوں۔''

کچھ دیر کے بعد ان میں سے ایک بی بی بڑی شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہنے لگی: ''میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ کو اس کا صلہ دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔'' جب موسیٰ اس بزرگ کے پاس پہنچا اور پورا واقعہ سنایا تو بزرگ نے کہا: ''اب کوئی خوف نہ رکھ' تو ان ظالم لوگوں سے بچ گیا ہے۔'' ان میں سے ایک کہنے لگی: ''ابا جان! ان کو ملازم رکھ لیجیے کیونکہ بہترین ملازم وہ ہوتا ہے جو طاقت ور بھی ہو اور امانت دار بھی۔ (اور یہ دونوں اوصاف ان میں پائے جاتے ہیں۔) بزرگ کہنے لگا: ''جوان! میرا ارادہ ہے کہ میں تجھ سے اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح کر دوں بشرطیکہ تو آٹھ سال میری ملازمت کرے۔ اور اگر تو دس سال پورے کرے تو یہ تیری مرضی پر منحصر ہے۔ میں تجھ پر مشقت نہیں ڈالنا چاہتا۔ ان شاء اللہ تو مجھے حسن سلوک کرنے والا پائے گا۔'' موسیٰ نے کہا: ''یہ معاہدہ مجھے منظور ہے۔ میں جو بھی مدت پوری کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان باتوں پر ضامن ہے۔''

پھر جب موسیٰ نے مدت مکمل کر لی اور اپنے اہل خانہ کو لے کر چل دیے تو راستے میں طور پہاڑ کی طرف سے آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے کہنے لگے: ''تم یہیں ٹھہرو' میں نے آگ دیکھی ہے' امید ہے میں وہاں سے تمہارے لیے راستے کا اتا پتا یا آگ کا کوئی انگارا ہی لے آؤں گا تاکہ تم آگ تاپ سکو۔'' جب موسیٰ آگ پر پہنچے تو اس مبارک علاقے کی وادی کے دائیں کنارے کے ایک درخت سے آواز آئی: ''موسیٰ! میں اللہ ہوں' سب جہانوں کا پالنے والا۔''
(القصص:28/19...30)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿٥٠﴾ وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ﴿٥١﴾

''اور تم یہ احسان یاد کرو کہ ہم نے تمہارے سامنے سمندر کو پھاڑ کر تمہیں بچالیا اور فرعونیوں کو غرق کر دیا۔ اور تم (یہ منظر اپنی آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں (کے اعتکاف) کا وعدہ لیا لیکن تم نے اس کے جانے کے بعد بچھڑا بنالیا۔ اور فی الواقع تم ظالم تھے۔'' (البقرۃ:2/50'51)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿٥٤﴾ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿٥٥﴾ ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٦﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٥٩﴾ وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٦١﴾

''جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''اے میری قوم! یقیناً تم نے بچھڑا بنا کر اپنے آپ پر ظلم عظیم کیا ہے' اس لیے اپنے خالق کے سامنے توبہ کرو اور اپنے آپ کو قتل کرو۔ یہ سزا تمہارے خالق کے ہاں تمہارے لیے بہتر ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔ بلاشبہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ ذرا سوچو جب تم نے موسیٰ سے کہا: ''ہم ہرگز تیری بات نہیں مانیں گے جب تک ہم اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیتے۔'' پھر ایک زبردست کڑک نے تمہارے دیکھتے دیکھتے تمہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ پھر ہم نے تمہیں مر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا کہ شاید تم شکر ادا کرو۔ ہم نے تم پر بادل کو سائبان کی طرح تان دیا اور تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا کہ تم ہمارا دیا ہوا پاک وطیب رزق کھاؤ' لیکن (تمہارے آباء واجداد نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی اس طرح) انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔ پھر جب ہم نے کہا: ''اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور جہاں سے چاہو کھلے بندوں کھاؤ البتہ داخل ہوتے وقت دروازے پر سجدہ کر کے داخل ہونا اور زبان سے معافی مانگنا۔ ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے بلکہ نیکی کرنے والوں کو اور بہت کچھ دیں گے۔'' لیکن ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے حکم کو بدل دیا تو ہم نے ان ظالموں پر ان کی نافرمانی کی بنا پر آسمان سے عذاب اتارا۔ پھر جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا تو ہم نے فرمایا: ''اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔'' چنانچہ (فوراً) پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ

پڑے اور ہر قبیلے نے اپنے اپنے گھاٹ جان لیے۔ (ہم نے انہیں کہہ دیا) اللہ کا دیا ہوا کھاؤ پیو لیکن زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔ پھر جب تم نے کہا: ''اے موسیٰ! ہم ہرگز ایک جیسے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لیے زمین سے اگنے والی چیزیں ساگ، ترکاریاں، غلے، دالیں اور مسالے پیدا فرمائے۔'' موسیٰ نے کہا: ''کیا تم بہترین خوراک کی بجائے گھٹیا درجے کی خوراک طلب کرتے ہو؟ اچھا! تم کسی آبادی میں چلے جاؤ، وہاں تمہاری مانگی ہوئی چیزیں تمہیں مل جائیں گی۔'' اس طرح ان پر ذلت اور مسکینی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہو گئے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے، نافرمانی کرتے تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔'' (البقرۃ:2/54...61)

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کے فرعونی دارالحکومت طِیبَہ (الاُقصُر) سے مدین کے علاقہ میں صحرائے سیناء کے راستے گئے تھے اور جب اپنی بیوی کے ساتھ واپس مصر آ رہے تھے تو طور کے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا، پھر وہ چلتے چلتے مصر پہنچے جہاں فرعون ''منفتاح'' کی حکومت تھی۔ اس فرعون نے 1230 ق-م سے 1215 ق-م تک حکومت کی۔ سمندر کے عبور کا واقعہ خلیج سویز (سویس) کے شمال میں ''عیون موسیٰ'' کے مقام پر پیش آیا۔ یا کھارے پانی کی کھاڑیوں (بحیرات مُرّہ) میں یہ حادثہ ظہور پذیر ہوا۔ وہاں منفتاح فرعون غرق ہوا جس کے بارے میں قرآن مجید یوں فرماتا ہے۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

''آج ہم تیری لاش کو سمندر سے باہر پھینک دیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائے۔ اگرچہ اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے غافل رہتے ہیں۔'' (یونس:10/92)

طور پہاڑ، سیناء کے علاقے میں حورب پہاڑ کو کہا جاتا ہے۔ سیناء کا میدانِ تیہ، جہاں اسرائیلی پھرتے رہے، صحراء تیہ کہلاتا ہے۔ دریائے اردن کو جس جگہ سے عبور کیا گیا تھا وہ اریحا کے قریب تھا۔

حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ مجمع البحرین کا مقام منسلکہ نقشہ میں وضاحت سے دکھا دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہوئے تو انہیں ''نبو پہاڑ'' پر دفن کیا گیا جسے احادیث میں ''سرخ ٹیلہ'' کہا گیا ہے۔ یہ پہاڑ بحیرہ مردار (بحیرۂ لوط) کے مشرق میں ''موَاب'' کے مقام پر واقع ہے۔

موسیٰ علیہ السلام
مصر تا مدین اور مدین تا مصر
عبور بحیرہ، تیہ، طُور، موآب
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
اسکندریہ
بوطو
سایس
(صاالحجر)
نیل کا ڈیلٹا
تانیس
افاریس
(صان الحجر)
بحیرۂ تانیس
فرما
عریش
بوبسطہ
بحیرات مُرّہ
ہیلیوپولس
ممفس
(عین الشمس)
قلزم (سویز)
عیون موسیٰ
مصر
دریائے نیل
طیبہ سے
خلیج سویس (سویز)
تیہ
سیناء
طُور
(حورب)
ایلہ
عقبہ
مدین
جبل ہور
بحیرۂ قلزم (احمر)
غزہ
اسدود
یافا
قیساریہ
فلسطین
القدس
اریحا
الخلیل
بئر سبع
سدوم
بحیرۂ لوط
موآب
عمان
بیسان
دریائے اردن
جلعاد
اردن
بتراء (پٹرا)
معان
عرب
کلومیٹر
100
200
300
400

موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں غرق ہونے والے فرعون ''منفتاح'' کی ممی

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام یوکابد تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچتا ہے جو یوں ہے:

موسیٰ بن عمران بن قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔

آپ بالائی مصر (جنوبی مصر) میں دارالحکومت طیبہ (تھیبس) میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب مصر میں ایک نہایت متعصب قبطی النسل خاندان برسر اقتدار تھا جس نے بنی اسرائیل پر مظالم توڑنے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ حضرت موسی علیہ السلام نے طیبہ (موجودہ الاقصر) میں رحمت الٰہی کے تحت فرعون رعمسیس ثانی کے محل میں پرورش پائی۔ رعمسیس کی بیوی آسیہ کو قرآن میں مومنہ قرار دیا گیا ہے۔ جوان ہوئے تو موسیٰ کے ہاتھوں ایک قبطی کے قتل بالخطا پر انہیں مصر سے ہجرت کرنا پڑی۔ وہ طیبہ سے ساڑھے چھ سو کلومیٹر شمال میں منف (ممفس) پہنچے اور پھر صحرائے سیناء اور ایلہ سے ہوتے ہوئے مدین آئے جہاں شعیب علیہ السلام نے ان کی میزبانی کی۔

طیبہ یا ثیبہ (Thebes): قدیم مصر کی نئی بادشاہت کے اٹھارہویں اور اُنیسویں خانوادوں کا دارالحکومت طِیبہ یا تھیبس اب الاُقصُر (Luxor) کہلاتا ہے۔ یہ بالائی مصر کے صوبہ قِنا میں دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر واقع ہے اور قاہرہ سے 675 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ تھیبس گیارہویں مصری خانوادے کے دور میں آباد ہوا تھا اور آمون دیوتا کی پوجا کے لیے مشہور ہوا۔ اٹھارویں خانوادے نے 1550 ق م کے لگ بھگ اسے ملک کا دارالحکومت بنایا۔ انیسویں خانوادے (1314 تا 1198 ق م) کے زمانے میں بھی تھیبس (طیبہ) دارالحکومت تھا اور رعمسیس ثانی نے طیبہ، نوبیہ اور کرنک میں معابد اور محلات تعمیر کرائے۔ کرنک، اقصر کے شمال میں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شیر خوارگی میں طیبہ ہی کے مقام پر صندوق میں بند کر کے نیل میں ڈالا گیا تھا اور یوں وہ شاہی محل میں پہنچے تھے۔

663 ق م میں ایرانیوں نے تھیبس پر قبضہ کر لیا۔ چوتھی صدی ق م کے اواخر میں سکندر اعظم یونانی کے جانشین بطلیموس بادشاہوں کا دور آیا تو انہوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ ابتدائی عیسوی صدیوں میں نسّاک بادشاہوں نے اسے دوبارہ آباد کیا۔ اس کے تاریخی آثار دریائے نیل کے دونوں کناروں پر واقع ہیں۔ الاقصر اور کرنک کے آثار دریا کے مشرقی کنارے پر ہیں جبکہ مغربی کنارے پر مدینہ ہبو (Necropolis) اور دیر البحری واقع ہیں جہاں وادی ملوک میں آخری خانوادوں کے فرعونوں اور امراء کے زیر زمین مقابر ہیں۔ ان میں اٹھارویں خانوادے کے بادشاہ توتن خامن یا توتخ آمون (1361 تا 1352 ق م) نے تھیبس کو ایک مرتبہ پھر دارالحکومت بنایا اور اپنے پیشرو کا مذہب (سورج دیوتا کی عبادت)

چھوڑ کر ایک بار پھر آمون کی پوجا کو رواج دیا۔ آمون کی پوجا مصر سے نکل کر یونان اور روم تک پھیل گئی۔ یونان میں آمون دیوتا کو زیوس کہا گیا جس کا مجسمہ 7 قدیم عجائبات عالم میں شمار ہوتا ہے اور روم میں وہ جو پیٹر امّون (مشتری دیوتا) مشہور ہوا۔ عین جوانی میں فوت ہونے والے توتنخ آمون کے مقبرے کی 1922ء میں کھدائی کی گئی تو اس میں پوری ایک دیوار سونے کی ملی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ ''ممفس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا دارالحکومت تھا۔'' لیکن محققین کا اتفاق اس پر ہے کہ اٹھارہویں خانوادے اور انیسویں خانوادے کا دارالحکومت جنوبی مصر میں تھیبس تھا اور پہلے فرعونِ موسیٰ رعمسیس ثانی (1290 تا1235ق م) کے عہد میں یہی دارالحکومت تھا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام تھیبس (طیبہ) ہی سے فرار ہو کر مدین پہنچے تھے' البتہ جب آپ نبوت سے سرفراز ہو کر واپس مصر آئے تو اس دوران دارالحکومت پھر زیریں مصر میں منتقل ہو چکا تھا۔ فرعون رعمسیس ثانی نے بنی اسرائیل سے دو شہر تعمیر کرائے تھے: بررعمسیس اور برتوم یا پیتوم یا فیثوم۔ آثار کی کھدائی میں جُشن کے وسط میں جو مقام اب تل مسخوطہ کے نام سے مشہور ہے یہیں فیثوم کی آبادی تھی اور جس جگہ قنیتر یا خنت نضر واقع ہے' اس مقام پر بررعمسیس (یارعمسیس) آباد تھا۔ ''بررعمسیس'' کے معنی ہیں ''قصر رعمسیس''۔ چنانچہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن جلد دوم میں ''نقشہ خروج بنی اسرائیل'' میں خروج بحیرہ منزلہ کے جنوب مغرب میں واقع شہر رعمسیس سے دکھایا ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے ''قصص القرآن'' حصہ اول صفحہ 470 پر رعمسیس کا تعین قاہرہ سے تیس پینتیس کلومیٹر شمال میں کیا ہے۔ پیتوم اور بحیرہ تمساح کے وسط میں سکّات واقع تھا جبکہ بائبل کے مطابق بنی اسرائیل نے رعمسیس سے چل کر سکّات' ایتام' مجدال اور فی ہیخروت کے مقابل بعل صفوان سے گزر کر سمندر کو پار کیا تھا۔ یوں رعمسیس سے بحیرات مرّہ کا فاصلہ تقریباً سو کلومیٹر ہے۔ اگر خروج ممفس سے تسلیم کیا جائے تو فاصلہ 125 کلومیٹر کے لگ بھگ بنتا ہے۔

مدین: یہ پہاڑی سلسلہ شمال مغربی سعودی عرب میں بحیرۂ احمر اور خلیج عقبہ کے ساتھ ساتھ واقع ہے اور دراصل جبال شراۃ کا تسلسل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں یہ پہاڑی وادی سرسبز و شاداب تھی اور یہاں مدین اور دیگر بستیاں آباد تھیں۔ سفرنامہ ارض القرآن میں لکھا ہے: ''مغاير شعیب کے قریب دو کنویں ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں جن کے متعلق وہاں کے عام لوگوں کا خیال ہے کہ شاید انہی میں سے ایک کنواں وہ ہو جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں ایک قبطی کو قتل کرنے کے بعد پہنچے تھے۔ ان کا فاصلہ مغایر شعیب کے آثار سے تقریباً ایک میل اور البدع کی بستی سے ڈیڑھ دو میل ہے۔ ان کے قریب شمال کی طرف ایک پرانے قلعے اور جنوب مغرب کی طرف ایک پرانے برکہ (تالاب) کے آثار بھی ہیں۔''

اس زمانے میں مصر کی حکومت جزیرہ نمائے سیناء کے مغربی اور جنوبی علاقے تک محدود تھی۔ خلیج عقبہ کے مشرقی اور مغربی سواحل جن پر بنی مدیان آباد تھے' مصری اثر واقتدار سے آزاد تھے...... وہ مقام (کنواں) جہاں مصر سے آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام پہنچے تھے' عربی روایات کے مطابق خلیج عقبہ کے غربی (دراصل مشرقی) ساحل پر مقنا سے چند میل بجانب شمال واقع

تھا۔آج کل اسے البدع کہتے ہیں اور وہاں ایک چھوٹا سا قصبہ آباد ہے۔1959ء میں تبوک سے عقبہ جاتے ہوئے مجھے مقامی باشندوں نے بتایا کہ ہم باپ دادا سے یہی سنتے آئے ہیں کہ مدین اسی جگہ واقع تھا۔اس کے قریب تھوڑے فاصلے پر وہ جگہ ہے جسے مغایر شعیب یا مغارات شعیب کہا جاتا ہے۔اس جگہ ثمودی طرز کی کچھ عمارات موجود ہیں۔اس سے میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر کچھ کھنڈر ہیں جن میں دو اندھے کنویں ہم نے دیکھے۔مقامی باشندوں کی روایات یہی ہیں کہ ان میں سے ایک کنواں وہ ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام نے بکریوں کو پانی پلایا تھا۔یہی بات ابوالفداء نے تقویم البلدان اور یاقوت نے معجم البلدان میں لکھی ہے۔(تفہیم القرآن جلد سوم حاشیہ سورۂ قصص)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس برس حضرت شعیب علیہ السلام کی ملازمت میں ان کی بھیڑ بکریاں چرائیں تو انہوں نے اپنی صاحبزادی صفوراء سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام دس برس وہاں مزید قیام کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ وادیٔ سیناء میں جا رہے تھے کہ کوہ طور پر روشنی دیکھ کر آگ لینے گئے مگر پیغمبری مل گئی۔اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوا اور انہیں اور ان کے بھائی ہارون کو حکم دیا گیا کہ فرعون کو حق کی دعوت دیں اور بنی اسرائیل کو فرعون اور قبطیوں کی غلامی سے چھڑا لائیں۔حضرت ہارون علیہ السلام مصر ہی میں موجود تھے۔

وادیٔ سیناء: سیناء ایک صحرائی جزیرہ نما ہے جو مصر میں ایشیا اور افریقہ کے سنگم پر واقع ہے۔اس کے شمال میں بحیرۂ روم' مغرب میں نہر سویز اور خلیج سویز' جنوب میں بحیرۂ احمر اور جنوب مشرق میں خلیج عقبہ واقع ہے'یوں تین طرف پانی ہونے کے باعث اسے جزیرہ نما کہا جاتا ہے۔صرف مشرق میں سیناء فلسطین (اسرائیل) سے متصل ہے۔صحرائے سیناء کا رقبہ 60,088 مربع کلومیٹر ہے اور آبادی ڈیڑھ لاکھ سے زائد ہے۔سیناء کا دارالحکومت العریش ہے جو شمال مشرق میں بحیرہ روم کی طرف واقع ہے۔سیناء کا وسطی حصہ دشت تِیہ ہے جس میں بنی اسرائیل چالیس سال سرگرداں رہے تھے۔

کوہ طور: سیناء کے جنوب میں کوہ طور ہے جس کی اہم ترین چوٹی جبل موسیٰ 2285 میٹر بلند ہے۔یہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آیا تھا اور پھر نبوت عطا ہوئی تھی۔اس کے قریب سینٹ کیتھرائن کی چوٹی ہے جو 2637 میٹر اونچی ہے اور یہ مصر کا بلندترین پہاڑ ہے'اس پر ایک خانقاہ اور ایک گرجا ہے جسے قیصر جسٹینین نے 527ء میں تعمیر کرایا تھا (المنجد) خلیج سویز کے مشرقی ساحل پر الطّور نامی بندرگاہ ہے جو جزیرہ نما سیناء کے جنوب مغربی گوشے میں واقع ہے۔قرآن مجید میں طور کو طورِ سیناء اور طور سینین بھی کہا گیا ہے جبکہ بائبل میں اسے حورب کا پہاڑ لکھا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں سورۂ طور کے حاشیے میں لکھتے ہیں: ''طور کے اصل معنی پہاڑ کے ہیں۔اور الطّور سے مراد وہ خاص پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا تھا۔'' سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ نمل کی آیت 7 کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

''یہ مقام جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جھاڑی میں آگ لگی ہوئی دیکھی تھی کوہ طور کے دامن میں سطح سمندر سے تقریباً 5 ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔یہاں رومی سلطنت کے پہلے عیسائی بادشاہ قسطنطین نے 365ء کے لگ بھگ اس مقام پر

ایک کنیسہ تعمیر کرادیا تھا جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔اس کے دو سو برس بعد قیصر جسٹینین نے یہاں ایک دَیر (خانقاہ) تعمیر کرایا جس کے اندر قسطنطین کے بنائے ہوئے کنیسہ کو بھی شامل کرلیا۔ یہ دیر اور کنیسہ دونوں آج تک موجود ہیں اور یونانی کلیسا کے راہبوں کا ان پر قبضہ ہے۔(تفہیم القرآن جلد سوم)

نوٹ: کوہ طور کی بلندی 5 ہزار فٹ نہیں بلکہ المنجد فی الاعلام کے مطابق 2285 میٹر (7496 فٹ) ہے جبکہ تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 76 پر اس کی بلندی 7359 فٹ لکھی گئی ہے۔

خروج بنی اسرائیل: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں پہنچ کر اسے توحید کی دعوت دی مگر اس نے انکار کردیا اور بنی اسرائیل کو غلامی سے رہا کرنے پر بھی آمادہ نہ ہوا۔موسیٰ علیہ السلام نے معجزے بھی دکھائے اور جادوگروں کی جادوگری کا نقش بھی جم نہ سکا اور وہ توحید ورسالت کی دعوت پر ایمان لے آئے' پھر بھی فرعون کا غرور آڑے آیا اور اس نے دعوت حق قبول کرنے سے انکار کردیا۔آخر کار موسیٰ علیہ السلام تھیبس سے اپنی قوم کو ساتھ لے کر چل دیے۔راستے میں بنی اسرائیل ہر طرف سے سمٹ کر ان سے ملتے چلے گئے۔ غالباً فرعون کے تعاقب نے انہیں بعل صفون کے قریب لا پہنچایا جو بحیراتِ مُرّہ کے قریب واقع تھا۔ یہاں غالباً انہوں نے بحیرات مرہ کو کسی مقام سے پار کیا اور ان کے تعاقب میں نکلا ہوا فرعون انہیں کڑوے پانی کی جھیلوں میں سے کسی ایک میں غرق ہوگیا۔ یہ واقعہ 1824 ق م میں پیش آیا۔

بحیرات مُرّہ: کڑوے (نمکین) پانی کی یہ جھیلیں کسی زمانے میں خلیج سویز سے متصل تھیں۔ بعد میں جغرافیائی تبدیلیوں سے یہ جھیلیں بحیرہ قلزم (خلیج سویز) سے منقطع ہوگئیں۔صدیوں بعد 1869ء میں نہر سویز کا افتتاح ہوا تو بحیرات مُرّہ اس نہر کے ذریعے ایک بار پھر بحیرہ قلزم سے مل گئیں۔

بنی اسرائیل صحرائے سیناء میں: بحیرات مرہ پار کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل جنوب کو ہولیے اور عیون موسیٰ' مارہ' ایلیم' المرخہ اور فاران رفیدیم کے راستے اس مقام تک پہنچے جسے آج کل جبل موسیٰ کہتے ہیں اور جس کا قدیم نام سیناء ہے۔اسی کا نام کوہ طور (یا صرف طور) ہے اس کے جنوب مغرب میں طور نامی بندرگاہ ہے۔قرآن کریم میں طور کی وادی کو ''وادیٔ مقدس طویٰ'' کہا گیا ہے۔

عیون موسیٰ: محمد رفعت کے اطلس (اٹلس) کے مطابق بنی اسرائیل کا عبور سویز اور بحیرات مرہ کے درمیان ہوا ہے اور عیون موسیٰ علیہ السلام بھی یہیں خلیج سویز کے شمال میں واقع ہے۔(قصص الانبیاء جلد اول حاشیہ صفحہ:473)

عبدالوہاب نجار نے قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ پانی کے وہ چشمے جن کا ذکر بنی اسرائیل کے واقعات میں آیا ہے' بحرِ احمر کے مشرقی بیابان میں سویز سے زیادہ دور نہیں اور عیون موسیٰ علیہ السلام کے نام سے مشہور ہیں۔ان چشموں کا پانی اب بہت کچھ سوکھ گیا ہے اور بعض کے تو آثار بھی معدوم ہو چکے ہیں مگر کہیں کہیں ان چشموں پر اب کھجور کے باغات نظر آتے ہیں۔

فرعونِ موسیٰ علیہ السلام: عام طور پر فرعون موسیٰ کے بارے میں غلط فہمی پائی جاتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ فرعون موسیٰ دو ہیں۔ایک فرعون رعمسیس ثانی جس کے گھر میں موسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی اور دوسرا اس کا بیٹا منفتاح تھا جو غرقاب ہوا۔اس سلسلے میں سید

ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن جلد 2 میں لکھتے ہیں:

''لفظ فرعون کے معنی ہیں ''سورج دیوتا کی اولاد'' قدیم اہل مصر سورج کو جوان کا مہا دیو یا رب اعلیٰ تھا' رَع کہتے تھے اور فرعون اسی کی طرف منسوب تھا۔ اہل مصر کے اعتقاد کی رو سے کسی فرماں روا کی حاکمیت کے لیے اس کے سوا کوئی بنیاد نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ رَع کا جسمانی مظہر اور اس کا ارضی نمائندہ ہو' اسی لیے ہر شاہی خاندان جو مصر میں برسرِ اقتدار آتا تھا' اپنے آپ کو سورج بنسی بنا کر پیش کرتا' اور فرماں روا جو تخت نشین ہوتا'' ''فرعون'' کا لقب اختیار کر کے باشندگانِ ملک کو یقین دلاتا کہ تمہارا رب اعلیٰ یا مہا دیو میں ہوں۔

''یہاں یہ بات اور جان لینی چاہیے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کے سلسلہ میں دو فرعونوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک وہ جس کے زمانہ میں آپ پیدا ہوئے اور جس کے گھر میں آپ نے پرورش پائی۔ دوسرا وہ جس کے پاس آپ اسلام کی دعوت اور بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ لے کر پہنچے اور جو بالآخر غرق ہوا۔ موجودہ زمانہ کے محققین کا عام میلان اس طرف ہے کہ پہلا فرعون رعمسیس دوم تھا جس کا زمانۂ حکومت 1292 سے 1235 قبل مسیح تک رہا۔ اور دوسرا فرعون منفتہ یا منفتاح تھا جو اپنے باپ رعمسیس دوم کی زندگی ہی میں شریک حکومت ہو چکا تھا اور اس کے مرنے کے بعد سلطنت کا مالک ہوا۔ یہ قیاس بظاہر اس لحاظ سے مشتبہ معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلی تاریخ کے حساب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سن وفات 1272 قبل مسیح ہے۔ لیکن بہر حال یہ تاریخی قیاسات ہی ہیں اور مصری' اسرائیلی اور عیسوی جنتریوں کے مطابق بالکل صحیح تاریخوں کا حساب لگانا مشکل ہے۔''

اس سلسلے میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں:

ریمسیس (درست نام رعمسیس ......م ف) دوم نے اپنے زندگی ہی میں اپنے بڑے بیٹے منفتاح کو شریکِ حکومت کر لیا تھا۔ ریمسیس کی ڈیڑھ سو اولادوں میں سے یہ تیرھواں لڑکا تھا' لہٰذا منفتاح ہی وہ فرعون ہے جس کو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے دعوت دی اور بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کیا اور یہی غرق دریا ہوا......تورات میں ہے کہ خروج سے پہلے مصر کے بادشاہ کا انتقال ہو گیا' اس سے مراد وہی ریمسیس دوم ہے جو منفتاح کا باپ تھا۔ (قصص القرآن' حصہ اول)

میدان الراحہ اور جبل ہارون: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد باری کی تعمیل میں تیس دن کے لیے کوہ سیناء کو جاتے ہوئے بنی اسرائیل کو اس مقام پر چھوڑا جو آج کل نبی صالح اور کوہ سیناء کے درمیان وادیٔ شیخ کے نام سے موسوم ہے۔ اس وادی کا وہ حصہ جہاں بنی اسرائیل نے پڑاؤ ڈالا تھا آج کل میدان الراحہ کہلاتا ہے۔ وادی کے ایک سرے پر وہ پہاڑی واقع ہے جہاں مقامی روایت کے مطابق حضرت صالح علیہ السلام ثمود کے علاقے سے ہجرت کر کے تشریف لے آئے تھے۔ آج وہاں ان کی یاد میں ایک مسجد (نبی صالح) بنی ہوئی ہے۔ دوسری طرف ایک اور پہاڑی جبل ہارون ہے جہاں کہا جاتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کی بچھڑے کی پوجا سے ناراض ہو کر جا بیٹھے تھے۔ تیسری طرف سیناء (طور) کا بلند پہاڑ ہے جس کا بالائی حصہ اکثر بادلوں سے ڈھکا رہتا ہے اور جس کی بلندی 7359 فٹ ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر آج تک وہ کھوہ زیارت

گاہ عام بنی ہوئی ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چلہ کیا تھا۔ اس کے قریب مسلمانوں کی ایک مسجد اور عیسائیوں کا ایک گرجا ہے اور پہاڑی کے دامن میں رومی قیصر جسٹینین کے زمانے کی ایک خانقاہ آج تک موجود ہے۔ (تفہیم القرآن جلد دوم' حاشیہ سورۂ اعراف)

عبرت نامۂ فرعون: مصری دستور کے مطابق ہر بادشاہ کا مقبرہ جدا ہوتا تھا جس میں اس کے تمام حالات کندہ کیے جاتے اور اس کی بعض اشیاء اور جواہرات اس کی قبر کے ساتھ ہی محفوظ رکھے جاتے لیکن منفتاح کا الگ مقبرہ نہ بنایا گیا بلکہ اسے عجلت سے امنحوتب (1400 تا 1370 ق م) کے مقبرے ہی میں دفن کر دیا گیا اور یوں اٹھارہویں اور انیسویں خانوادوں کے دو فرعونوں کی نعشیں ایک ہی مقبرے میں جمع ہوگئیں۔ منفتاح کی لاش مصری عجائب خانہ (قاہرہ) میں آج بھی محفوظ ہے۔ محمد احمد عدوی ''دعوۃ الرسل الی اللہ'' میں لکھتے ہیں کہ اس نعش کی ناک کے سامنے کا حصہ ندارد ہے جیسے کسی حیوان نے کھالیا ہو' غالباً سمندری مچھلی نے اس پر منہ مارا تھا' پھر اس کی لاش اُلوہی فیصلے کے مطابق کنارے پر پھینک دی گئی تا کہ دنیا کے لیے عبرت ہو۔

جبل فرعون: یہ وہ جگہ ہے جس کے متعلق مقامی لوگوں میں یہ روایت پائی جاتی ہے کہ اس جگہ فرعون کی لاش پانی میں تیرتی ملی تھی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ یونس کے حاشیہ 92 میں لکھتے ہیں: ''جزیرۂ نمائے سیناء کے مغربی ساحل پر اس مقام کو موجودہ زمانے میں جبل فرعون کہتے ہیں اور اس کے قریب ایک گرم چشمہ ہے جو حمام فرعون کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی جائے وقوع ابوزنیمہ سے چند میل اوپر شمال کی جانب ہے...... اگر یہ ڈوبنے والا فرعون منفتہ ہے جس کو زمانۂ حال کی تحقیق نے فرعون موسیٰ قرار دیا ہے تو اس کی لاش آج تک قاہرہ کے عجائب خانے میں موجود ہے۔ 1907ء میں سر گرافٹن ایلیٹ سمتھ نے اس کی ممی (مومیا) پر سے جب پٹیاں کھولی تھیں تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہ جمی پائی گئی تھی جو کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی کھلی علامت تھی۔'' (تفہیم القرآن جلد دوم)

کوہ طور پر تجلّیٔ ذات: کوہ طور (حورب) پر جب تیس اور مزید دس راتوں کا میقات یعنی چالیس راتیں پوری ہوگئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش پر انہیں تجلّیٔ ذات کا مشاہدہ کرایا گیا جس کی وہ تاب نہ لا کر بے ہوش ہوگئے۔ پھر انہیں تورات عطا کی گئی۔ اس دوران بنی اسرائیل جو پہاڑ کے نیچے میدان الراحہ میں مقیم تھے' انہوں نے سامری کے فریب میں آ کر بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور حضرت ہارون علیہ السلام کے روکنے سے بھی نہ رکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے واپسی پر بنی اسرائیل کو اس ارتداد (گوسالہ پرستی) کی سزا یوں دی گئی کہ لوگوں نے شرک میں مبتلا اپنے رشتے داروں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ اس طرح تورات کے مطابق تین ہزار بنی اسرائیل قتل ہوئے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کے 70 نمائندے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر گئے تا کہ بچھڑے کی پوجا کے جرم کی معافی مانگیں اور از سر نو اطاعتِ الٰہی کا اقرار کریں۔ وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھنے پر اصرار کیا تو انہیں زلزلے کے عذاب نے موت کی نیند سلا دیا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر ان کو نئی زندگی بخشی گئی۔

اتنے بڑے معجزے کے باوجود جب بنی اسرائیل نے تورات کے احکام قبول کرنے میں پس وپیش سے کام لیا تو اللہ نے ان کے سروں پر طور پہاڑ کو بلند کر دیا جیسے وہ ان کے اوپر گرنے والا ہو۔ اس طرح آیت الٰہی کے مظاہرے نے انہیں قبول تورات پر آمادہ کیا۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ہمراہ حورب سے روانہ ہوئے اور کوہ شعیر کی راہ سے قادس برنیع پہنچے۔ وہاں سے انہوں نے یوشع بن نون کی قیادت میں بارہ افراد تفتیش کے لیے ارض مقدس (کنعان یا فلسطین) بھیجے۔ وہ فلسطین کے شہر اریحا گئے اور تمام حالات بغور دیکھ کر لوٹے۔ واپسی پر بیشتر نے کنعانیوں کے ناقابل تسخیر ہونے کی باتیں کیں۔ صرف یوشع بن نون اور کالب بن یُفنہ نے قوم کو ہمّت دلائی' چنانچہ سورۂ مائدہ کے رکوع 4 میں انہی دو آدمیوں کا ذکر ہے۔ جب بنی اسرائیل نے ارض مقدس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ سزا مقرر کر دی کہ وہ چالیس برس دشت تِیہ میں بھٹکتے پھریں گے۔

دشتِ تِیہ: بنی اسرائیل کی دشت نوردی کا علاقہ ''تیہ'' کہلاتا ہے۔ دشت تِیہ (سیناء) وہ علاقہ ہے جسے بائبل میں ''بیابان سِین'' کہا گیا ہے۔ یہ کوہ طور کے شمال میں صحرائے سیناء کا جنوبی حصہ ہے۔ تِیہ کے معنی بھٹکنے کے ہیں جیسا کہ سورۂ مائدہ آیت 26 میں آتا ہے: ﴿فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''بلاشبہ وہ ارض فلسطین ان کے لیے 40 سال تک ممنوع ہے۔ وہ اسی دشت میں بھٹکتے پھریں گے۔'' جب بنی اسرائیل وادیٔ سیناء میں داخل ہوئے تھے تو اسی دشت میں ان کے بارہ قبیلوں کے لیے بارہ چشمے جاری ہوئے تھے اور پھر یہیں ان پر من وسلویٰ نازل ہوا تھا۔ اسی دشت میں بنی اسرائیل کا ایک شخص قتل ہو گیا' قاتل کا پتہ نہ چلا اور بنی اسرائیل نے پے در پے حیل وحجت کی تو ایک خاص رنگ اور خاص عمر کی بے داغ اور ان جوتی گائے ذبح کرنے کے احکام یکے بعد دیگرے نازل ہوئے۔ اس گائے کے گوشت کے ٹکڑے سے مقتول کی لاش پر ضرب لگانے سے مقتول بول پڑا اور اس نے اپنے قاتل کا نام بتا دیا جسے شریعت الٰہی کے مطابق سزا دی گئی۔ یہیں بنی اسرائیل کے ایک متکبر مالدار شخص قارون کے اپنے خزانوں سمیت زمین میں دھنس جانے کا واقعہ پیش آیا اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ قارون کا واقعہ غرق فرعون سے پہلے پیش آیا تھا یا غرق ہونے کے بعد تِیہ میں۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اگر یہ واقعہ قبل غرق کا ہے تو ﴿فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ﴾ (القصص:28/81) میں دار (گھر) اپنے حقیقی معنی میں ہے اور اگر دشت تِیہ کا واقعہ ہے تو ''دار'' سے خیمہ وخرگاہ مراد ہے۔ مولانا سیوہاروی مصنف قصص القرآن کے نزدیک یہ واقعہ میدان تِیہ کا ہے اس لیے کہ قرآن نے اسے غرق فرعون سے متعلق واقعات کے بعد بیان کیا ہے۔

تِیہ کی دشت نوردی کے زمانے ہی میں حضرت ہارون علیہ السلام نے رحلت فرمائی۔ بائبل کے مطابق ''بنی اسرائیل قادس برنیع سے چلے تو کوہ ہور کے پاس' جو ملک ادوم کی سرحد ہے' خیمہ زن ہوئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کوہ ہور پر بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے چالیسویں برس کے پانچویں مہینے کی پہلی تاریخ کو وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر 123 برس تھی۔''

بنی اسرائیل کوہ ہور سے کوچ کر کے ایلہ اور عصیون جابر سے گزرے۔ اس دوران انہوں نے اَمّوری بادشاہوں سیحون

اور عوج کے علاقوں پر قبضہ کرلیا مگر انہوں نے عار اور بنی عمون کے علاقے چھوڑ دیے جو بنولوط کے لیے مخصوص تھے' پھر موآب کی سرحد پر ڈیرے ڈالے جو بحیرۂ لوط (بحیرۂ مردار) کے مشرق کا علاقہ تھا۔ آخر کار وہ موآب کے میدانوں میں جو دریائے اردن کے کنارے پر واقع ہیں' یریحو کے مقابل خیمہ زن ہوئے۔

یریحو یا اَریحا (Jericho): بائبل میں اس شہر کو یریحو لکھا گیا ہے جبکہ اس کا عربی نام اریحا اور انگریزی نام جریکو ہے۔ اریحا 7000 ق م میں آباد ہوا تھا اور اس لحاظ سے دنیا کا قدیم ترین شہر ہے کہ یہ پچھلے 9000 سال سے مسلسل آباد چلا آرہا ہے۔ یہ دریائے اردن سے آٹھ دس کلومیٹر مغرب میں ہے جبکہ بیت المقدس اریحا سے تقریباً 30 کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب مغرب میں ہے۔ بحیرۂ مردار سے اریحا تقریباً 12 کلومیٹر دور ہے۔ یہ شہر سطح سمندر سے 260 میٹر نیچے ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام اریحا بن مالک بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا تھا۔ یہاں تل السّلطان میں تاریخی آثار ملتے ہیں۔ 1948ء تا 1967ء اریحا مملکت اردن میں شامل رہا حتیٰ کہ اسرائیل نے پورے غرب اردن پر غاصبانہ قبضہ کرلیا۔ تب سے اریحا اسرائیلی تسلّط میں ہے اگرچہ 1994ء سے اس پر نام نہاد سُلطہ فلسطینیہ کو برائے نام کنٹرول حاصل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مرقد اریحا میں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات: بنی اسرائیل کی مصر سے روانگی' تیہ میں دشت نوردی اور ادوم کے پہاڑوں اور موآب کے میدانوں میں مسلسل تبلیغِ دین کا فریضہ ادا کرتے آئے تھے' نیز تورات نازل ہوچکی تھی۔ اب داعی اجل کو لبیّک کہنے کا وقت آپہنچا۔ بائبل کی کتاب استثناء باب 34 میں لکھا ہے: ''موسیٰ علیہ السلام کوہ نبو کے اوپر پسگہ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور خداوند نے جلعاد کا سارا ملک دان تک' اور نفتالی کا سارا ملک' اور افرائیم اور منسی کا ملک اور یہوداہ کا سارا ملک پچھلے سمندر (بحیرۂ روم) تک' اور جنوب کا ملک اور وادئ یریحو جو کھجوروں کا شہر ہے' میدان ضغر تک اسے دکھایا۔ اور خداوند نے اس سے کہا: ''یہی وہ ملک ہے جس کی بابت میں نے ابراہام اور اضحاق اور یعقوب سے قسم کھا کر کہا تھا کہ اسے میں تمہاری نسل کو دوں گا۔ سو میں نے ایسا کیا' تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے' پر تو اس پار وہاں جانے نہ پائے گا'' پس خداوند کے بندہ موسیٰ علیہ السلام نے وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا' پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنی وفات کے وقت 120 برس کا تھا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اس جگہ ہوتا تو تمہیں موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا نشان دکھاتا کہ وہ سرخ ٹیلہ (کثیب احمر) کے قریب دفن ہیں۔ اریحا میں سرخ ٹیلہ کے قریب ایک قبر کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر بتایا جاتا ہے۔ فتح الباری کے مطابق یہ قول صحیح ہے۔ (قصص القرآن جلد اول)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد یوشع بن نون کی قیادت میں بنی اسرائیل نے دریائے اردن پار کرکے پہلے اریحا فتح کیا اور پھر بتدریج پورے کنعان (فلسطین) پر قبضہ کرلیا۔ یوشع حضرت یوسف علیہ السلام کے فرزند افرائیم کی اولاد سے تھے۔ ان کا اصل نام ہوسیع تھا مگر موسیٰ علیہ السلام نے ان کا نام یشوع یا یوشع رکھا تھا۔

موآب: یہ مملکت اردن کے اندر بحیرۂ مردار اور دریائے اردن کے مشرق میں واقع پہاڑی سلسلہ ہے جو شمال میں وادی زرقا سے جنوب میں وادیٔ الحساء تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں اردن کا دارالحکومت عمان (رومی عہد کا فلاڈلفیا)، القسطل، الکرک، ذیبان، مادبا، ناعور، وادی السیر، السلط، المزرع، الصیحی وغیرہ شہر اور قصبے واقع ہیں۔ یہاں مشرق سے مغرب کی طرف وادی شعیب، وادی زرقاء معین، وادی الموجب، وادی الیابس اور وادی الحساء نامی ندیاں بہتی ہیں۔ وادی شعیب دریائے اردن میں اور باقی ندیاں بحیرۂ مردار میں گرتی ہیں۔ موآب کو موآب بن لوط علیہ السلام سے موسوم کیا گیا تھا جو موآبیوں کے جدِّ امجد تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے دوسرے بیٹے بن عمی کی اولاد بنوعمون کہلاتی تھی۔ موآبیوں اور بنوعمون کا شہر ''ربہ موآب'' (یا صرف رَبّہ) بحیرۂ مردار کے مشرق میں آباد تھا۔ بخت نصر ثانی نے 582 ق م میں اسے فتح کیا، پھر اسے انحطاط نے آلیا۔ اس کے بعد پہلی صدی عیسوی میں نبطیوں کے عہد میں اس نے دوبارہ ترقی کی۔

جلعاد: دریائے اردن اور مشرق اور موآب کے شمال میں دریائے یرموک تک جلعاد کا علاقہ تھا جہاں سے اسمٰعیلی عربوں کا وہ قافلہ آیا تھا جس نے دوتن کے کنویں سے حضرت یوسف کو نکال کر مصر لے جا کر بیچا تھا۔ جلعاد حضرت یوسف علیہ السلام کے پڑ پوتے کا نام بھی تھا، یعنی جلعاد بن مکیر بن منسیٰ بن یوسف علیہ السلام۔

ادوم: حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بڑے بیٹے عیسو کا دوسرا نام ادوم تھا۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام فدان آرام سے واپس کنعان (فلسطین) چلے آئے تو کچھ عرصہ بعد ان کے بھائی عیسو کوہ شعیر (جنوبی فلسطین) میں جا کر رہنے لگے۔ ان کے نام پر اس علاقے کا نام ہی ادوم پڑ گیا۔ ادوم کا علاقہ بحیرۂ لوط کے جنوب میں واقع تھا۔

حضرت ہارون علیہ السلام

حضرت ہارون علیہ السلام کی زندگی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے ساتھ مربوط ہے۔ ان کا نام نامی قرآن مجید میں بیس دفعہ مذکور ہے۔ تفصیل یہ ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	248
النّساء	4	163
الأنعام	6	84
الأعراف	7	142‘122
یونس	10	75
مریم	19	53‘28
طٰهٰ	20	92‘90‘70‘30

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنبیاء	21	48
المؤمنون	23	45
الفرقان	25	35
الشّعراء	26	48‘13
القصص	28	34
الصّافّات	37	120‘114

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

''ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں (کے اعتکاف) کا وعدہ لیا' پھر ہم نے دس راتیں اور ملا دیں اس طرح اللہ تعالیٰ کی مقررہ مدت چالیس راتیں پوری ہوگئیں۔ موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: ''میرے بعد میری قوم کا خیال رکھنا۔ اصلاح احوال کرنا اور مفسدین کی راہ پر نہ چلنا۔'' (الاعراف: 142/7) قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا

نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے تیرے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔'' موسیٰ بڑے غصے اور افسوس کی حالت میں اپنی قوم کی طرف لوٹا اور کہنے لگا: ''اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا بہت زیادہ عرصہ گزر گیا تھا؟ یا تم چاہتے تھے کہ تم پر تمہارے رب تعالیٰ کا غصہ نازل ہو جائے جو تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی۔''

انہوں نے کہا: ''ہم نے اپنی مرضی سے آپ کے معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ بات یہ ہوئی کہ ہمارے پاس فرعونیوں کے جو زیورات تھے ہم نے ان کو الگ جگہ اکٹھا کیا اور سامری نے بھی ان میں حصہ ڈالا اور ایک بچھڑا بنا ڈالا جو خالی جسم تھا' اس سے ڈکارنے کی آواز نکلتی تھی۔ لوگ کہنے لگے: ''یہ ہے تمہارا اور موسیٰ کا معبود مگر موسیٰ راستہ بھول گیا۔'' کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں تھے کہ وہ انہیں جواب تو دے نہیں سکتا تھا اور ان کے ذرہ بھر نفع و نقصان کا مالک نہیں تھا۔

ویسے ہارون نے اس سے پہلے انہیں تنبیہ کی تھی: ''اے لوگو! تم اس بچھڑے کی بنا پر گمراہ ہو گئے ہو جبکہ تمہارا پروردگار تو رحمٰن ہے' لہٰذا میرے پیچھے لگو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔'' لیکن وہ کہنے لگے: ''ہم موسیٰ کے واپس آنے تک اسی کی پوجا کرینگے۔''

موسیٰ نے کہا: ''ہارون! جب تو نے ان کو گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تجھے کیا رکاوٹ تھی کہ تو میرے پیچھے نہ آیا۔ کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟'' ہارون کہنے لگا: ''میرے بھائی! میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑ۔ مجھے خطرہ تھا کہ تو کہے گا کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔'' (طٰہٰ:20/85...94)

حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے فوت ہوئے اور صحرائے سیناء کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ جبل ''ھُور'' میں دفن ہوئے۔

- تاريخ الشرق الأدنى القديم : 62، 64
- قصص الأنبياء، ابن كثير : 231
- قصص الأنبياء، الثعلبي : 168
- قصص الأنبياء، النجار : 155
- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم: 680، 736
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1159، 1274
- قصص الأنبياء، الطبري : 259

مجمع البحرین
موسیٰ علیہ السلام اور خضر کی ملاقات
﴿ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴾ (الکہف:18/60)
”جب موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچوں گا گو مجھے سالہا سال چلنا پڑے۔“
جائے وقوع مجمع البحرین
خلیج عقبہ اور خلیج قلزم کا اتصال
طنجہ' بحر زقاق (آبنائے جبل طارق)
نیل ابیض اور نیل ازرق کا سنگم (خرطوم)
پرتگال
میڈرڈ
اسپین (اندلس)
اشبیلیہ
جزائر بلیارک
یابسہ
میورقہ
منورقہ
سارڈینیا
نیپلز
اطالیہ (اٹلی)
صقلیہ (سسلی)
سیراکیوز
مالٹا
طنجہ
رباط
المغرب (مراکش)
الجزائر
تونس
غردایہ
جربہ
طرابلس
بنغازی
بحیرۂ روم
کریٹ (اقریطش)
قبرص
دمشق
عمان
القدس
اسکندریہ
قاہرہ
سیناء
برقہ
غدامس
عین صالح
صحرائے اعظم
سبہا
مرزوق
جغبوب
لیبیا
مصر
مدین
بحیرۂ احمر
اقصر
دریائے نیل
سطح مرتفع تبستی
صحرائے نوبیہ
دنقلہ
مروی
سوڈان
خرطوم
فاشر
ابیض

مجمع البحرین

(جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی)

قرآن مجید کی سورۂ کہف میں اللہ کے ایک بندے ﴿عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ﴾ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں اس عبد صالح کا نام خضر بتایا گیا ہے جنہیں بعض اسرارِ تکوینیہ کا علم عطا ہوا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیا گیا تھا اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان حضرت خضر علیہ السلام سے کہیں زیادہ ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بانگ درا کی طویل نظم ''خضر راہ'' میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعے اور خضر علیہ السلام کے علم اسرار تکوینی کو مجمل طور پر ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے ؎

کشتیٔ مسکین و جانِ پاک و دیوارِ یتیم
علم موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

حضرت خضر علیہ السلام کا تذکرہ جس انداز سے قرآن کریم میں کیا گیا ہے' اس سے یہی راجح نظر آتا ہے کہ وہ نبی تھے۔ ان کی حیات ابدی کے بارے میں جو تصوّر عوام وخواص میں پایا جاتا ہے' اس کی کوئی شرعی اور تاریخی دلیل موجود نہیں' لہٰذا حقیقت یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر دنیا سے رحلت فرما گئے۔

موسیٰ وخضر علیہما السلام کی جائے ملاقات: قرآن مجید کی سورۂ کہف میں موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی ملاقات کا مقام مجمع البحرین بتایا گیا ہے۔ مجمع البحرین دو دریاؤں یا دو سمندروں کے سنگم کو کہتے ہیں۔ سورۂ کہف میں کون سے دو دریا اور ان کا سنگم مراد ہے؟ اس کے متعلق مختلف اقوال منقول ہیں۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ کہف کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''غالبًا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سفر سوڈان کی جانب تھا اور مجمع البحرین سے مراد وہ مقام ہے جہاں موجودہ شہر خرطوم کے قریب دریائے نیل کی دو بڑی شاخیں البحر الابیض اور البحر الازرق آکر ملتی ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد سوم)

اور اُردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 8 میں ''الخضر علیہ السلام'' کے زیرِ عنوان لکھا ہے:

''مستند اور صحیح روایات کے مطابق سورۃ کہف کے بیان میں موسیٰ علیہ السلام سے مراد حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں جو بنی اسرائیل اور فرعون کی طرف بھیجے گئے تھے۔ فتیٰ (نوجوان) سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد اور پہلے خلیفہ یوشع بن نون ہیں جو اپنے استاد کی خدمت بھی کرتے اور ان سے علم بھی حاصل کرتے تھے۔ ''ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ'' سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ مجمع البحرین (دو سمندروں کا سنگم) کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں باب المندب کے پاس بحر ہند اور بحر احمر ملتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ طنجہ کے قریب جہاں بحر

روم اور بحر اوقیانوس ملتے ہیں۔ بعض کے نزدیک جہاں بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ اردن (خلیج عقبہ) ملتے ہیں' وغیرہ۔''

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار کے مطابق ''اسرائیلی روایات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک سفر کا ذکر موجود ہے جو آپ نے حبشہ کی طرف کیا تھا (بائبل۔ العدد 21:) جیسا کہ مولانا مودودی مرحوم نے بھی اسی طرف دریائے نیل ابیض اور دریائے نیل ازرق کے سنگم ''خرطوم'' کو موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام کی جائے ملاقات بتایا ہے لیکن ڈاکٹر شوقی ابوخلیل کے دیے ہوئے نقشے کے مطابق ان کی جائے ملاقات خلیج عقبہ اور خلیج سویز کا مقام اتصال ''راس محمد'' تھی جہاں یہ دونوں خلیجیں بحیرۂ قلزم سے ملتی ہیں۔

''قصص القرآن'' میں مولانا سیوہاروی نے مجمع البحرین سے ''بحر روم اور بحر قلزم کا سنگم'' مراد لیا ہے لیکن یہ اس لیے ممکن نہیں کہ تاریخِ ماضی قدیم میں کہیں ان دونوں سمندروں کے ''خط اتصال'' کا ذکر نہیں اور نہ 1869ء میں نہر سویز کے اجراء سے پہلے ان کے سنگم کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ اسی طرح علامہ انور شاہ کاشمیری کا یہ کہنا بھی ادھوری بات ہے کہ ''یہ مقام وہ ہے جو آج کل عقبہ کے نام سے مشہور ہے۔''

آبنائے جبل الطارق: اسے انگریزی میں جبرالٹر کہتے ہیں جو جبل الطارق سے بگڑ کر بنا۔ یہ آبنائے بُحیرۂ روم اور بحر اوقیانوس کو ملاتی ہے۔ عربی میں اسے بحر الزُّقاق بھی کہتے ہیں۔ اس کے شمال میں جبل الطارق (جبرالٹر) کی بندرگاہ ہے جو تین سو برس پہلے برطانیہ نے اسپین سے چھین لی تھی۔ آبنائے جبل الطارق کے جنوب میں سبتہ کی بندرگاہ ہے جو چند صدیوں سے اسپین کے تسلط میں ہے حالانکہ وہ مراکش (المغرب) کا جغرافیائی جزو ہے۔ 92ھ (712ء) میں طارق بن زیاد کا لشکر سبتہ (شمالی افریقہ) سے بحری کشتیوں میں سوار ہو کر اسپین (اندلس) کے ساحل پر اترا تھا۔ اسلامی فوج ایک ساحلی پہاڑی کے پاس اتری تھی جسے جبل الطارق کا نام دیا گیا۔ جن لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی جائے ملاقات آبنائے جبرالٹر کا ساحل بتائی ہے ان کی یہ بات دور از قیاس ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کبھی مصر اور افریقہ کے مغرب کی طرف اتنا طویل سفر کر کے جانے کا کوئی ثبوت نہیں۔

آبنائے جبل الطارق براعظم افریقہ کو براعظم یورپ سے الگ کرتی ہے۔ اس کی لمبائی 50 کلومیٹر اور چوڑائی 14 کلومیٹر ہے۔

خلیج عقبہ: یہ خلیج' بحیرۂ احمر کے شمال میں اس کی دائیں شاخ ہے۔ اس کے مغرب میں جزیرۂ نما سیناء' مشرق میں سعودی عرب اور شمال میں کچھ ساحل اردن اور فلسطین (اسرائیل کا مقبوضہ) کو لگتا ہے جہاں عقبہ (اردن) اور ایلات (فلسطین) کی بندرگاہیں واقع ہیں۔ خلیج عقبہ کے مشرق میں مدین کا علاقہ ہے۔ عہد موسوی میں خلیج عقبہ کے شمال کا علاقہ ادوم کہلاتا تھا۔ خلیج عقبہ کی لمبائی راس محمد (بحر احمر) سے لے کر عقبہ تک تقریباً 200 کلومیٹر ہے۔

خلیج سویز (السّویس): یہ خلیج' بحیرۂ احمر کے شمال میں اس کی بائیں شاخ ہے۔ اس کے مشرق میں جزیرۂ نما سیناء (مصر) اور مغرب میں مصر کے صحرائے شرقیہ اور بنی سویف کے علاقے ہیں جبکہ شمال میں 168 کلومیٹر لمبی نہر سویز اسے بحیرۂ روم

سے ملاتی ہے۔ نہر سویز کا اجراء 1869ء میں ہوا تھا۔ خلیج سویز کے شمالی سرے پر پورتوفیق (بندرگاہ) اور اس کے چار پانچ کلومیٹر مغرب میں بندرگاہ سویس (سویز) آمنے سامنے واقع ہیں۔ سویز شہر ماضی میں ''قلزم'' کہلاتا تھا۔ خلیج سویز کے مشرقی ساحل پر طور اور مغربی ساحل پر راس غارب کی بندرگاہیں ہیں۔ سویز شہر کی آبادی تقریباً ساڑھے تین لاکھ ہے۔ یہ صوبائی دارالحکومت ہے۔

راس محمد: یہ جزیرہ نما سیناء کا جنوبی سرا ہے جو بحیرۂ احمر (بحیرۂ قلزم) کے اندر کو نکلا ہوا ہے۔ یہیں بحیرۂ احمر کی دو خلیجوں خلیج عقبہ اور خلیج سویز کا اتصال ہوتا ہے اور غالباً یہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا واقعہ پیش آیا تھا۔

خرطوم: یہ دریائے نیل ابیض اور نیل ازرق کے سنگم پر واقع ہے اور سوڈان کا دارالحکومت ہے۔ یہاں چونکہ نیل کا بہاؤ ہاتھی کی سونڈ (خرطوم) کی شکل اختیار کر جاتا ہے اس لیے اس مقام کو خرطوم کہتے ہیں۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کے نزدیک موسی وخضر علیہما السلام کی ملاقات یہیں ہوئی تھی۔ یہاں اب تین شہر واقع ہیں: دارالحکومت الخرطوم نیل ابیض کے مشرق میں اور دونوں دریاؤں کے سنگم کے جنوب میں واقع ہے جبکہ الخرطوم البحری بھی مشرقی جانب مگر سنگم کے شمال میں ہے۔ ان کے برعکس امّ درمان نیل کے مغرب میں واقع ہے اور یہ 1884ء تا 1899ء محمد بن عبداللہ المعروف مہدی سوڈانی اور ان کے جانشینوں کی اسلامی حکومت کا صدر مقام تھا۔

باب المندب: یہ آبنائے بحیرۂ احمر اور خلیج عدن کو ملاتی ہے۔ اس کے مشرق میں یمن کا ساحل ہے اور مغرب میں اریٹریا اور جبوتی کے ساحل ہیں۔ اسے باب المندب (آنسوؤں کا دروازہ) اس لیے کہا جاتا ہے کہ ماضی میں یہاں بحری جہاز ڈوب جاتے تھے۔ باب المندب کی لمبائی 50 کلومیٹر اور چوڑائی 26 کلومیٹر ہے۔ اس کے اندر جزیرۂ پریم واقع ہے۔ طیاروں کے سفر سے پہلے پاک و ہند اور جنوب مشرقی ایشیا سے حجاج کرام کے بحری جہاز باب المندب سے گزر کر ہی جدّہ پہنچتے تھے۔

حضرت الیاس اور یَسع علیہما السلام

حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں دو مرتبہ آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنعام	6	85
الصافات	3	123

متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾

''اور ہم نے زکریا' یحییٰ' عیسیٰ اور الیاس کو (مختلف اوقات میں) بھیجا۔ یہ سب نیک لوگ تھے۔'' (الانعام:85/6)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

''بلاشبہ الیاس پیغمبروں میں سے تھا۔'' (الصافات:123/37)

الیاسین کے نام کے ساتھ بھی قرآن مجید میں ایک دفعہ ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

''ہم نے بعد میں آنے والوں میں ان کے لیے اچھی تعریف باقی رکھی۔ الیاسین پر سلام ہو۔''

(الصافات:129/37' 130)

حضرت یَسع کا ذکر بھی قرآن مجید میں دو دفعہ آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنعام	6	86
صٓ	38	48

متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ؀ۙ

''ہم نے اسماعیل، یَسع، یونس اور لوط کو (مختلف اوقات میں) بھیجا۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے اپنے اپنے دور کے لوگوں پر فضیلت دی۔'' (الانعام 86/6)

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ؀ۭ

''اسماعیل، یَسع اور ذوالکفل کا تذکرہ کیجیے۔ یہ سب بہترین لوگ تھے۔'' (ص 48/38)

حضرت الیاس اور یَسع علیہما السلام نے شہر بعلبک میں زندگی گزاری اور وہیں فوت ہوئے۔ بعلبک کا یونانی نام ہیلیو پولیس (سورج کا شہر) ہے۔ (یہ نام اس لیے تھا کہ وہاں سورج دیوتا کا مندر تھا اور بعلبک کے باشندے سورج کی پوجا کرتے تھے۔)

❀ القاموس الإسلامي : 169/1، 170

❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 75، 773

❀ قصص الأنبياء، ابن كثير : 353

❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 146، 1332

❀ قصص الأنبياء، الثعلبي : 261

الیاس (اِل یاسین) اور اَلیسع علیہما السلام
بعلبک (لبنان)
ایک اور روایت کے مطابق
جلعاد، بئرسبع، جبل سیناء
بحیرۂ روم (Mediterranean)
500 400 300 200 100
کلومیٹر
طرابلس
بیروت
بعلبک
نبک
تدمر
دمشق
شام
طبریہ
حیفا
بصری الشام
جلعاد
القدس
عمان
غزہ
فلسطین
بئرسبع
کرک
اردن
اسکندریہ
نیل کا ڈیلٹا
فرما
عریش
بابلیون
قلزم (سویز)
پٹرا
معان
افریقہ
فیوم
ایلہ (ایلات)
عقبہ
مصر
سیناء
عرب
کوہ طور
بحیرۂ قلزم

حضرت الیاس علیہ السلام

آپ اسرائیلی نبی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے تھے' چنانچہ طبری کہتے ہیں کہ یہ حضرت الیسع علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے اور یہ کہ ان کی بعثت حزقیل نبی (علیہ السلام) کے بعد ہوئی۔ قرآن مجید میں ان کا نام الیاس کے علاوہ اِل یاسین (علیہ السلام) بھی آیا ہے اور انجیل یوحنا میں انہیں ایلیا نبی کہا گیا ہے۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے:

الیاس بن یاسین بن فنحاص' بن یعزار بن ہارون علیہ السلام ...... یا ...... الیاس بن عازر بن یعزار بن ہارون علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام کی رسالت وہدایت کا مرکز بعلبک کا مشہور شہر تھا جہاں دوسرے بتوں کے علاوہ بعل کے بت کی بالخصوص پوجا ہوتی تھی۔ ان کی قوم صنم پرستی اور ستارہ پرستی کی عادی تھی۔ وہ بعل دیوتا کو زحل یا مشتری کا ثنیٰ سمجھتی تھی۔ فینیقیوں اور کنعانیوں کے علاوہ موآبی اور مدیانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے بعل کو پوجتے آرہے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو بھی مدین میں اسی کے پرستاروں سے واسطہ پڑا تھا۔ مورخین کا خیال ہے کہ حجاز کا مشہور بت ہُبل بھی یہی بَعل تھا۔ تورات میں بعل کو بریث یا بعل فغور کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ کلدانیوں کے ہاں اسے بِعل (بیل) اور بِعلوس (بیلوس) بھی کہتے تھے۔ سامی اور عبرانی زبانوں میں بعل کے معنی ''مالک' سردار' حاکم اور رب'' کے آتے ہیں۔ لیکن الف لام یا اضافت کے ساتھ اس کا مفہوم ''دیوتا اور معبود'' تھا۔ یہود یا مشرقی اسرائیلی بھی بعل کے پجاری تھے۔ بعل سونے کا تھا۔ اس کا قد ساٹھ فٹ تھا' اس کے چار منہ تھے اور اس کی خدمت پر 400 سو خدام مقرر تھے۔ (قصص القرآن۔ حصہ دوم)

قرآن مجید کی سورۃ الصافات میں ''بعل'' کا ذکر یوں آیا ہے:

﴿ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ○ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○ ﴾ (124 ... 126)

یعنی ''جب اس (الیاس) نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے؟ کیا تم بعل کو پکارتے ہو؟ اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑے ہوئے ہو (جبکہ) اللہ ہی تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا رب ہے۔''

بعلبک: بعل دیوتا سے منسوب بعلبک ماضی میں شام کا اور آج کل لبنان کا تاریخی شہر ہے۔ یہ صوبہ بقاع کا دارالحکومت ہے۔ اس کے مشرق میں لبنان شام سرحد پر جبال لبنان الشرقیہ پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ حمص (شام) سے شام کے دارالحکومت دمشق جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ یونانی زبان میں اس کا نام ہیلیو پولس (مدینة الشمس) ہے جو کہ مصر کے قدیم شہر ہیلیو پولس (عین الشمس) سے مختلف ہے۔ دمشق سے بعلبک کا فاصلہ تقریباً 100 کلومیٹر ہے اور لبنان کا دارالحکومت بیروت بعلبک سے تقریباً 80 کلومیٹر دور ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 1150 میٹر ہے جبکہ آبادی تقریباً نصف لاکھ

ہے۔ بعلبک فینقی عہد میں آباد ہوا۔ سکندر اعظم کے جانشین سلیوکس نے اس کا نام ہیلیو پولس رکھا' پھر اس پر رومی قابض ہوئے۔ یہاں سنگ رخام کے چھ ستون مشہور ہیں جن کے بارے میں معجم البلدان میں لکھا ہے کہ "یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بعلبک ملکہ بلقیس کو جہیز میں دیا تھا۔ ان سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین جاتے ہوئے یہاں آئے تھے اور یہاں ان کی نسبت سے "مقام ابراہیم علیہ السلام" موجود ہے۔ بعلبک 14ھ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پرامن طور پر فتح ہوا تھا۔ یہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بہن حفصہ دفن ہیں اور حضرت الیاس علیہ السلام کی قبر بھی یہیں ہے۔"

بعلبک کا عرض بلد 34 درجے شمالی ہے جو کہ اسلام آباد (پاکستان) کا عرض بلد بھی ہے۔

حضرت الیسع علیہ السلام

آپ حضرت الیاس علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت الیسع علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لیے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ ابن اسحٰق کے مطابق ان کا نام الیسع بن خطوب ہے اور وہ حضرت الیاس علیہ السلام کے چچازاد تھے۔ لیکن ابن عساکر نے ان کا نسب نامہ یوں نقل کیا ہے: الیسع بن عدی بن شوتم بن افرائیم بن یوسف علیہ السلام

اور اگر تورات کے یسعیاہ نبی اور حضرت الیسع علیہ السلام ایک ہی شخصیت ہیں تو تورات نے ان کو عموص کا بیٹا بتایا ہے۔
(قصص القرآن از مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی)

حضرت الیسع علیہ السلام بعلبک (مشرقی لبنان) میں رہتے تھے اور وہیں فوت ہوئے۔

بعلبک: دیکھیے اضافی توضیحات وتشریحات باب ''الیاس علیہ السلام''

حضرت داود علیہ السلام

حضرت داود علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں مندرجہ ذیل سولہ ۱۶ مقامات پر مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	251
النّساء	4	163
المائدة	5	78
الأنعام	6	84
الإسراء	17	55
الأنبياء	21	79‘78
النّمل	27	16‘15
سبا	34	13‘10
صٓ	38	30‘26‘24‘22‘17

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿٨٠﴾

’’اور داود وسلیمان کا تذکرہ کیجیے‘ جب وہ ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے‘ جس میں کسی قوم کی بکریاں چر گئی تھیں۔ ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے۔ ہم نے سلیمان کو فیصلہ سمجھا دیا تھا۔ ویسے ہم نے دونوں کو علم وحکمت سے نوازا تھا۔ نیز ہم نے داود کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کو تسبیح پر لگا رکھا تھا اور ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم نے اسے جنگی لباس (زرہیں) بنانے کا طریقہ سکھا دیا تھا تاکہ تم ان کے ذریعے حملے سے بچ سکو۔ کیا اس کا شکر ادا نہیں کرو گے؟‘‘ (الانبیاء:78/21...80)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿١٠﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١﴾

''ہم نے داود کو اپنی طرف سے فضیلت عطا فرمائی تھی۔ (اور پہاڑوں کو حکم دیا تھا کہ) اے پہاڑو اور پرندو! داود کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔ نیز ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کر دیا کہ اس سے کھلی (اور لمبی لمبی) زرہیں تیار کرو۔ اور انداز ے کے مطابق کڑیاں جوڑو (کیل اور سوراخ کا حساب رکھو۔) اور نیک کام کرو۔ میں تمہارے اعمال کو بخوبی دیکھتا ہوں۔'' (سبا:34/10'11)

حضرت داود علیہ السلام نے غزہ کے قریب اشدود کے مقام پر تورات والے تابوت کی مدد سے فلسطینیوں کے ساتھ جنگ کی۔ مگر شکست کھائی حتیٰ کہ فلسطینی ان سے تابوت چھین کر رملہ کے قریب ''بیت دجن'' میں لے گئے۔ (۱)

پھر ان کی حکومت وسیع ہوئی حتیٰ کہ ایلہ (عقبہ) سے دریائے فرات تک پھیل گئی۔ ان کی قبر ایک پہاڑ پر ہے جو بیت المقدس سے رملہ جاتے ہوئے ابوغوش مقام سے کچھ آگے دائیں ہاتھ پڑتا ہے۔ آپ 963 ق۔م میں فوت ہوئے۔

یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ کنعانی عرب 2500 ق۔م سے کنعان یعنی فلسطین میں رہائش پذیر ہیں۔ 1200 ق۔م کے گردوپیش حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم نے کنعان کے علاقے کی طرف ہجرت کی۔ پھر حضرت یوشع بن نون نے کنعانیوں کی کمزوری اور باہمی آویزش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی حکومت قائم کر لی۔ پھر حضرت طالوت (شاول) نے فلسطینیوں سے لڑنے کے لیے ایک لشکر تیار کیا۔ اس وقت فلسطینیوں کی قیادت جالوت کے ہاتھ میں تھی۔ چلتے وقت حضرت طالوت نے اپنے لشکر کو دریائے اردن سے پانی پینے سے روک دیا' لیکن سب نے ڈٹ کر پیا صرف چند سپاہیوں نے صبر سے کام لیا اور پانی نہ پیا۔ لیکن وہ اتنے تھوڑے تھے کہ کہنے لگے: ''ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلے کی ہمت نہیں۔ خیر! مقابلہ ہوا تو جالوت نے مبارزت طلب کی۔ حضرت داود علیہ السلام اس کے مقابلے میں نکلے۔ اس وقت وہ طالوت کے لشکر میں ایک عام سپاہی کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے جالوت کا نشانہ تاک کر پتھر پھینکا جو سیدھا اس کے ماتھے پر لگا۔ وہ چکرا گیا۔ انہوں نے جلدی سے اس کی تلوار چھین کر اس کا سر اڑا دیا۔

اس طرح جالوت کی فوج شکست کھا گئی۔ حضرت طالوت نے حضرت داود علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے اپنی بیٹی میکال کا رشتہ دوں گا اور فوج کا سپہ سالار اور کمانڈر انچیف بنا دوں گا' لیکن بعد میں انہوں نے وعدہ خلافی کرنے کی ٹھانی اور

---

(۱) مؤلف نے جو یہ لکھا ہے: ''حضرت داود علیہ السلام نے غزہ کے قریب اَشدود کے مقام پر تورات والے تابوت (تابوت سکینہ) کی مدد سے فلسطینیوں کے ساتھ جنگ کی' مگر شکست کھائی حتی کہ فلسطینی ان سے تابوت چھین کر رملہ کے قریب ''بیت دجن'' میں لے گئے۔'' اس کی کوئی اصل نہیں۔ قرآن کریم کے اسلوب بیان اور تاریخی حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تابوت کا بنی اسرائیل کے ہاتھ سے چھن جانے کا واقعہ حضرت طالوت کے بادشاہ بننے سے پہلے کا ہے۔ اس واقعے کے بعد شمویل نبی کے زمانے میں حضرت طالوت کو بنی اسرائیل کی حکومت تفویض ہوئی تھی' انہوں نے فلسطینی بادشاہ جالوت سے جنگ کی جس میں حضرت داود علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا تھا اور بنی اسرائیل کو فتح ہوئی تھی۔ اس فتح کے بعد تابوتِ سکینہ چھن جانے کی کوئی حقیقت نہیں۔ (محسن فارانی)

حضرت داود علیہ السلام کے خلاف ایک سازش تیار کی مگر حضرت داود بچ گئے' بلکہ یہ داود علیہ السلام کے غلبے اور ان کی اسرائیلی حکومت کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔

جالوت کا نام قرآن مقدس میں تین دفعہ آیا ہے اور تینوں بار سورۂ بقرہ کی آیات نمبر 249' 250 اور 251 میں ہے اور حضرت طالوت کا نام دو بار آیا ہے اور وہ بھی سورۂ بقرہ کی آیات نمبر 247 اور 249 میں ہے۔

حضرت داود علیہ السلام 1000 ق۔م میں بیت المقدس پر قابض ہوئے۔ کچھ کنعانی علاقہ بھی ان کے ہاتھ لگا۔ باقی کنعانیوں کے پاس رہا۔ 931 ق۔م میں عبرانیوں کی دو حکومتیں بن گئیں۔

ا- شمالی علاقہ میں ''سامرہ'': اس کا دارالحکومت سامرہ (سبسطیہ) تھا۔ لیکن 722 ق ۔م میں اَشّوریوں نے سرگان ثانی کی قیادت میں یہ حکومت ختم کر دی۔

۲- جنوب میں ریاست ''یہوذا'': اس کا دارالحکومت بیت المقدس تھا۔ اسے بھی 586 ق' م میں کلدانیوں نے بخت نصر کی قیادت میں ختم کر دیا' بلکہ وہ بے شمار اسرائیلیوں کو قید کر کے باہر لے گیا۔ اس طرح ان دونوں حکومتوں کے آثار ختم ہو گئے۔

یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر فلسطین کے اصل باسیوں نے فلسطین نہیں چھوڑا جیسا کہ تورات کی صریح عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ بلکہ انہوں نے یہودیوں کی شہریت' زبان اور عادات پر زبردست اثرات ڈالے۔ لہٰذا کنعان یعنی فلسطین کے علاقے میں یہودی حکومت اس عربی سرزمین کی تاریخ میں ایک عارضی اور جزوی حکومت تھی۔

❀ تاریخ الشرق الأدنی القدیم : 370
❀ القاموس الإسلامی : 1/557' 4/433
❀ قصص الأنبياء' الثعلبي : 272
❀ قصص الأنبياء' الثعلبي : 277
❀ قصص الأنبياء' الطبري : 353
❀ قصص الأنبياء' النجار : 303' 305
❀ مفصل العرب واليهود في التاريخ : 565
❀ قصص الأنبياء' ابن كثير : 360
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 264
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 417

شام
دمشق
دریائے لیطانی
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
صور
حولہ
عکا
حیفا
عتلیت
ناصرہ
مجدو
قیساریہ
بیسان
طبریہ
جھیل طبریہ
باشان (حوران)
دریائے یرموک
ازرع
شہبا
سویداء
درعا (اذرعات)
بصری الشام
دریائے اردن
سامرہ
نابلس
فلسطین
جلعاد
یافا (تل ابیب)
بیت دجن
لُد
رملہ
اسدود
اریحا
القدس
ابوغوش
بیت لحم
قصر الحلابات
ازرق
عمّان
قصر عمرہ
غزہ
خان یونس
رفح
الخلیل
بحیرۂ لوط (بحیرۂ مردار)
موآب
بئر سبع
ادوم
کرک
ضوغر
سدوم
عامورہ
اردن
صحرائے نقب
بتراء (پٹرا)
معان
50
100
150
کلومیٹر
داؤد علیہ السلام
اسدود، بیت دجن، ابوغوش، بیت المقدس، رملہ

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت داؤد علیہ السلام

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں داود علیہ السلام کا نسب یوں بیان کیا ہے:
داود بن ایشا (ایشی) بن عوبد بن عابر (عابز) بن سلمون بن نحشون بن عونیاذب (عمی ناذب) بن ارم (رام) بن حصرون بن فارص بن یہودا بن یعقوب علیہ السلام......قوسین کے اندر نام ابن جریر سے منقول ہیں۔
تورات میں ہے کہ ایشا کے بہت سے لڑکے تھے اور داود علیہ السلام ان میں سب سے چھوٹے تھے۔ داود سے پہلے یہودا کے گھرانے میں نبوت چلی آتی تھی اور افرائیم کے خاندان میں حکومت وسلطنت۔ داود پہلے شخص ہیں جن کو نبوت اور حکومت دونوں نعمتیں بخشی گئیں۔ انبیاء اور رسل میں سے حضرت آدم علیہ السلام کے علاوہ صرف داود علیہ السلام ہی وہ پیغمبر ہیں جنہیں قرآن نے خلیفہ کے لقب سے پکارا ہے۔
حضرت داود علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی بادشاہت ملنے کا پس منظر یوں ہے کہ 1000 قبل مسیح کے لگ بھگ عمالقہ نے بنی اسرائیل سے فلسطین کے اکثر علاقے چھین لیے تھے۔ سموئیل (شمویل) علیہ السلام اس زمانے میں بنی اسرائیل کے درمیان حکومت کرتے تھے مگر وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ بنی اسرائیل نے دشمنوں کے مقابلے میں کسی بادشاہ کے تقرر کی درخواست کی تو حکم الٰہی کے مطابق حضرت سموئیل علیہ السلام نے قبیلہ بنیامین کے 30 سالہ نوجوان طالوت کو ان پر بادشاہ مقرر کر دیا جسے بائبل میں ''ساؤل'' لکھا ہے۔ طالوت کی بادشاہی کی نشانی کے طور پر فرشتوں کے ذریعے وہ تابوت سکینہ بنی اسرائیل کو واپس مل گیا جس میں تورات کا اصل نسخہ اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دیگر یادگاریں تھیں اور جسے عمالیق چھین لے گئے تھے۔ طالوت اسرائیلیوں کا لشکر لے کر دشمن کے مقابلے میں نکلے۔ راستے میں ایک ندی (دریائے اردن) پر اسرائیلی فوج کی بحکم الٰہی آزمائش کی گئی اور صرف پختہ کار لوگ ہی میدان جنگ میں پہنچے۔
داود علیہ السلام ایک کم سن نوجوان تھے۔ وہ طالوت کے لشکر میں اس وقت پہنچے جب فلسطینیوں کی فوج کا گرانڈیل پہلوان جالوت (Goliath) اسرائیلیوں کو دعوت مبارزت دے رہا تھا مگر کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ حضرت داود علیہ السلام اس کے مقابلے میں نکلے اور اسے قتل کر دیا۔ اس واقعے نے داود علیہ السلام کو اسرائیلیوں کی آنکھ کا تارا بنا دیا اور طالوت نے اپنی بیٹی ان سے بیاہ دی۔ آخر کار وہی اسرائیلیوں کے حکمران ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت سے سرفراز کیا۔
اللہ تعالیٰ نے داود علیہ السلام کو حکمت اور فصل الخطاب یعنی صحیح فیصلہ کرنے کی قوت بھی بخشی تھی اور پھر انہیں زبور بھی عطا کی۔ یہ اللہ کی حمد کے نغموں سے معمور تھی اور جب آپ خوش الحانی سے اس کی تلاوت کرتے تو جن وانس حتی کہ وحوش وطیور تک وجد میں آ جاتے۔ اسی لیے آج تک لحن داودی مشہور ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حسن صوت کے

متعلق فرمایا: ''ابوموسیٰ کو اللہ نے لحن داوٗد عطا کیا ہے۔'' زبور کے معنی پارے اور ٹکڑے کے ہیں۔ یہ کتاب دراصل تورات کی تکمیل کے لیے نازل ہوئی تھی لہٰذا اسی کا ایک حصہ اور ٹکڑا شمار ہوتی ہے۔ اس میں حمد و ثناء' انسانی عبدیت و عجز اور پند و نصائح کے مضامین تھے۔ اس میں بشارتیں اور پیشگوئیاں بھی تھیں' چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن میں سورۂ انبیاء کی آیت ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا...... عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾ ''اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے'' میں دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بشارت ہے۔

حضرت داود علیہ السلام لوہے سے ہلکی زرہیں بنانے میں مہارت رکھتے تھے اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داود اور ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کو پرندوں کی بولیاں (منطق الطیر) سمجھنے کی بھی صلاحیت بخشی تھی۔ حضرت داود کی فیصلہ کرنے کی اعلیٰ صلاحیت اس واقعے سے ظاہر ہوتی ہے: ایک مرتبہ داود علیہ السلام کی خدمت میں دو شخص ایک مقدمہ لے کر آئے۔ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ کی بکریوں کے گلے نے اس کی تمام کھیتی تباہ کر ڈالی۔ حضرت داود علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ مدعی کی کھیتی کا نقصان چونکہ مدعا علیہ کے گلے کی قیمت کے قریب ہے' لہٰذا یہ پورا گلہ مدعی کو تاوان میں دے دیا جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے' وہ کہنے لگے کہ اگرچہ آپ کا یہ فیصلہ صحیح ہے مگر اس سے بھی زیادہ مناسب شکل یہ ہے کہ مدعا علیہ کا تمام ریوڑ مدعی کے سپرد کر دیا جائے' وہ اس کے دودھ اور اون سے فائدہ اٹھائے اور مدعا علیہ سے کہا جائے کہ وہ اس دوران میں مدعی کے کھیت کی خدمت انجام دے اور جب کھیت کی پیداوار اپنی اصلی حالت پر واپس آ جائے تو کھیت مدعی کے سپرد کر دے اور اپنا ریوڑ واپس لے لے۔ حضرت داود علیہ السلام کو بیٹے کا یہ فیصلہ بہت پسند آیا۔ قرآن عزیز نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس معاملے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ زیادہ مناسب رہا۔ یہ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک فضیلت تھی مگر اس جزوی فضیلت کے یہ معنی نہیں کہ بحیثیت مجموعی فضائل حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجموعہ فضائل کے اعتبار سے حضرت داود علیہ السلام کی جو منقبت فرمائی ہے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حصے میں نہیں آئی۔ (قصص القرآن: 75/2)

حضرت داود علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر 40 سال حکومت کرنے کے بعد 100 سال کی عمر میں 963 ق م میں وفات پائی۔ بائبل میں لکھا ہے: ''اور داود بن ایشی نے اسرائیلیوں پر 40 برس سلطنت کی۔ اس نے حبرون میں سات برس اور یروشلم میں تینتیس برس سلطنت کی۔'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت داود علیہ السلام کا انتقال اچانک سبت کے دن ہوا۔ وہ مقررہ عبادت میں مشغول تھے اور پرندوں کی ٹکڑیاں پرے باندھے ان پر سایہ فگن تھیں کہ اچانک اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (فیض الباری جلد 2 کتاب الانبیاء)

اَسدود: یہاں بنی اسرائیل کی فلسطینیوں سے جنگ ہوئی تھی جس میں حضرت داود علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر کے ناموری حاصل کی تھی۔ اسدود ساحل سمندر پر غزہ سے تقریباً 40 کلومیٹر شمال میں ہے۔

بیت دجن: یہ یافا (موجودہ تل ابیب یافو) سے 10 کلومیٹر مشرق میں ہے جبکہ بیت المقدس (یروشلم) سے اس کا فاصلہ

تقریباً 50 کلومیٹر ہے۔

ابی غوش: بیت المقدس سے رملہ کو جائیں تو ابوغوش کے بعد دائیں طرف حضرت داود علیہ السلام کی قبر ہے۔ ابوغوش بیت المقدس سے چار پانچ کلومیٹر دور ہے۔ بائبل کے مطابق داود علیہ السلام ''شہر داود'' میں دفن ہوئے۔